دو ماہی مجلّہ

محمد اجمل مفتاحی متو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

مکتبۃ أثریۃ

Maktaba Asaria

سید واڑہ غازی پور (یو-پی) انڈیا

Qasimi Manzil

Syedwara - Ghazi Pur (U-P) India

Pin 233001 - Mobile : 0091-9453497685, 0091-9889572855

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

جلد ۱۵

دوماہی دینی وعلمی مجلہ

شمارہ ۱
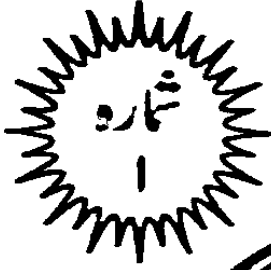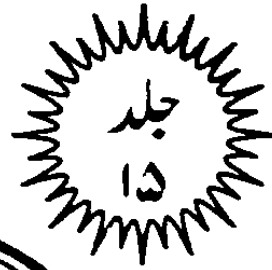
زمزم

محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

مدیر مسئول ومدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ------------ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے ------------ پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلئے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Baink 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازیپور۔یوپی

Pin. 233001 ------------ Mob.9453497685/08423339082

محمد اجمل مفتاحی مئو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مشہور ہے اور سچ مشہور ہے کہ ہر ظلم کی ایک انتہا ہوتی ہے، اور ہر ظالم اپنے انجام کو پہونچتا ہے، امریکی حکومت کا ظلم اور یورپی حکومتوں کی بربریت اب اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہے، کمزور حکومتیں خصوصاً مسلمان حکومتیں اور مسلم قوم نے امریکہ اور یورپ کی حکومتوں کا ظلم بہت برداشت کرلیا ہے، اب شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرنے والا ہے، اور ظالموں کی ظلم کی چکی بند ہونے والی ہے۔

اس کا آغاز خود ان حکومتوں سے ہونا شروع ہوگیا ہے، امریکہ پر اقتصادی مار مسلسل پڑ رہی ہے، بینک دیوالیہ ہو رہے ہیں، گرانی انتہا کو پہونچ چکی ہے، امریکی عوام اقتصادی ناہمواری کا شکار ہے، اور اب امریکی باشندے سڑکوں پر اتر آئے ہیں، مہینوں سے حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں، گویا یہ آغاز ہے کہ امریکہ اب وہ امریکہ نہیں رہے گا، جو اب تک رہا ہے اور تقریباً یہی حال دوسرے یورپی ممالک کا ہے، ہر جگہ بے چینی ہے، اور ان حکومتوں کو عوامی ناراضگی اور احتجاج کا سامنا ہے، اور جب کسی ملک کی عوام بے چین و پریشان ہو کر سڑکوں پر احتجاج کے لئے نکل پڑے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت کا سورج جلد ہی غروب ہونے والا ہے، اور ظالم اپنے انجام کو پہونچنے والا ہے، سچ ہے کہ اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے، روزنامہ انقلاب اتوار ۱۶؍ اکتوبر ۲۰۱۱ء کی یہ خبر پڑھ لیں۔

امریکہ میں عوامی احتجاج شدید تر، کئی مقامات پر مظاہرین اور پولیس میں ٹکراؤ

نیویارک (ایجنسی) معاشی عدم مساوات اور کارپوریٹ کمپنیوں کی لوٹ گھسوٹ کے خلاف امریکہ میں جاری عوامی احتجاج نے سنیچر کو جہاں شدت اختیار

کرلی وہیں اس احتجاج نے عالمی تحریک کی شکل اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ آن لائن تحریک کے منتظمین نے دعویٰ کیا ہے کہ ۸۲ ملکوں کے ۹۵۱ شہروں میں ریلیاں نکالی جائیں گی۔ اس بیچ یورپ کے متعدد ممالک جن میں برطانیہ، اٹلی اور روم شامل ہیں میں ریلیاں نکالی گئیں۔ پوری دنیا میں اور امریکہ کی ہر ریاست میں پھیلی تنظیموں نے احتجاج اور دیگر پروگراموں کا اعلان کیا ہے کہ سنیچر سے ۲۴ گھنٹے تک پوری دنیا میں احتجاجی ریلیاں نکالی جائیں گی۔

امریکہ میں سان فرانسسکو سے نیویارک تک نہ صرف یہ کہ عوام نے پرزور احتجاجی ریلیاں نکالیں بلکہ وہ متعدد مقامات پر پولس اور سیکوریٹی ایجنسیوں سے ٹکرا بھی گئے۔ کہیں انسانی زنجیریں بنا کر احتجاج کیا گیا تو کہیں مظاہرین نے کارپوریٹ دنیا کے دھنہ سیٹھوں کا گھیراؤ کیا۔ امریکہ میں عوامی احتجاج کا یہ سلسلہ کم پیش ایک مہینہ سے جاری ہے جن کے دوران سیکڑوں مظاہرین کو معمولی الزامات عائد کر کے گرفتار بھی کیا گیا مگر احتجاج میں کمی نہیں آئی۔

''وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو'' کے عنوان سے جاری اس تحریک میں جمعہ کو اس وقت شدت آ گئی جب مظاہرین کو معلوم ہوا کہ انہیں نجی ملکیت والے پارکوں سے ہٹانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں جہاں وہ احتجاج کرتے ہوئے ڈیرا جمائے بیٹھے ہیں۔ مظاہرین کا دعویٰ ہے کہ ان کی کامیابی پورے امریکہ اور عالمی سطح پر محسوس کی جائے گی۔ لوور مین ہٹن میں واقع زوکوٹی پارک کے مالکین نے جمعہ کو پارک کو صاف صفائی اور معائنے کے لئے خالی کرانے کا اعلان کیا تھا تاہم مظاہرین اسے پارک کو ان سے خالی کرانے کی ایک سازش کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔

امریکہ کے علاوہ جن ممالک میں وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک کے طرز پر احتجاج کیا گیا ان دیگر یورپی ممالک کے علاوہ جاپان سرفہرست ہے۔ ٹوکیو میں ۲۰۰ سے زائد مظاہرین نے مارچ کیا۔ وہ ٹوکیو پر قبضہ کرو کا بینر اٹھائے ہوئے تھے۔ (بقیہ ص ۷ پر)

نبوی ہدایات

محمد ابوبکر غازی پوری

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر خصلتیں ہیں، اور شرم وحیا بھی ایمان کی ایک خصلت ہے، (مسلم شریف)

یعنی ایمان ستر شعبوں میں تقسیم ہے، ایمان کا ایک شعبہ یا ایک خصلت حیاء اور شرم بھی ہے، یعنی آدمی کا ایمان اس وقت کامل ہوگا اور وہ مومن کہلانے کے لائق ہوگا، جب اس میں حیاء اور شرم ہو، بے شرم اور بے حیاء انسان کامل ایمان سے محروم ہوتا ہے، حیا ہی انسان کی وہ خصلت ہے جس کی وجہ سے آدمی بہت سی برائیوں اور گناہوں سے از خود باز رہتا ہے، اگر آدمی میں حیاء نہ ہوتو وہ برا سے برا عمل کرنے سے بھی نہیں شرماتا۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ اگر تم میں شرم نہیں تو جو چاہو کرو،

آج کا مسلم معاشرہ، اسی بے حیائی کی لعنت میں مبتلا ہوگیا ہے اور مسلمان گھرانوں میں بے حیائی عام ہوگئی ہے، اولادتو اولاد ماں باپ بھی بے حیائی میں مبتلا ہیں، ٹی وی نے اس بے حیائی کو عام کردیا ہے، ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے ہیں اور اس میں بے شرمی کے ایسے مظاہرے ہوتے ہیں کہ شریف آدمی کو قے آجائے، مگر ماں باپ کو ذرا بھی اس کا احساس نہیں ہوتا ہے، اور پھر ٹی وی میں جو بے حیائی کے مناظر بچے دیکھتے ہیں، انہیں کا وہ مظاہرہ کھلے عام سڑکوں پر کرتے نظر آتے ہیں، لڑکے اور لڑکیاں بیوی اور بہنیں، سب اس بے حیائی کی لعنت میں مبتلا سڑکوں پر اور عام راستوں پر نظر آتی ہیں، اور افسوس یہ ہے کہ اس بے حیائی اور شرمناک مظاہر کو ماں باپ اور گھر کے لوگ جدید تمدن اور ترقی یافتہ قوم کی علامت جان کر فخر میں مبتلا نظر آتے ہیں،

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے امن میں نہ رہے، (مسلم)

پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہوتے ہیں، ان کی رعایت بہت ضروری ہے آدمی کو اپنے پڑوسیوں سے محبت واخلاق کے ساتھ رہنے اور ان کو تکلیف نہ پہونچانے کی بڑی تاکید ہے، خواہ یہ پڑوسی مسلم ہو یا غیر مسلم، پڑوسی کو تکلیف پہونچانے کا عذاب یہ ہے کہ ایسا آدمی جنت میں جانے سے محروم رہے گا،

(۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جنت میں نہیں داخل ہوگے الا یہ کہ تم لوگ مومن ہو جاؤ، اور تمہارا ایمان (مکمل) نہیں ہوگا، الا یہ کہ تم لوگ آپس میں محبت سے نہ رہو، (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) کیا میں تم لوگوں کو وہ بات نہ بتلادوں جس کو تم برتو گے تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہوگی؟ تم لوگ اپنے درمیان سلام کو عام کرو، (مسلم)

مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ محبت کے ساتھ رہیں، اپنے دل کو کینہ کپٹ، بغض وحسد سے پاک رکھیں، آپسی محبت کس طرح پیدا ہوگی، اس کا بڑا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، سلام کو پھیلانا اور عام کرنا ہے، اور یہ تجربہ بار بار کا ہے کہ سلام کے ذریعہ بغض وحسد اور کینہ کپٹ دور ہو جاتا ہے، بلکہ ان برائیوں سے دل کو پاک صاف رکھنے کا یہی سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے مؤثر علاج ہے۔ جس کا جب جی چاہے اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے۔

(۴)......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جس آدمی نے اپنے بھائی کو یا کافر کہہ کر پکارا، تو یہ کفر دونوں میں سے ایک کو ہوگا، اگر واقعتاً وہ شخص کافر ہے تو جیسا ان نے کہا ایسا ہی ہوگا، ورنہ اس کہنے والے کی طرف وہ کفر لوٹے گا، (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو اگر وہ کفر کا مرتکب نہیں ہے تو کفر کے ساتھ متہم کرنا اور اس کو کافر کہہ کر پکارنا بڑے گناہ کی بات ہے، خود کہنے والے کو کفر

کا عذاب ہوگا یعنی اس کو کفر کرنے والے جیسے شخص کی سزا ہوگی، اور یہی حکم یا فاسق اور یا عاصی، یا سارق، یا زانی وغیرہ کا بھی ہے۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کے لئے اس طرح کے الفاظ سے مخاطب کرنا بڑے گناہ کی بات ہے۔

بعض لوگ ذرا ذرا سی بات پر کسی کو کافر کہہ دیتے ہیں اور بعض فرقوں نے تو اپنا مذہب ہی یہ بنا رکھا ہے، کہ دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کیا کریں، اس حدیث کی روشنی میں وہ اپنا انجام سوچ لیں، بریلوی حضرات تو اس میں مشہور ہی تھے اب غیر مقلدوں نے بھی یہی کام کرنا شروع کر دیا ہے ہر مقلدان کو مشرک اور اسلام سے خارج نظر آتا ہے، اور ہر تصوف والا ان کو گمراہ نظر آتا ہے۔

❀❀❀❀❀

(صفحہ ۴ کا بقیہ)

اس کے علاوہ اسپین، یونان، برطانیہ، فلپائن، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے عوام بھی آکیو پائے وال اسٹریٹ موومنٹ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی معاشی ناہمواریوں کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں۔

امریکہ میں معاشی ناہمواریوں کے خلاف سترہ ستمبر سے شروع ہونے والی مہم میں اب ہزاروں افراد شریک ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ امریکی سیاست، مالی نظام بدعنوانی اور لالچ کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ فلپائن میں بھی آکیو پائے وال اسٹریٹ موومنٹ کے حق میں ریلی نکالی گئی۔ جاپان میں بھی درجنوں افراد آکیو پائے ٹوکیو کے نام سے ریلی نکالی۔ ہفتہ کے روز کینیڈا، اسپین، یونان، برطانیہ، فلپائن، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے عوام کے ذریعے بھی اس سلسلے میں بڑے مظاہرے کیے گئے۔ آکیو پائے وال اسٹریٹ تحریک کا منصوبہ ہے وہ گلی گلی احتجاج کرتے ہوئے لندن کے راستے سڈنی سے الاسکا جائیں گے اور فرینکفرٹ واشنگٹن اور نیویارک کا بھی دورہ کریں گے۔

❀❀❀❀❀

چھٹی قسط

محدثین کی قوت حفظ تاریخ کی روشنی میں

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

سفیان بن سعید بن مسروق ثوری مشہور محدث جلیل القدر فقیہ اور امت کے ان اعیان علم اور اصحابِ کمال میں سے ہیں، جو اسلامی تاریخ کے لئے باعث فخر ہیں، ذہبی نے ان کو سید الحفاظ اور شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے، انہوں نے جن شیوخ حدیث سے کسبِ علم کیا ہے زیادہ تر وہ ہیں، جنہیں تابعیت کا شرف حاصل ہے اور ان سے روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، ابن وہب، امام وکیع، محمد بن حسن شیبانی، ابونعیم وغیرہ ہیں۔

محدثین کی ایک جماعت نے ان کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا ہے، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ سو محدثین سے حدیث لکھی ہے، مگر میں نے امام ثوری سے افضل کسی کو نہیں پایا مشہور محدث امام شعبہ جن کا حافظہ عالم آشکارا تھا اور جو اپنے زمانہ میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ شمار ہوتے تھے ان کا بیان ہے کہ سفیان مجھ سے بھی زیادہ حافظ ہیں، ورقاء کا بیان ہے کہ سفیان نے اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے قلب میں سفیان سے زیادہ مقدم کوئی دوسرا نہیں رہا، امام اوزاعی کا بیان ہے کہ امت میں اس وقت صرف سفیان ہی کی ذات گرامی ہے جس سے سب راضی ہیں، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

آپ علمی تبحر کے ساتھ ساتھ حد درجہ خاشع، متواضع، حق گو اور سلاطین سے کنارہ کش رہنے والے آدمی تھے، ابو جعفر نے لاکھ ان کو عہدۂ قضاء کی لالچ دلا کر ان کو

اپنے دامن فریب میں لینا چاہا، مگر امام سفیان نے اسکو ٹھکرا دیا، سلاطین اور امراء کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، ان سے عام لوگوں کی طرح بات کرتے تھے، اور ان کی غلطیوں پر بلا تکلف ان کو ٹوکتے تھے، اس سے کوئی چیز ان کے لئے مانع نہیں تھی نہ حکومت کا دبدبہ نہ خلیفہ کا جاہ وجلال۔ ایک دفعہ ابو جعفر کو معلوم ہوا کہ سفیان ثوری ان پر مسلسل تنقید کررہے ہیں تو اس نے ان کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے پر انعام مقرر کیا لیکن اللہ نے ان کو اس کے شر سے محفوظ رکھا، خلیفہ وقت کے ساتھ اسی اَن بَن کی وجہ سے آپ نے اخیر میں عمر کا بیشتر حصہ کوفہ سے باہر گزارا، کبھی مکہ میں رہے تو کبھی مدینہ میں اور کبھی بصرہ میں، بصرہ ہی میں انتقال بھی ہوا،

حفظ حدیث کی قوت آپ کو مبدأ فیاض کی طرف سے بے پایاں ارزانی ہوئی تھی یحییٰ قطان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو حافظہ والا نہیں پایا، عبد الرزاق صاحب مصنف خود سفیان سے ناقل ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل نے کسی چیز کو جب ایک دفعہ محفوظ کرلیا تو پھر اس نے خیانت نہیں کی۔ یعنی وہ دل میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی،

تیس ہزار حدیث کے حافظ تھے، آپ کا کہنا تھا کہ حدیث سے زیادہ نفع بخش کوئی چیز نہیں ہے نیز فرماتے تھے کہ عالم دین کا طبیب ہوتا ہے اور پیسہ دین کا مرض ہے جب طبیب مرض کو خود ہی اپنی طرف کھینچ کرلاوے گا تو دوسروں کا علاج کیا کرے گا۔

حافظ عماد الدین حنبلی صاحب شذرات فرماتے ہیں کہ سفیان کے مذہب کے پیرو چوتھی صدی ہجری تک پائے جاتے تھے، پھر ان کا وجود باقی نہیں رہا۔

یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ جن کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا گیا تھا وہ پنچانوے فیصد فقہی مسائل میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، اور ان کے بارے میں سیر کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حضرت امام اعظمؒ کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ کیا کرتے تھے، اور

لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب وہ کوئی مسئلہ بیان کرتے اور ان کو معلوم ہوتا کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول اس بارے میں دوسرا ہے تو حضرت امام اعظم کے قول کو اختیار کر لیتے اور اپنے قول سے رجوع فرما لیتے۔

(تذکرہ ج، تاریخ بغداد، شذرات)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر مشہور امام، عظیم المرتبت فقیہ، جلیل القدر محدث، اسلام کی ایک قابل فخر شخصیت ہیں، دنیائے اسلام کا ایک بڑا حصہ ان کے فقہ کا پیرو ہے اور ہر مسلمان کا قلب ان کی عظمت واحترام سے بھرا ہے، مدینہ میں ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ محترم اور ان سے بڑی شخصیت کوئی دوسری نہیں تھی۔

ان کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ یہ بھی ہے کہ بقول بعض یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تین سال رہے، لوگوں نے لکھا ہے کہ ان کے مشائخ کی تعداد نو، دس سو تک پہونچتی ہے، مشہور اساتذہ میں نافع مولیٰ ابن عمر، امام زہری، ربیعۃ الرئ، عروہ، سعید بن مسیب، قاسم، ابوسلمہ، حمید، سالم، نیز خود ان کے والد انس اور چچا سہیل ہیں۔

خصوصیت سے امام مالکؒ نے امام نافع اور امام زہری سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا، مؤطا میں ان دونوں سے روایت بہت زیادہ ہے، خاص طور پر نافع کی روایت بہت کثرت سے ہے، عام طور پر محدثین کا اتفاق ہے کہ سب سے عمدہ سند وہ ہے جس میں مالک عن نافع عن ابن عمر ہو اس سند کو محدثین سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

امام مالکؒ جس ماحول میں پیدا ہوئے، وہ علم وادب کا ماحول تھا خود ان کے والد اور چچا محدثین مدینہ میں سے تھے، مدینہ کی گلی گلی قال اللہ وقال الرسول کے آواز سے گونج رہی تھی، علماء، صلحاء، فقہاء، اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے شہر مدینہ آباد تھا، امام مالکؒ نے بچپن ہی سے مشائخ کی صحبت میں آنا جانا شروع کر دیا تھا، خود

ان کا بیان ہے کہ میں جب نافع کی مجلس میں جایا کرتا تھا اس وقت میں بالکل نوعمر تھا۔

ابتدائے عمر کا قصہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنی والدہ سے کہا کہ میں مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث لکھنا چاہتا ہوں، والدہ نے فرمایا کہ پہلے ربیعۃ الرئ کے پاس حاضری دو اور علم کے آداب سیکھو۔

مدینہ علم کی وہ بستی تھی، جہاں سے سفر کر کے کسی دوسری جگہ تحصیل علم کے لئے جانے کی ضرورت نہیں تھی، دور دور سے لوگ خود مدینہ کا سفر کرتے تھے، امام مالکؒ نے اسی وجہ سے کہیں کا طلبِ علم کی خاطر سفر نہیں کیا، ان کا تمام تر سرمایۂ علم حجازی اور مدنی ہے۔

آپ کی علمی جلالت، امامت فی العلم اور عظمتِ شان پر سب کا اتفاق ہے، فرماتے تھے کہ جب تک ستر مشائخ نے میرے علم کی گواہی نہ دے دی، میں نے فتویٰ نہیں دیا، سترہ سال کی عمر میں آپ نے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا اور اسی عمر میں آپ نے حلقہ درس بھی قائم کیا تھوڑی ہی مدت میں آپ کے علم کا شہرہ اقطار عالم میں پھیل گیا اور طلبائے حدیث کی سب سے بڑی تمنا آپ سے روایت کرنا بن گئی جس نے حدثنا عن مالک اپنی زبان سے نکالا اس کی قسمت پر لوگوں نے رشک کیا اور اس کی طرف نگاہیں اٹھیں اس مجلس میں طلبائے حدیث کا جمگھٹا لگ گیا، یہ مقبولیت محدثین و فقہا میں کم لوگوں کو حاصل ہوئی۔

آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے اور خاص بات یہ ہے کہ خود آپ کے اساتذہ نے آپ سے حدیث کی روایت کی، چنانچہ آپ کے مشائخ میں سے مندرجہ ذیل لوگوں نے آپ سے تلمذ حاصل کیا۔ امام زہری۔ یحییٰ بن سعید۔ ایوب سختیانی۔ موسیٰ بن عقبہ۔ ہشام بن عروہ۔ نافع بن فارسی۔ محمد بن عجلان۔ ابوالنصر سالم محمد بن ابی ذئب۔ ابن جریج۔ امام اعمش۔

ذہبی کا بیان ہے کہ حدث عنہ لایکادون یحصون یعنی آپ سے اتنے لوگوں نے حدیث روایت کی جن کا شمار دشوار ہے، خطیب نے ان کے تلامذہ کے

بارے میں ایک مستقل کتاب تالیف کی تھی جس میں تقریباً ایک ہزار تلامذہ کا ذکر ہے قاضی عیاض کے بیان کے مطابق تیرہ سو تلامذہ کا اس کتاب میں ذکر ہے، اور یہ وہ تلامذہ ہیں جو مشہور ہیں اور غیر مشہور کا اس میں ذکر نہیں ہے ذکرنا المشاھیر و ترکنا الکثیر قالہ الخطیب یعنی ہم نے بہتوں سے صرف نظر کر کے صرف مشاہیر کا ذکر کیا ہے۔

زرقانی کا بیان ہے کہ امام مالکؒ نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیث لکھی ہیں۔ مہدی کہا کرتے تھے کہ سفیان ثوریؒ حدیث کے امام ہیں، اور امام اوزاعیؒ امامِ سنت ہیں، اور امام مالکؒ حدیث اور سنت دونوں میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں، ابن صلاح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہاں سنت بدعت کے مقابل ہے اور ہوتا ہے کہ ایک شخص حدیث کا عالم ہوتا ہے مگر سنت کا عالم نہیں ہوتا۔

امام مالکؒ کو جو قبولیت عامہ حاصل تھی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کے دروازہ پر حدیث سننے والوں کا ازدہام رہا کرتا تھا، کثرت ازدہام کی وجہ سے امام مالکؒ کو دربان مقرر کرنے پڑتے تھے، امام مالکؒ کا دستور تھا کہ جب حدیث بیان کرنا ہوتا تو غسل کرتے، کپڑا بدلتے، عمامہ باندھتے، خوشبو کا استعمال کرتے، پھر نہایت وقار سکون واطمینان کے ساتھ حدیث بیان کرتے۔ بادشاہ تک ان کے حلقہ حدیث میں شامل ہوتے، لیکن اقلیم حدیث کا یہ تاجدار ان کے ساتھ بھی کوئی امتیازی برتاؤ نہ کرتا، درس حدیث میں لوگ نہایت سنجیدہ ہوتے اور حدیث کا جلال ایسا چھایا ہوا ہوتا کہ کسی کو حرکت کرنے کی بھی مجال نہ ہوتی، خود امام مالکؒ درس حدیث میں ہوتے تو نہایت درجہ پُرسکون ہوتے، آپ کے جسم میں بالکل حرکت نہیں ہوتی یہ سب حدیث کے احترام میں تھا، حدیث کا احترام آپ میں کس قدر تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک دفعہ درسِ حدیث میں آپ مشغول تھے کہ ایک بچھو آپ کے قمیص میں کسی طرح گھس گیا اور اس نے ڈنک مارنا شروع کیا لیکن انہوں اپنے جسم میں کسی طرح کی کوئی حرکت پیدا نہ ہونے دی اور نہ درس ہی موقوف کیا، بعد میں لوگوں نے دیکھا کہ

بچھو نے آپ کے جسم میں سولہ یا سترہ ڈنک مارے تھے۔

ساری زندگی آپ نے مدینہ میں بسر کردی، اس ارضِ مقدس کا احترام یہ تھا کہ آپ نے مدینہ میں رہ کر جوتا کبھی استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی شہر مدینہ میں آپ نے قضائے حاجت کی جب ضرورت ہوتی، مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے اور اس وجہ سے کہ آپ کو بار ہا بار حاجت پیش نہ آئے، آپ نے اپنی خوراک بہت کم بنا رکھی تھی، تین تین روز پر قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی لیکن اس کے باوجود بھی آپ فرماتے کہ مجھے اس کثرت سے قضائے حاجت پر شرم معلوم ہوتی ہے۔

ظاہری و باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اللہ نے آپ کو حافظہ کی قوت بھی بے پناہ دی تھی خود ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت زہری تشریف لائے، میں ربیعۃ کے ساتھ ان کی مجلس میں حاضر ہوا، انہوں نے ہم سے چالیس حدیثیں بیان کیں، پھر ہم دوسرے روز ان کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ تمہیں کل کی حدیثوں میں سے کتنی زبانی یاد ہیں؟ ربیعۃ نے کہا کہ آپ کی مجلس میں وہ شخص ہے جو آپ کی کل والی ساری حدیثوں کا زبانی بیان کردے گا، امام زہری نے پوچھا وہ کون ہے، تو ربیعۃ نے مجھے پیش کردیا، اور میں نے ان ساری حدیثوں کو ان کے سامنے پڑھ دیا، امام زہری کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ میرے سوا ان حدیثوں کو زبانی یاد رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اب لوگوں کا حافظہ خراب ہوگیا ہے، جس وقت میں محدثین کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا، تو ایک ہی روز میں ابن المسیب، عروہ، قاسم، ابوسلمہ، حمید سالم وغیرہم ایک جماعت کے پاس چکر لگاتا اور ہر ایک سے پچاس سے لیکر سو حدیث تک سنتا اور جب واپس ہوتا تو مجھے سب کی حدیثیں اس طرح محفوظ ہوتیں کہ ایک شیخ کی حدیث دوسرے سے ذرا بھی خلط ملط نہ ہونے پاتی۔

(تنبیہ) بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بھی کہا ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ سے تلمذ اختیار کیا، مگر یہ صحیح نہیں ہے، چنانچہ یافعی نے مرأۃ الجنان میں

تصریح کی ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف متعدد اہل سیر نے امام مالکؒ کو امام ابوحنیفہؒ کا شاگرد بتلایا ہے اور یہی اقرب الی الصواب ہے، میں نے اپنی عربی کتاب ''مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی اعلم الحدیث''[1] میں اس پر بحث کی ہے اس کو دیکھا ہے جائے، نیز مولانا عبدالرشید نعمانی نے اپنی بے نظیر کتاب ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' میں اس پر فیصلہ کن بحث کی ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

امام مالکؒ کے مزید حالات معلوم کرنے کے لئے تاریخ وسیر کی کتابوں میں امام مالکؒ کا ترجمہ پڑھنا چاہیے۔

(اس ترجمہ کا بیشتر حصہ مقدمہ اوجز المسالک سے ماخوذ ہے)

❀❀❀❀❀

(صفحہ ۶۱ کا بقیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر چلا تو ابوحمید ساعدیؓ نے فرمایا کہ میں تم سب میں حضور صلی اللہ کی نماز کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں پھر انہوں نے ان صحابہ کی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر ان کو دکھلایا تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اور کسی جگہ نہیں، یہ ان کے لئے نئی اور بہت مفید معلومات تھی،

اب کسی غیر مقلد کو حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ احناف کا عمل رفع یدین کے سلسلہ میں بخاری شریف کی حدیث پر نہیں ہے، میں نے ان سے کہا کہ عدم رفع یدین کی اس حدیث کی اہمیت بخاری شریف میں دوسری رفع یدین والی حدیث سے بہت زیادہ ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام کے درمیان پڑھی جانے والی نماز جس پر کسی صحابی نے کوئی نکیر نہیں کی، وہ آنحضور صلی اللہ علیہ کی وہ نماز تھی جو آپ کے معمول کے مطابق والی تھی، جبکہ دوسری احادیث میں بہت کلام کی گنجائش ہے۔

❀❀❀❀❀

---

[1] افسوس کہ میری یہ کتاب اور اسی موضوع پر میری دوسری کتاب امام اعظم اور علم حدیث ایک حادثہ میں طبع ہونے سے قبل ضائع ہوگئی، جس کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔

دسویں قسط

مولانا داؤد راز کی تشریح بخاری

محمد ابوبکر غازی پوری

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ "باب طلب الولد" یعنی اولاد کی طلب کا باب، اس باب کے تحت امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک غزوہ سے واپس ہو رہے تھے اور کچھ عجلت میں تھے، راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جلدی کی وجہ پوچھی تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول میری شادی ابھی ہوئی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو بیوی سے محض لذت کی خاطر صحبت مت کرنا بلکہ اولاد کی طلب بیوی سے صحبت کا مقصد ہونا چاہئے، بعض روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ دیکھو عقل کا استعمال کرنا، یعنی صرف لذت حاصل کرنا مقصود نہو بلکہ اولاد کی خواہش ہونی چاہئے، چنانچہ گھر پہونچ کر انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو بیوی سے نقل کیا تو بیوی نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے آپ اس پر عمل کریں میں حاضر ہوں، ابن خزیمہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت جابر نے فرمایا میں اس رات صبح تک بیوی کی صحبت میں رہا،

اب راز صاحب کی تشریح سنیے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے کہا کہ میں پوری رات بیوی سے جماع کرتا رہا، (ج ۷، ص ۲۴)

غور فرمائیں کہ بیوی کے ساتھ رات بھر رہنے کا یہ مطلب کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیوی سے رات بھر جماع کرتے رہے، یہ بالکل من گھڑت اور حضرت

جابر کی بات کی غلط ترجمانی ہے کہ نہیں؟ مگر راز صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ اس غلط بات کو صحابی رسول کی طرف سے منسوب کر کے اسلام دشمنوں کے لئے اسلام کے خلاف اور صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنے کا انہوں نے موقع فراہم کر دیا (راز صاحب کو یہ بھی معلوم نہو سکا کہ کسی آدمی کا اپنی بیوی سے رات بھر جماع کرنا ممکن بھیہے کہ نہیں؟ اگر کسی غیر مقلد میں دم خم ہے تو اپنی بیوی سے رات بھر جماع کر کے دکھلائے، ایک ہی دن میں ساری غیر مقلدیت ہوا ہو جائے گی)

جس عورت کا شوہر لا پتہ ہو جائے اور مدت دراز تک اس کی خبر نہ ہو پھر بعد میں وہ شوہر واپس آجائے اور اس کے غائب ہونے اور لا پتہ ہونے کی وجہ سے اس کی عورت نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا تو اب شرعی مسئلہ اس عورت اور اس کے پہلے شوہر کے لئے کیا ہے، اس بارے میں راز صاحب نے نواب وحید الزماں کے حوالے سے لکھا ہے،

اگر مفقود ولا پتہ شخص نے بلا عذر اپنا احوال مخفی رکھا تھا اور عورت کے لئے نان ونفقہ کا انتظام نہیں کر کے گیا تھا نہ جائداد کچھ چھوڑ کر گیا تھا تو قیاس یہ ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو دوسرے خاوند سے نہیں پھیر سکتا اور اگر عذر معقول ثابت ہو جس کی وجہ سے خبر نہیں بھیج سکا اور وہ اپنی زوجہ کے لئے نان ونفقہ کی جائداد چھوڑ کر گیا تھا تب اس کو اختیار ہونا چاہئے خواہ عورت پھیر لے خواہ مہر جو دیا ہو وہ دوسرے خاوند سے لے لے اور یہ قول جدید ہے اور اتفاق علماء کے خلاف ہے مگر مقتضائے انصاف ہے

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ راز صاحب نے اور وحید الزماں صاحب نے اپنی طرف سے ایک نئی بات گڑھی ہے جو بقول خود ان کے اتفاق علماء کے خلاف ہے، نہ اس کی کوئی دلیل کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں نہ اقوال صحابہ میں یہ محض غیر مقلد نواب صاحب کا قیاس ہے، اپنی اس گڑھی اور نئی بات کو خاں صاحب شریعت بنا کر پیش کر رہے ہیں اور اس کو انصاف کا تقاضا بتلا رہے ہیں، یعنی ان سے پہلے انصاف کے تقاضے والی یہ بات کسی کو نہ سوجھی نہ امام مالک کو نہ امام شافعی کو نہ امام

احمد کو اور نہ امام ابو حنیفہ کو نہ امام بخاری کو نہ امام مسلم کو نہ دور صحابہ و تابعین میں سے کسی کو سوجھی، سوجھی تو غیر مقلدوں کو سوجھی چودھویں صدی عیسوی میں۔

اور ذرا غیر مقلدین یہ بھی بتلائیں کہ آپ لوگ تو قیاس کو شیطان کا کام قرار دیتے ہیں، یہ خاں صاحب نے کیا کیا؟ اور داؤد راز صاحب نے اس قیاسی بات کو کیسے قبول کر لیا؟

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ غیر مقلدوں کے مذہب کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ اس کی کوئی مستحکم بنیاد ہے، یہ الٹ پھیریوں کی جماعت ہے، جدھر چاہا ادھر الٹ گئے اور جدھر چاہا ادھر پھر گئے، اور یہ ایسے بدبختوں کی جماعت ہے جو اپنے سامنے نہ کسی صحابی کو کوئی حیثیت دیتی ہے نہ کسی فقیہ اور محدث کو، یعنی اکابر اور اسلاف کے مقابل میں سینہ ٹھوک کر کھڑی رہتی ہے، اور یہ ایسے بے شرموں کی جماعت ہے کہ جس چیز کا وہ انکار کرتی ہے اور اسکو شیطان کا کام بتلاتی ہے جب خواہش نفسانی زوروں پر ہوتی ہے تو اسی بات کو اپنا دین وایمان بنالیتی ہے (مفقود الخبر کے بارے میں اگر آپ تفصیلی بحث ملاحظہ کرنا چاہیں تو یہ بحث میری کتاب ارمغان حق جلد ثالث میں ہے وہاں ملاحظہ کرلیں)

مولانا راز نے نواب وحید الزماں کے حوالہ سے محمد بن عبد الوھاب نجدی کے بارے میں لکھا ہے ''حضرت امام محمد بن عبد الوھاب تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلاتے تھے'' (ج:۷، ص:۶۸) اگر بات یہی ہے اور وہ ایسے ہی پاک وصاف اور توحید وسنت والے تھے تو پھر غیر مقلدین کے اکابر ان سے تبری کیوں اختیار کرتے ہیں اور ان کی طرف نسبت کرنے کو گالی سے بدتر کیوں سمجھتے ہیں، نواب صاحب اور راز صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا حافظ عبد اللہ محدث غازیپوری نے اپنی کتاب الکلام النباہ میں اور نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب ترجمان وہابیہ اور التاج المکلل میں اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے

اپنی کتاب مذہب اہلحدیث میں محمد بن عبدالوھاب کے بارے میں کیا لکھا ہے اور کس طرح اور کس زور وشور کے ساتھ ان سے اپنی برات کا اعلان کیا ہے، یہاں تک لکھا ہے کہ محمد بن عبدالوھاب کی طرف منسوب ہونے کو ہم اپنے لئے گالی سے بدتر جانتے ہیں حوالہ مطلوب ہوتو میری کتاب صورتنطق کواور وقفۃ مع معارضی شیخ الاسلام کوملاحظہ فرمائیں،

الٹ پھیریوں کی جماعت اسی قسم کی ہوتی ہے، جب چاہااور جدھر چاہاالٹ گئے دھوبی کا گدھانہ گھر کانہ گھاٹ کا، والا معاملہ غیر مقلدوں کا ہوتا ہے،

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت بھوک سے پریشان تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور حضرت ابو ہریرہ کواس حالت میں دیکھا تو ان کو اپنے گھر لے گئے، اوران کو پیٹ بھر کر دودھ پلایا، اس کی تشریح میں راز صاحب فرماتے ہیں،

اس حدیث سے یہ نکلا کہ پیٹ بھر کر کھانا پینا درست ہے کیونکہ ابو ہریرہ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا، پھر امام بخاری کی فقاہت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حدیث کی گہرائی میں جا کر مطلب نکالنا غایت کمال تھا جو اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوعطا کیا تھا (ج:۷،ص:۱۱۹)

مجھے یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اس حدیث کی گہرائی میں جائے بغیر ہر شخص اس حدیث سے معلوم کر سکتا ہے کہ جب اللہ کے رسول نے حضرت ابو ہریرہ کو پیٹ بھر دودھ پلایا، تو پیٹ بھر کھانا پینا جائز ہے، اس میں بخاری کا کمال کیا ہے؟ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ اس سے پہلے کی حدیث میں خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ان کے گھر والوں نے کبھی مسلسل تین روز تک کیوں کھانا نہیں کھایا، تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، داؤدراز صاحب کو پیٹ بھر کھانے والی حدیث تو یاد رہی اس سے پیٹ بھر کھانے کا ان کو جواز

بھی معلوم ہو گیا، مگر حدیث سے ان کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت بھی رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں نے مسلسل تین روز تک کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا، جی ہاں غیر مقلدین عشاق سنت رسول ایسے ہی ہوتے ہیں! پیٹ بھر کھانے والی حدیث کا چرچا کرتے ہیں اور بھوکا رہنے والی حدیث سے گونگے رہتے ہیں،

غیر مقلدین کے علماء گھوڑے کے گوشت کی حلت کے قائل ہیں راز صاحب کا بھی یہی مذہب ہے، راز صاحب مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری سے نقل کرتے ہیں،

''حلت کے دلائل تو یہ واضح ہو جانے کے بعد تعامل امت کی طرف التفات بے معنیٰ اور لغو کام ہے، (ج:۷، ص:۲۰۰)

بلا شبہ یہ بہت قیمتی کلام اور بڑا جاندار وعظ ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ غیر مقلدین صرف وعظ کہتے ہیں، عمل نہیں کرتے ہیں، میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا کہ کسی غیر مقلد نے گھوڑے کا گوشت استعمال کیا ہو، یعنی جس چیز کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا تھا غیر مقلدین اس کو عملاً حرام کئے ہوئے ہیں، کوئی ذرا ان سے پوچھے کہ گھوڑے کی قربانی جائز ہے کہ نہیں اگر جائز ہے تو آپ لوگ گھوڑے کی قربانی کیوں نہیں کرتے؟ اگر کسی غیر مقلد نے گھوڑے کی قربانی کبھی کی ہو تو اس کا نام و پتہ بھی بتلایا جائے، اگر آپ کے نزدیک گھوڑے کی قربانی جائز نہیں ہے تو اس کے ناجائز ہونے کی دلیل سے آگاہ کیا جائے، بینوا توجروا

راز صاحب فرماتے ہیں کہ حرمت متعہ کے متعلق امت کا اجماع ہے

(ج:۷، ص:۲۰۱)

مگر آپ کے نواب وحید الزماں صاحب حیدر آبادی جن کی تحقیقات سے آپ نے اپنی اس کتاب کو بھر رکھا ہے کیا کیا فرماتے ہیں، آپ کو معلوم ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ حرمت متعہ کا انکار کرنا جائز نہیں ہے دیکھو ان کی کتاب ھدیۃ المھدی (ص:۱۱۸)

راز صاحب فرمائیں کہ جو شخص ایسی بات کو جائز قرار دے اور جس کا ثبوت بخاری شریف کی حدیث میں ہو اور جس کی حرمت پر امت کا اجماع ہو اس کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے ذرا جرأت کر کے عدل وانصاف سے کام لیکر آپ اپنے فتوی اور ایسے شخص کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں،

بخاری شریف کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک گدھے کا گوشت حلال تھا اس کی تشریح میں داؤد راز صاحب فرماتے ہیں کہ شاید ابن عباس کو ان احادیث کا علم نہ رہا ہو جن سے گدھے کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن عباس نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا ہو (ص:۲۰۳)

چونکہ غیر مقلدوں کو گدھے کا گوشت نہیں کھانا تھا اس وجہ سے گدھے کی حلت والی حدیث جو بخاری شریف میں ہے، اس کی تاویل میں لگ گئے اور یہ کہا کہ حضرت ابن عباس کو ان احادیث کا علم نہیں رہا ہوگا، جن سے گدھے کی حرمت ثابت ہوتی ہے، یا بعد میں اپنے اس قول سے رجوع کرلیا ہوگا، اور طلاق کا مسئلہ چونکہ ان کی خواہش کے مطابق تھا اس وجہ سے تمام اہل سنت اور جمہور کے خلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث کا سہارا لیکر تین طلاق کو ایک طلاق کہنے کو اپنا دین اور مذہب بنالیا، اور اپنی مطلقہ عورتوں کو اور ان کے شوہروں کو زنا میں مبتلا کیا، اس مسئلہ میں ان کو سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت ابن عباس کو ناسخ حدیثوں کا علم نہیں رہا ہوگا یا بعد میں اپنے سابق فتوی سے رجوع کرلیا ہوگا، جبکہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعد میں حضرت ابن عباس کا قول طلاق کے بارے میں وہی ہوگیا تھا جس کے قائل جمہور ہیں اس طلاق کے مسئلہ میں کسی حنفی کا نہیں بلکہ شارح بخاری شریف حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ذرا غیر مقلدین اگر ان کا کان کھلا ہو تو غور سے سن لیں، حافظ صاحب فرماتے ہیں،

فالراجح فی الموضعین تحریم المتعة وایقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی عهد عمر علی ذالک ولایحفظ ان احداً فی عهد عمر خالفه فی واحدة منهما وقددل اجماعهم علی ذلک علی وجود ناسخ وان کان خفی عن بعضهم قبل ذالک حتی ظهر لجمیعهم فی عهد عمر فالمخالف بعد هذاالاجماع منابذله و الجمهور علی عدم اعتبار من احدث الا ختلاف بعد الاتفاق ، فتح الباری (ج:۷ ، ص: ۳۶۵)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ متعہ اور طلاق کے مسئلہ میں ،متعہ کی حرمت اور تین طلاق کے واقع ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجماع تھا اور کسی ایک صحابی سے یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے اس اجماع کی مخالفت کی ہو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کی وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا وہ منسوخ ہے اور اس کے منسوخ ہونے کا علم لوگوں کو حضرت عمر کے زمانہ میں ہو گیا تھا ، اب جو اس اجماع کی مخالفت کرتا ہے وہ اجماع کا اور جمہور صحابہ کا مخالف ہے ، اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اتفاق کے بعد جو اختلاف پیدا کرے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ،

اب راز صاحب فرمائیں کہ حافظ ابن حجر کے متعلق وہ کیا فرماتے ہیں؟ غیر مقلدین کا گروہ بھی عجیب گروہ ہے کہ متعہ کی حرمت پر حضرت عمر کے زمانہ میں جو اجماع منعقد ہوا اس کا تو وہ اعتبار کرتے ہیں مگر طلاق کے بارے میں جو اجماع ہوا اس کا انکار کرتے ہیں۔

قسط پنجم

فضائل ابوحنیفہ

مسائل کا جواب دینے میں حضرت ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی

حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہم مسائل میں اختلاف کرتے تھے پھر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہونچ کران مسائل کو ان کے سامنے رکھتے تو امام ابوحنیفہ ان کا جواب اس طرح دیتے جیسے ان مسائل کے جوابات ان کی آستین میں رکھے ہوئے ہیں اور وہ اس سے نکال نکال کر ہم کو جواب بتلا رہے ہیں،

وہ چند اصول جن پر حضرت امام ابوحنیفہ نے اپنے فقہ کی بنیاد رکھی ہے

حضرت ابوعصمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات ہمیں پہونچے تو وہ سر اور آنکھوں پر اور جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے پہونچے تو ہم ان اصحاب میں جس کا قول چاہیں وہ اختیار کریں گے اور ان کے علاوہ سے اگر کوئی بات پہونچے تو وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی (یعنی ہم پر ان کے اقوال کے مطابق فتویٰ دینا لازم نہیں ہے جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا ہے ہم بھی اجتہاد کریں گے)

یحیٰؒ بن خریس فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ میں پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں پھر سنت رسول اللہ کو لیتا ہوں، پھر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں سے جس کو چاہتا ہوں لیتا ہوں ان کے قول سے باہر نہیں ہوتا ہوں، اور اگر بات ابراہیم، شعبی، حسن بصری، ابن سیرین اور عطا بن رباح اور سعید بن جبیر کی ہو تو

میں بھی انہیں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا تو وہ ہم سے فرماتے کہ دیکھو اس بارے میں تم لوگوں کے پاس کتنے آثار ہیں، پس ہم ان آثار کو ذکر کرتے جو ہمیں محفوظ ہوتے پھر حضرت امام ابوحنیفہ جو ان کے پاس آثار ہوتے ان کو ذکر کرتے، پھر غور کرتے، پھر جس مسئلہ میں اکثر آثار ہوتے تو اس کو اختیار کرتے اور اگر برابر ہوتے یا قریب قریب ہوتے تو جو انہیں پسند ہوتا اس کو اختیار کرتے۔

حضرت عبداللہؒ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ بہت زیادہ علم کو حاصل کرنے والے تھے اللہ کی حرام کردہ چیزیں حلال کی جائیں اس سے بہت زیادہ منع کرنے والے تھے، وہ صحیح احادیث جن کو ثقات راوی روایت کرتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری عمل ہوتا اور جس پر علماء کوفہ کو پاتے اس کو لیتے۔ اس کے باوجود بھی کچھ لوگوں نے ان کی برائی کی ہے، ہم اللہ سے اس کی مغفرت چاہتے ہیں ہم اللہ سے اس کی مغفرت چاہتے ہیں۔ (سفیان ثوری نے دوبار استغفار کیا)

حضرت ابو کامل حنفی فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام اعمشؒ نے کہا کہ تمہارے امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کو کیوں چھوڑ دیا حضرت ابن مسعود کا قول تھا کہ بیع الامۃ طلاقہا، یعنی باندی کے بیچ دینے سے اس کو طلاق ہو جاتی ہے، تو میں نے جواب میں عرض کیا کہ آپ ہی کی بیان کی ہوئی حدیث کی وجہ سے آپ نے ابراہیم سے اور انہوں نے اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے بریرہ کے مالک سے اس کو خریدا وہ شادی شدہ تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو اپنے شوہر کے پاس رہو اور اگر چاہو تو اپنے بارے میں خود فیصلہ کرو، تو انہوں نے شوہر سے علیحدگی کو پسند کیا، اگر نکاح باقی نہ رہتا تو

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ کو یہ اختیار نہ دیتے ،تو حضرت امام اعمش نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ نے بڑا لطیف استدلال کیا ہے۔

عبدالرزاق صاحب مصنف فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اگر کوئی کسی کو زخمی کردے تو اس کا تاوان کیا ہوگا؟ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ حاکم کرے گا۔ بعض لوگوں نے اس فیصلہ کو سن کر اس کا رد کیا اور تاوان کا فتوٰی دیا، تو امام ابوحنیفہ بار بار یہی کہتے رہے کہ اس کا فیصلہ حاکم ہی کے ہاتھ میں ہے خود کوئی اس کا تاوان مقرر نہیں کرسکتا اس وجہ سے زخم ایک جیسے نہیں ہوتے بعض شدید ہوتا ہے اور بعض خفیف، بعض کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور بعض کی کم اور بعض کا تاوان زیادہ ہوتا ہے اور بعض زخموں کا تاوان کم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زخموں کو دیکھ کر حاکم فیصلہ کرے گا کہ کس زخم کا تاوان کتنا ہوگا، لیکن فیصلہ وہ آدمی کرے گا جو فیصلہ کرنا جانتا ہو اور جو صاحب علم ہو اور علماء کے مختلف اقوال کو جانتا ہو، اگر فیصلہ کرنے والا ان صفات کا حامل نہیں ہے تو اسے نہ فیصلہ کرنے کا حق ہے اور نہ اسے اجتہاد کرنے کا حق ہے۔

محمد بن شجاع اسماعیل بن حماد حضرت امام ابوحنیفہ کے پوتے سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے جو مسائل اختیار کئے ہیں وہ ہماری رائے ہے، کسی کو ہم مجبور نہیں کرتے کہ وہ ہمارے ہی مسائل کو اختیار کرے، اگر ہمارے قول سے بہتر کوئی قول ہے تو اسے ہمارے سامنے پیش کرے،

یوسف سمتی حضرت امام ابوحنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ خلیفہ جعفر منصور کے پاس گئے، دربار میں عیسٰی بن موسٰی بھی تھا، جعفر نے عیسٰی کی طرف رخ کیا تو عیسٰی نے کہا کہ ہذا عالم الدنیا، یہ شخص اس وقت دنیا کا عالم ہے، تو جعفر نے حضرت ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: نعمان تم نے علم کس سے حاصل کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: عمر بن خطاب سے علی ابی طالب سے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہم) سے، تو امام ابوحنیفہ کی بات سن کر جعفر نے کہا، **ھناک العلم، ھناک**

العلم، علم کی جگہ تو وہی ہے، علم کی جگہ تو وہی ہے۔

سوید بن نصر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ان کی رائے مت کہو، ان کی رائے تو حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی علماء کے ساتھ مجالستہ اوران علماء کا امام ابوحنیفہ کا اکرام کرنا اوران کا امام سے علم حاصل کرنا

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام اعمش کے پاس بیٹھے تھے، مجلس میں امام ابوحنیفہ بھی تھے، امام اعمش سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو امام اعمشؒ نے حضرت ابوحنیفہؒ سے کہا کہ تم فتویٰ دو، امام ابوحنیفہ نے مسئلہ بتلا دیا تو امام اعمش نے کہا کہ یہ فتویٰ تم نے کہاں سے دیا؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے جس کو آپ ہی نے ہم سے بیان کی ہے، تو امام اعمش نے امام صاحب کو مخاطب کرکے اور خوش ہوکر کے کہا **انتم الاطباء و نحن الصیادلة** یعنی تم فقہاء تو طبیب ہو اور ہم محدثین پنساری ہیں۔

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں سلیمان بن حماد کے پاس جاتا تھا اوران سے مسند حدیثوں کے بارے میں پوچھا کرتا تھا تو میرا ان کے پاس آنا ان پر بار ہوتا تھا، مگر جب ابوحنیفہ ان کی مجلس میں پہونچتے تو وہ خوش ہوکر فرماتے وہ آیا وہ آیا۔

عبداللہ بن داؤد خریبی فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعمش نے حج کا ارادہ کیا تو شاگردوں سے فرمایا یہاں کون ہے جو ابوحنیفہ کے پاس جائے اوران سے میرے لئے حج کے مناسک لکھا کر لائے۔

یوسف بن عمرو عبدالعزیز دراوردی ابن ابی سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان دونوں سے میں نے کہا کہ میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کو مسجد نبوی میں علمی مذاکرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، ان میں سے کوئی اگر کسی قول پر جم جاتا تو دوسرا بغیر کسی شدت اور بلا منہ بگاڑے اور بغیر دوسرے کے قول کو غلط کہے خاموش ہوجاتا، پوری

رات اس طرح کا دونوں کے درمیان مذاکرہ رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور دونوں اماموں نے صبح کی نماز اسی مجلس میں پڑھی۔

حضرت حماد بن زید مشہور محدث فرماتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن دینار کی کنیت معلوم نہیں تھی، ہم نے اس کو امام ابوحنیفہ سے جانا، ہم مسجد حرام میں تھے کہ حضرت ابوحنیفہ بھی عمرو بن دینار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ عمرو سے کہیں کہ ہم سے حدیث بیان کریں، تو امام ابوحنیفہ نے کہایا محمد حدثهم، یعنی اے محمد ان سے حدیث بیان کرو، امام ابوحنیفہ نے محمد کہا ابومحمد نہیں کہا۔

عبدالرزاق بن ہمام فرماتے ہیں کہ مجھ سے معمر نے کہا کہ تم امام ابوحنیفہ سے سوال کرو، یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ معمر بہت سے مسائل میں اپنی رائے سے کہا کرتے تھے وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ لوگ ان مسائل میں ان کی موافقت کرتے ہیں یا مخالفت،

حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو میں ایوب سختیانی کے پاس ان سے رخصت ہونے کے لئے آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تمہاری ملاقات ابوحنیفہ سے ہو تو ان سے میرا سلام کہنا،

حماد بن زید کے لڑکے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کی جریر بن عبدالحمید نے ایک شیخ کے بارے میں مخالفت کی تو والد نے حضرت امام ابوحنیفہ سے پوچھا تو انہوں نے میرے والد کی تائید کی۔

محمد بن شجاع کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن داؤد الخریبی کی مجلس میں تھے، ان سے حدیث سن رہے تھے اس مجلس میں ایک اور صاحب تھے جو ہم سے قدیم تھے انہوں نے خریبی سے میت کے غسل کے بارے میں کچھ باتوں کو پوچھنا شروع کیا، خریبی اس کا جواب دیتے رہے، دوران کلام ایک دفعہ عبداللہ بن داؤد نے کہا کہ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے، تو ان صاحب نے ابوحنیفہ کا قول سن کر کچھ منہ بنایا، تو عبداللہ ان

صاحب سے منہ پھیر لیا اور ان کو بہت حقیر جانا اور عبد اللہ ابوحنیفہ کے مسائل ذکر کرتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے، پھر اس آدمی سے کہا جو ان سے مسئلہ پوچھ رہا تھا، کہا کہ تو کیا جانے کہ ابوحنیفہ کی مجلس میں کیسے کیسے لوگ شریک ہوا کرتے تھے، فلاں شریک ہوتا تھا اور فلاں شریک ہوتا تھا، حتیٰ کہ داؤد طائی جیسے لوگ ان کی مجلس میں ہوتے تھے دسیوں آدمی کا انہوں نے ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ ان شریک ہونے والوں میں سے ہر ایک ایسا تھا کہ اگر سارے زمین والوں کے ساتھ ان کو تولا جائے تو میرا خیال ہے اسی ایک کا پلہ بھاری ہوگا۔

علی بن مسہر کہتے ہیں کہ ہم سفیان ثوری کے پاس جاتے اور ان سے مسائل دریافت کرتے تو ان مسائل میں ان کا جواب امام ابوحنیفہ کے فتویٰ سے الگ ہوتا، تب ہم ان کو بتلاتے کہ ابوحنیفہ کا قول ان مسائل میں یہ ہے، پھر جب ہم دوبارہ سفیان کے پاس جاتے اور انہیں مسائل کے بارے میں پوچھتے تو ان کا جواب ابوحنیفہ کے فتویٰ کے مطابق ہوتا، ہم امام ابوحنیفہ سے ان کا ذکر کرتے تو وہ فرماتے کہ سفیان سے علم حاصل کرو اور ان سے فقہ سیکھتے رہو، ایک دفعہ ہم نے سفیان ثوری سے پوچھا کہ کیا سفر میں بیوی کی بہن کا محرم اس کا شوہر ہوسکتا ہے، تو انہوں نے کہا کہ ہاں وہ محرم ہوسکتا ہے۔ تو ہم نے اس کا ذکر امام ابوحنیفہ سے کیا تو انہوں نے (از راہ مذاق) کہا کہ ان صاحب کے قول کے مطابق اگر کسی کی چار بیویاں ہوں تو وہ شخص آدم کی تمام لڑکیوں کا محرم ہوگا، [1]

محمد بن سلیمان کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن زکریا نے فرمایا، امام ابوحنیفہ کے فضل اور علم میں برتری اس کو معلوم ہے، جس نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی بات سنی ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو کہتے ہوئے سنا کہ

---

[1] حسن ابن ابی مالک فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ سفیان ثوری مجھ سے زیادہ ابوحنیفہ کے فتاویٰ پر چلنے والے ہیں۔

خدا کی قسم جب بھی امام ابوحنیفہ کا کوئی قول اچھا دیکھتا ہوں تو اسی کو لیتا ہوں، اور ایک دفعہ یوں فرماتے ہوئے قطان کو سنا کہ وہ کہہ رہے تھے، خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں بہت سی مرتبہ ہم کو امام ابوحنیفہ کا قول اچھا لگا تو ہم نے اس کو اختیار کیا۔

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ ضبی نے کہا کہ اے جریر کیا تم ابوحنیفہ کے پاس نہیں جاتے ہو؟ ابراہیم بن بشار سفیان بن عیینہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں مسجد میں امام ابوحنیفہ کے حلقہ کے پاس سے گزرا ان کے شاگرد زور زور سے بحث ومباحثہ کررہے تھے میں ان سے کہا کہ ابوحنیفہ کیا آپ ان کو مسجد میں آواز بلند کرنے سے نہیں روکتے؟ تو انہوں نے کہا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کو فقہ کا علم اسی طرح سے آئے گا۔ عبداللہ بن مغیرہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں تین باتوں کی خواہش کی جاتی تھی، امام ابوحنیفہ کے فقہ کی، سفیان ثوری کے حفظ حدیث کی اور مسعر بن کدام کے ورع اور تقویٰ کی۔

خارجہ کا بیان ہے کہ عبیداللہ بن عمر نے ابوحنیفہ سے نبیذ کے بارے میں سوال کیا (یعنی کہ آپ اس کو کیسے جائز رکھتے ہیں) تو انہوں نے جواب دیا کیا ہمارا عمل آپ کے دادا (حضرت عمرؓ) کے فتویٰ پر ہے، ان کا فتویٰ تھا کہ جب نبیذ میں شدت پیدا ہو جائے تو پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کردو۔

امام ابوحنیفہ کا علماء سے سوال و جواب

علی بن مسہر کہتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ کے پاس تھے تو ان کی خدمت میں عبداللہ بن مبارک خراسانی علماء کی ہیت بنائے حاضر ہوئے انہوں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی ہانڈی آگ پر رکھی تھی، ایک چڑیا آئی اور اس میں گری اور مرگئی، (اس ہانڈی میں جو چیز ہے اس کا کیا حکم ہے) امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اس کے بارے میں تمہارے پاس جو آثار ہیں ان کو ذکر کرو، تو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان کا قول تھا کہ شوربا بہا دیا جائے گا اور گوشت کو دھو کر کے کھالیا جائے گا، تو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ہم بھی

یہی کہتے ہیں مگر ایک شرط کے ساتھ، اور وہ شرط یہ ہے کہ اگر چڑیا ایسی حالت میں گری ہے کہ شوربا کھولتا نہیں تھا تب تو یہی مسئلہ ہے لیکن اگر وہ شوربا کے کھولنے کی حالت میں گر کر مری ہے تو اب نہ شوربا پیا جائے گا اور نہ گوشت کھایا جائے گا، تو ابن مبارک نے پوچھا کہ ابوحنیفہ ایسا کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ شوربا کے کھولنے کی حالت میں مردار کا اثر گوشت میں بھی پہونچ جائے گا، اور اگر شوربا کھولتا نہ ہوگا تو گوشت میں اس کا اثر نہیں پہونچے گا، امام صاحب کی یہ بات سن کر ابن مبارک نے فرمایا کہ ھذا زرین یعنی یہ تو بڑا سنہرا کلام ہے۔

ابوسعید خوارزمی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مشہور محدث حضرت قتادہ کوفہ آئے اور انہوں نے ایک مجلس میں کہا کہ مجھ سے جو چاہو سوال کرو، میں کتاب وسنت سے سب کا جواب دوں گا، حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے استاذ حماد بن سلیمان بھی اسی مجلس میں تھے، حضرت حماد نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا اٹھو اور ان سے سوال کرو، تو امام ابوحنیفہ سب سے پیچھے کھڑے ہوئے اور پہلا سوال کیا کہ ایک عورت کا شوہر غائب تھا عورت کو اس کے مرنے کی اطلاع ملی اس نے دوسرے آدمی سے نکاح کرلیا، پھر اس کا پہلا شوہر واپس آیا اور اس نے عورت سے کہا کہ کم بخت تو نے میری زندگی ہی میں دوسری شادی کرلی؟ اور دوسرے نے کہا کہ کم بخت تو نے شوہر کی موجودگی میں مجھ سے شادی کرلی؟ اب اس بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ قتادہ نے کہا کہ میں اس کا جواب نہیں دوں گا اور نہ کسی اور فقہی سوال کا جواب دوں گا، مجھ سے تفسیر کے بارے میں سوال کرو، تو امام ابوحنیفہ نے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، **قال الذی عنده علم من الکتاب انا اٰتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک،** تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم معلوم تھا (اس کے ذریعہ اس نے بلقیس کا تخت اٹھوالیا تھا) تو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ اسم اعظم جاننے والے تھے (مگر اس طرح کا کرشمہ آپ سے صادر نہیں ہوا) تو حضرت قتادہ نے کہا مجھ سے تفسیر کے بارے میں بھی کچھ مت پوچھو کچھ اور سوال کرو، تو امام ابوحنیفہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مومن ہیں؟ تو انہوں نے

کہا کہ اس کی امید تو ہے، تو امام صاحب نے ان سے کہا کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ (امید تو ہے یعنی یقین کے ساتھ کیوں نہیں کہتے کہ میں مومن ہوں) تو حضرت قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے پیش نظر، **والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین،** تو حضرت امام ابوحنیفہ نے ان سے کہا قرآن میں حضرت ابراہیم کے بارے میں یہ بھی تو ہے، **اولم تومن قال بلیٰ** کہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا تو حضرت ابراہیم نے کہا کیوں نہیں، آپ نے حضرت ابراہیم کے اس جواب کو کیوں نہیں سامنے رکھا، تو حضرت قتادہ نے لاجواب ہوکر کہا کہ میں تم لوگوں کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا، تو حضرت امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ٹھیک ہے اب ہم آپ سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ (کوفہ کے قاضی) نے کہا کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی والدہ کی باندی سے وطی کی ہے، ابن ابی لیلیٰ نے اس سے چار دفعہ یہ بات پوچھی کہ کیا تو نے اس سے وطی کی ہے تو اس نے وطی کا اقرار کیا، پھر ابن لیلیٰ نے اس کو زنا کی حد لگوائی شہر بدر کر دیا، جب امام ابوحنیفہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اس آدمی نے زنا کا اقرار نہیں کیا تھا اس پر حد زنا لگانا غلط تھا، اس لئے کہ اس آدمی نے وطی کا اقرار کیا تھا، اور ماں کی لونڈی سے وطی کرنا حلال بھی ہوتا ہے اور حرام بھی ہوتا ہے، تو اس آدمی نے وطی کا اقرار کیا تھا نہ کہ زنا کرنے کا،

حضرت امام محمد بن الحسن فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو بغداد بلایا گیا، جب ان کے بغداد آنے کی خبر مشہور ہوئی تو وہاں ان کے شاگرد اکٹھا ہوئے، امام زفر، امام ابو یوسف اور اسد بن غرو، اور ایک مسئلہ کو خوب مدلل کر کے تیار کیا اور سب نے کہا کہ جب امام ابوحنیفہ بغداد آئیں گے تو سب سے پہلے اسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ دیکھا جائے وہ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرتے ہیں، چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہ کی مجلس میں سب سے پہلے اسی مسئلہ کو رکھا گیا تو امام نے جو انہوں نے اس کا جواب سوچ رکھا تھا اس کے خلاف جواب دیا، تو حلقہ

کے چاروں طرف سے شور مچا کہ ابوحنیفہ مسافرت نے آپ کی عقل کو کمزور کردیا ہے اور کم فہم بنادیا ہے، تو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ٹھہرو ٹھہرو اپنی دلیلیں پیش کرو، انہوں نے جب اپنے دلائل پیش کئے تو امام صاحب نے سب دلائل کو کمزور ثابت کردیا اور ظاہر کیا کہ ان کا قول غلط ہے، امام صاحب کے دلائل سن کر سب نے امام صاحب کی بات کو قبول کرلیا، تب امام صاحب نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگوں نے اب صحیح بات جان لی؟ تو سب نے کہا کہ ہاں، ہم ہی غلط پر تھے، تب امام صاحب نے ان سے کہا کہ اب تم اس آدمی کے بارے میں کیا کہو گے جو یہ کہے کہ درست بات تم ہی لوگوں کی تھی؟ تو لوگوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا تو امام صاحب نے پھر ان سے بحث شروع کی اور اپنے قول کو کمزور ثابت کیا اور ان کی بات کو دلائل سے حق ثابت کیا تب وہ لوگ چیخ پڑے کہ آپ نے ہمارے ساتھ نا انصافی کی ہماری صحیح بات کو غلط ثابت کیا تو امام صاحب نے کہا کہ اگر اس بات کو بھی کوئی غلط ثابت کر کے یہ کہے کہ حق تیسری بات ہے تو تم کیا کہو گے، تو لوگوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا تو پھر امام صاحب نے ان سے گفتگو کی اور پہلے والے دونوں قولوں کو ضعیف اور غلط قرار دے کر ایک تیسرے قول کو حق اور صواب ثابت کیا یہاں تک سب نے اس تیسرے قول کو حق مان لیا، تب لوگوں نے امام صاحب سے کہا کہ حضرت ہمیں آپ اب صحیح بات بتلادیں، تو امام صاحب نے کہا کہ سب سے صحیح اور قوی قول پہلا ہے جس کو تم لوگوں نے اختیار کیا تھا، البتہ یہ مسئلہ جو تم لوگوں نے پیش کیا ہے وہ ان تین وجہوں سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اور ہر قول کی دلیل ہے اور دین میں اس کی اصل ہے۔ اب جو سب سے صحیح بات ہے اس کو اختیار کرو اور بقیہ کو چھوڑ دو،

ولید بن حماد کوفی نے اپنے چچا سے پوچھا کہ آپ نے تو امام زفر اور امام ابو یوسف کو حضرت امام ابوحنیفہ کی مجلس میں دیکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو امام صاحب کی مجلس میں دیکھا ہے میں نے ان سے پوچھا کہ امام صاحب کی مجلس میں ان کا کیا حال رہا کرتا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ ان دونوں کا حال دو چھوٹی چڑیوں کا ہوا کرتا تھا جن پر کوئی باز ٹوٹ پڑا ہو،

غیر مقلدین صحیح وصریح احادیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں
ان سوالوں کا جواب دیں

مکرمی حضرت والا دامت برکاتہم

السلا علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور والا غیر مقلدین ہم لوگوں سے طرح طرح کے سوالات کر کے ہم عوام الناس کو پریشان کرتے ہیں، اور جب ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم عوام لوگ ہیں ، دینی مسئلوں میں ہم بات کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں، ہمارے علماء موجود ہیں ان کے پاس چلو تو اس کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں، آپ سے گذارش ہے کہ چند سولات آپ لکھدیں کہ ہم ان سے بھی کچھ پوچھ سکیں، امید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں۔

شمیم عالم پورنوری بہار

زمزم!

غیر مقدین کی یہ عام عادت سی ہوگئی ہے کہ فقہ حنفی سے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے جاہل اور کم پڑھے لکھے لوگوں سے سوالات کیا کرتے ہیں، ان کا مقصد صرف فتنہ اور شر پھیلانا ہوتا ہے، وہ اہل علم سے بات کرنے سے بھاگتے ہیں، ان کا بڑے سے بڑا عالم بھی اس کی ہمت نہیں کرتا ہے۔

آپ حضرات غیر مقلدین سے ملنا جلنا بند کردیں ان سے صرف اتنا کہیں کہ کوئی سوال کرنا ہو تو ہمارے علماء موجود ہیں ان سے سوال کرو، خود جواب دینے کی ہر گز کوشش نہ کریں۔

لیجئے شب قدر کی مناسبت سے ستائیس سوالات حاضر ہیں آپ لوگ ان کے عوام سے نہیں ان کے علماء سے ان سوالات کے جوبات حاصل کریں، اور اپنے

ساتھ ٹیپ بھی ضرور رکھیں تاکہ ان کے جوابات محفوظ رہیں۔

(۱)......ان سے پوچھیں کہ آپ لوگوں کا کلمہ توحید کیا ہے؟ اور اس کا ثبوت بخاری مسلم میں یا صحاح ستہ کی کس کتاب میں ہے؟

(۲)......ان سے پوچھیں کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنے کی کوئی صحیح صریح حدیث پیش کرو، اور یہ کہ وضو میں بسم اللہ، الرحمٰن، رحیم پورا پڑھا جائے گا یا آدھا؟

(۳)......آپ ان سے پوچھو کہ پوری دنیائے اسلام میں رمضان میں تہجد کی نماز کو تراویح کہنے والا اور رمضان کے زمانہ میں تہجد پڑھنے سے منع کرنے والا اہل سنت و جماعت میں سے کون رہا ہے؟

(۴)......آپ ان سے پوچھو کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تہجد اور تراویح الگ الگ نماز تھی یا وہ تہجد ہی کو تراویح کہتے تھے؟ اور کیا امام بخاریؒ تراویح عشاء بعد ادا کر کے پھر تہجد نہیں پڑھتے تھے؟ اس بارے میں تمہارا مذہب اور امام بخاری کا مذہب ایک ہے یا الگ، صحیح حدیث کے مطابق غیر مقلدوں کا مذہب ہے یا امام بخاری کا؟

(۵)......آپ ان سے پوچھیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی حدیث بخاری و مسلم یا صحاح ستہ کی کسی کتاب سے ثابت کرو؟۔

(۶)......آپ ان سے پوچھیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث بخاری و مسلم یا صحاح ستہ کس کتاب میں ہے اور یہ حدیث جس کتاب میں ہے وہ صحیح ہے یا ضعیف، تمہارے علماء کی تحقیق تو یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے، (دیکھو صلاۃ الرسول محقق ص: ۲۸

(۷)......آپ کی عورتیں زور سے آمین کہتی ہیں یا آہستہ اپنی عورتوں کی آمین کے لئے اگر وہ زور سے کہتی ہیں تو اس کی صحیح حدیث پیش کرو اور اگر وہ آہستہ کہتی ہیں تو اس کی صحیح حدیث پیش کرو؟

(۸)......آپ ان سے پوچھیں کہ آپ کی نماز والی کتاب صلوٰۃ الرسول میں لکھا ہے کہ ''جب آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو آمین آہستہ کہیں'' یہ مسئلہ کس صحیح حدیث کی

روشنی میں ہے بخاری ومسلم یا صحاح ستہ کی کسی حدیث سے ثابت کریں؟

(۹)......آپ ان سے سوال کریں کہ بخاری شریف میں باب سنۃ الجلوس فی التشہد کے تحت حدیث نمبر ۸۲۸ میں ہے کہ حضرت ابوحمید الساعدی نے چند صحابہ کرام کے سامنے یہ کہا کہ میں تم لوگوں سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی نماز کو محفوظ رکھنے والا ہوں، پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھلائی تو صرف ایک جگہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا آخر بخاری شریف کی اس صحیح حدیث پر غیر مقلدین کا عمل کیوں نہیں ہے؟ یا ابوحمید الساعدی کی یہ حدیث ضعف اور نا قابل عمل ہے؟

(۱۰)......آپ ان سے پوچھیں کہ صحابہ کرام کے قول وفعل کو نہ ماننے والے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل نہ کرنے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے کہ نہیں؟

(۱۱)......آپ ان سے پوچھیں کہ ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے کہ نا جائز؟ اگر نا جائز ہے تو ان محدثین کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جن کی کتابوں میں سیکڑوں ضعیف احادیث ہیں خود امام بخاری کی کتابوں میں خصوصاً الادب المفرد میں دوسو سے زیادہ ضعیف احادیث ہیں حضرت امام بخاری کا ان ضعیف احادیث کا ذکر کرنا جائز تھا یا نا جائز؟

(۱۲)......آپ ان سے پوچھیں کہ ''صلوٰۃ الرسول'' کتاب میں چوراسی سے زیادہ ضعیف احایث ہیں اس کتاب کے مصنف حکیم صادق نے کسی ایک حدیث کے ضعف کو بیان نہیں کیا ان کا یہ عمل جائز تھا کہ نا جائز انہوں نے حرام کام کیا یا حلال، انہوں نے اپنے عوام کو دھوکا دیا یا نہیں؟

(۱۳)......ان سے پوچھیں کہ اس کتاب کی روشنی میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ وہ نمازیں صحیح ہوئی ہیں یا غلط ان کا دہرانا تمہارے مذہب میں واجب ہے یا نہیں؟

(۱۴)......ان سے آپ پوچھیں کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو چھاپا پھیلایا ان کے بارے میں غیر مقلدین مفتیوں کا فتویٰ کیا ہے انہوں نے حرام کام کیا یا حلال؟ اپنے عوام کو دین پر لگایا یا گمراہی کے راستہ پر ڈالا؟

(۱۵)......آپ ان سے پوچھیں کہ صحاح ستہ کی کونسی ایسی کتاب ہے جس میں ضعیف احادیث نہ ہوں؟

(۱۶)......آپ ان سے پوچھیں کہ تمہارے علماء نے نماز پر بہت سی کتابیں لکھیں ہیں کوئی ایک کتاب ایسی بتلاؤ جس میں ضعیف احادیث نہ ہوں صرف صحیح حدیث کی روشنی میں اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہو؟

(۱۷)......آپ ان سے پوچھیں کہ بخاری شریف کی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کس نے سب سے پہلے کہا ہے؟ کیا بخاری شریف کی تصنیف کے بعد چار پانچ صدیوں تک کسی محدث نے بخاری شریف کے بارے میں یہ بات کہی تھی؟

(۱۸)......آپ ان سے پوچھیں کہ اگر گناہ کبیرہ کرنے والا بلاتوبہ مر جائے تو تمہارا مذہب کیا ہے اور امام بخاری کا مذہب تمہارے مذہب کے مطابق ہے یا اس کے خلاف، تمہارا مذہب حق ہے یا امام بخاری کا؟

(۱۹)......نجاست کو تھوک کے ذریعہ پاک کیا جاسکتا ہے یا نہیں تمہارا مذہب اور امام بخاری کا اس بارے میں جو مذہب ہے صحیح حدیث کے روشنی میں واضح کرو۔

(۲۰)......آپ ان سے پوچھیں کہ جو شخص بیوی سے صحبت کرے اور اسے انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں اس بارے میں تمہارا مذہب اور امام بخاری کا مذہب ایک ہے یا الگ الگ اور کون سا مذہب حق ہے تمہارا یا امام بخاری کا؟

(۲۱)......آپ ان سے پوچھیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا قدم رکھنا ہے یا بایاں حدیث رسول کی روشنی میں واضح کرو؟

(۲۲)......بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل کبھی نہیں چھوڑتے تھے آپ کا مذہب اس بارے میں کیا ہے؟

(۲۳)......آپ ان سے معلوم کریں کہ اقامت اور اذان کے دوران غیر مقلدین کے مذہب میں ہنسنا جائز ہے کہ ناجائز صحیح اور صریح احادیث کی روشنی میں اپنا مسلک واضح کرو؟ (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

بخاری شریف کی بعض احادیث پر عمل کرنے میں دقت اور دشواریاں

<u>محمد ابوبکر غازی پوری</u>

اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب مایذ کرفی الفخذ کے تحت تین صحابہ کرام سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ران شرم گاہ ہے، اس روایت کو نقل کرنے والے حضرت ابن عباس، حضرت جرہد اور حضرت محمد بن جحش ہیں۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کی ہے جو اس کے خلاف ہے، اور وہ روایت یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو کھولا، جس سے معلوم ہوا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

پھر امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت انس والی روایت سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے، اور جن تینوں صحابہ کرام نے ران کو شرم گاہ بتلایا ہے اس پر عمل کرنے میں احتیاط زیادہ ہے۔

اب آدمی کیا کرے، صحیح سند والی روایت پر عمل کرے اور ران کو شرم گاہ نہ سمجھے یا ضعیف روایت پر عمل کرے (ان تینوں صحابہ کرام کی تینوں سندیں ضعیف ہیں) اور ران کو شرم گاہ ہونے کا قول اختیار کرے امام بخاری کا مذہب اول معلوم ہوتا ہے،

اگر کوئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کردے کہ حضرت ران یا تو شرم گاہ ہوگی یا شرم گاہ نہ ہوگی، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ران شرم گاہ بھی ہو اور شرم گاہ نہ بھی ہو، آپ نے تو دونوں طرح کی روایت کو ذکر کر کے مسئلے کو الجھا دیا، اگر صرف آپ حضرت انس والی روایت ذکر کرتے جو آپ کے نزدیک صحیح تھی تو معلوم ہو جاتا کہ ران شرم گاہ نہیں

ہے، یا پھر صرف ضعیف حدیث ذکر کرتے تو معلوم ہوجاتا کہ ران شرم گاہ ہے، اور یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ آپ کے یہاں ضعیف حدیث بھی قابل حجت اور قابل استدلال ہوتی ہے۔

ایک سوال یہاں یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پوری ران کھول کر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی کہ نہیں ؟ غیر مقلدین سے اس کا جواب حاصل کیا جائے اس صحیح سند والی حدیث پر کسی غیر مقلد عالم نے یا ان کے جاہل نے عمل کیا ہے؟ اگر نہیں کیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا صحیح حدیث پر عمل نہ کرنا اور اس کو مسلسل چھوڑے رکھنا غیر مقلدین کے مذہب میں جائز ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناتوں سے تعوذ

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں (فتح مکہ کے موقع پر) داخل ہوئے تو جناتوں نے آپ کا استقبال شعلوں سے کیا، ان شعلوں سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مار رہے تھے۔ تو جبریل امین نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ان سے پناہ مانگیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ذریعہ جناتوں سے پناہ چاہی۔

اعوذ بکلمات الله التامات التی لا یجاوزهن بر ولا فاجر من شر ما نزل من السماء وما یعرج فیها ومن شرما بث فی الارض وما یخرج منها ومن شر اللیل والنهارِ ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن.

مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۹۰ ج ۲۰

انکار حدیث کا دروازہ کس نے کھولا؟

مکرمی حضرت مولانا زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اب کی دفعہ کے زمزم میں فضائل ابوحنیفہ والا مضمون بہت خوب ہے، اگر یہ قسطیں مسلسل چلیں تو یہ مضمون کتاب یا رسالہ کی شکل میں چھپ جائے تو بہتر ہے، سو نسخے انشاء اللہ میں خریدلوں گا۔

دوؤدراز کی تشریح بخاری والا مضمون بہت دلچسپ ہے، کیسے کیسے حقائق کھل رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے، آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ خود مجھے بہت سے شبہات تھے مگر آپ کی تحریر نے ہماری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا، اور امام اعظم سے ہماری عقیدت ومحبت کو بہت پختہ کردیا، راز صاحب نے اپنی تشریح کی جلد چہارم میں ایک جگہ لکھا ہے۔

انصاف کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو فتنہ انکار حدیث کے بانی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احادیث نبویہ کو ظنیات کے درجہ میں رکھکر ان کی اہمیت کو گرادیا......اللہ ان فقہاء پر رحم کرے جو اس تخفیف حدیث کے مرتکب ہوئے جنہوں نے فتنہ انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا (ص:۱۵۵، ج:۴) براہ کرم آپ اس کی ذرا تشریح کردیں اور ہم کو حقیقت سے واقف کرائیں،

عبدالقیوم انصاری

گورکھ ناتھ- گورکھپور

زمزم! فضائل ابوحنیفہ والا مضمون ابھی کئی قسطوں میں چلے گا،

میرا ابھی ارادہ ہے کہ اس کو رسالہ کی شکل میں لاؤں گا اللہ تعالیٰ توفیق دے اور اسباب مہیا کردے، آپ نے راز صاحب کی جو عبارت نقل کی ہے، اس سے ان

کی جہالت عیاں ہے، اولا تو بالا تفاق احادیث متواترہ کے علاوہ اور احادیث کا درجہ ظنیات ہی کا ہے، اس پر جمہور علماء اور ائمہ شریعت کا اتفاق ہے، قطعیت کا درجہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلام کو حاصل ہے، یا احادیث متواترہ کو، اگر راز صاحب کے کلام میں کچھ دم ہے تو کوئی غیر مقلد (چونکہ راز صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے) کسی معتد بہ عالم کی شہادت سے ثابت کرے کہ ہر صحیح حدیث قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوتی ہے، کسی بھی کتاب میں یہ بات آپ کو نظر نہیں آئے گی، اگر وہ کہیں آپ کو نظر آجائے تو ہمیں بھی اطلاع کریں، جن کا جہل اتنا عام ہو اس بیچارے کو شوق ہوا ہے کہ وہ بخاری کی احادیث کی تشریح کرے، چونکہ راز صاحب انتہائی متعصب اور احناف اور فقہائے احناف سے جلے بھنے عالم تھے اس لئے وہ اس طرح کی جہالت کی باتیں کرتے تھے،

رہا یہ کہ انکار حدیث کا دروازہ کیسے کھلا اور فتنہ انکار حدیث کا بانی مبانی کون ہوا ہے، تو جنکی اس فتنہ پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس فتنہ کا دروازہ غیر مقلدیت کی وجہ سے کھلا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس فتنہ کے جتنے روح رواں رہے ہیں، سب غیر مقلد تھے، کوئی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی نہیں تھا، اپنے فرقہ کے اس عیب کو چھپانے کیلئے راز صاحب جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں اور جاہلوں جیسی بات کر رہے ہیں، کیا راز صاحب کو معلوم نہیں کہ ''میں کیوں منکر حدیث ہوا''، اس رسالہ کا مصنف عبداللہ چکڑالوی ہے، جس نے اپنا نام اس رسالہ میں ''حق گو'' رکھا ہے وہ غیر مقلد تھا، مشہور منکر حدیث اسلم جیر جیپوری غیر مقلد تھا، نیاز فتح پوری منکر حدیث غیر مقلد تھا، دو قرآن کا مصنف غلام برق غیر مقلد تھا پاکستان میں جتنے منکر حدیث پیدا ہوئے سب غیر مقلد تھے، سر سید احمد خاں بھی منکرین حدیث میں سے شمار ہوتے ہیں وہ بھی غیر مقلد تھے برصغیر میں جتنے بھی جدید وقدیم منکرین حدیث ہوئے سب غیر مقلد تھے ایک بھی نہ حنفی تھا اور نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی یہ سب غیر مقلد تھے، البانی صاحب نے سیکڑوں حدیث کا انکار کیا ہے اور صحاحِ ستہ کا ستیاناس کر کے رکھدیا ہے۔ یہ صاحب بھی بہت

بڑے غیر مقلد تھے۔

راز صاحب اگر اپنی بات میں سچے ہیں تو کسی ایک حنفی کا نام پیش کریں جو انکار حدیث کے فتنہ کا باعث بنا ہو یا اس فتنہ میں اس کا کوئی کردار رہا ہو، راز صاحب کو چاند پر تھوکنے کی عادت ہے چاہے اس سے اپنا ہی منہ کیوں نہ گندہ ہوتا ہو، راز صاحب کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

راز صاحب کو ضرور معلوم ہوگا کہ احناف کے نزدیک تو ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہوتی ہے، اور احناف ضعیف اور مرسل احادیث کو بھی قابل حجت اور قابل عمل سمجھتے ہیں، احناف تو صحابہ کے اقوال کو قبول کرتے ہیں، جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام کے اقوال حجت نہیں ہیں، ضعیف حدیث (اگر اپنی مرضی کے خلاف ہو) حجت نہیں، مرسل روایات حجت نہیں، ان تمام روایتوں کا غیر مقلدین انکار کرتے ہیں، اور پھر بھی انکار حدیث کے الزام سے راز صاحب جیسے بد باطن اور کور باطن اور غیر مقلدیت کے نشہ سے بدمست اور تعصب سے بھرے لوگ احناف کو اور فقہائے احناف کو متہم کرتے ہیں اور انکار حدیث کا دروازہ کھولنے والا قرار دیتے ہیں، تف ہے ایسے تعصب پر اور تف ہے ایسے جہالت پر،

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ احناف تو ضعیف احادیث اور مرسل احادیث کو بھی قبول کرتے ہیں جبکہ غیر مقلدین صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی صحیح حدیث ہے، مگر غیر مقلدین بخاری کی اس صحیح حدیث کو نہیں مانتے، مسلم شریف کی روایت قرأت خلف الامام والی واذا قرء فانصتوا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، صحیح ہے مگر کوئی غیر مقلد اس کو نہیں مانتا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم رفع یدین کی حدیث بالکل صحیح حدیث مگر غیر مقلدین اس روایت پر عمل کرنے کو تیار نہیں، مثالیں بہت ہیں مگر اس موقع سے یہ باتیں کافی ہیں۔

مختصر سوالات کے مختصر جوابات

مکرمی، حضرت مولانا غازیپوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) حضرت والا کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تھا تو گرگٹان نام کا جانور آگ میں پھونک مار رہا تھا، اس وجہ سے اس کو مارے جانے کا حکم ہے اس کی کیا حقیقت ہے براہ کرم مطلع کریں،

محمد ارشد الہ باد

زمزم! اس کا ذکر حدیث میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا، ان سے پوچھا گیا کہ یہ گڑا ہوا نیزہ یہاں کیوں گھر میں ہے تو انہوں نے کہا کہ اس سے ہم گرگٹان کو مارتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین پر پائے جانے والے سارے جانور تو ان سے آگ بجھا رہے تھے مگر گرگٹان پھونک مار کر آگ کو بڑھا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم گرگٹان کو قتل کردیا کریں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابن ماجہ اور مسند بن حنبل میں ہے دیکھو فتح الباری، (ص:۳۵۳-۳۵۴، ج:۶)

(۲) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کب سے کہاں جانے لگا ہے؟

زمزم! اس کا صحیح علم مجھے نہیں ہے، شاید اس کا اطلاق سب سے پہلے مقدمہ ابن الصلاح میں کیا گیا ہے، یا اس کے شارح علامہ عراقی نے التقیید والایضاح مقدمہ ابن الصلاح کی شرح میں کیا ہے، مگر اس کا یقین ہے کہ یہ اصطلاح بعد کی پیداوار ہے، حضرت امام بخاری کے زمانہ میں یا اس کے بعد کئی صدیوں تک اس

اصطلاح کا وجود نہیں ملتا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جیسا کہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے) مؤطا امام مالک کو بقیہ کتابوں پر مقدم رکھتے تھے، حضرت امام بخاری کی کتاب، اصح الصحیح کی احادیث پر محدثین نے نقد مؤاخذہ بھی کیا ہے اور بہت سے روایتوں کو مجروح بھی قرار دیا، مگر حضرت امام مالک کی کتاب مؤطا پر اس طرح کا کوئی مواخذہ نہیں ہے، نہ اس کتاب کے رواۃ پر کوئی مستند جرح ہے۔

حافظ ابن الصلاح کی مسلم شریف کی شرح ہے۔ اس کے مقدمہ میں انہوں نے لکھا ہے۔

بخاری و مسلم کی انہیں احادیث کی صحت کے بارے میں اجماع ہے جن پر حفاظ حدیث نے نقد نہیں کیا، اور وہ احادیث جن پر ان کی جانب سے نقد ہوا ہے، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں، مقدمہ فتح الباری (۳۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بخاری شریف کی ساری احادیث متفق علیہا نہیں ہیں اور نہ وہ اصح الکتب میں شامل ہیں، اور بخاری شریف کی وہ احادیث جن پر حفاظ حدیث نے خصوصاً امام دارقطنی نے نقد کیا ہے، ان کی تعداد حافظ ابن حجر کے شمار کے مطابق ایکسو دس ہے (دیکھو مقدمہ)

❀❀❀

مکرمی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا بعض حضرات کے خواب ہیں کہ انہوں نے فلاں کو خواب میں سزا دی تو سزا کا اثر اس شخص پر اس کے پیدا ہونے پر بھی دیکھا گیا، کیا اس طرح کی بات ہو سکتی ہے، براہ کرم مطلع فرمائیں۔

والسلام عبدالقیوم قاسمی، مہاراشٹر

زمزم! علامہ ابن قیم کی کتاب الروح نامی ایک بہت مشہور کتاب ہے اس

میں اس طرح کے متعدد واقعات ہیں ، مثلاً ایک رافضی شخص تھا وہ حضرت ابوبکراور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا، اس رافضی کے پڑوس میں ایک سنی مسلمان رہتا تھا، اس کو اس رافضی خبیث کی اس حرکت سے تکلیف ہوا کرتی تھی ایک روز اس سنی مسلمان نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رافضی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو قتل کردو، تو اس آدمی نے خواب ہی میں اس کو لٹا کر چھرا سے اس کا گلا کاٹ کر مار ڈالا ، جب اس نے اس کے گلے پر چھرا چلایا تو اس کی آنکھ کھل گئی تو اس نے اس رافضی کے گھر سے رونے پیٹنے کی آواز سنی تو معلوم ہوا کہ ابھی اس کی موت ہوگئی ہے، وہ سنی مسلمان اس کے گھر گیا اور میت کو دیکھا تو اس کے گلے پر اس جگہ چھرا کا نشان تھا جس جگہ چھرا رکھ کر اس نے اس کو خواب میں ذبح کیا تھا اس طرح کے واقعات ایک دو نہیں بہت ہیں۔

❀❀❀

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا

آج کل دیکھا جاتا ہے کہ لوگ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی پر بیٹھنا اور اس پر نماز پڑھنا ثابت ہے؟ برائے کرم ہماری تسلی فرمائیں۔

مرتضیٰ حسین چمپارنی، بہار

زمزم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی پر بیٹھنا تو ثابت ہے، مسلم شریف کی روایت ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو رفاعہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، میں نے آپ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ایک مسافر آدمی آیا ہے وہ اپنے دین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ

نہیں جانتا کہ دین کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ چھوڑ دیا اور میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے پاس آگئے، آپ کے لئے ایک کرسی لائی گئی آپ اس پر بیٹھے، پھر آپ مجھے تعلیم فرمانے لگے، پھر آپ خطبہ کے لئے تشریف لے گئے اور اس کو پورا کیا، (مسلم مع النووی ص ۳۸۷)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی پر بیٹھنا ثابت ہوا تو حالت عذر میں اس پر نماز پڑھنا بھی جائز ہوا۔

❀❀❀❀❀

(صفحہ ۳۵ کا بقیہ)

(۲۴)......آپ ان سے پوچھیں کہ جب ان کا آدمی تنہا نماز پڑھے گا تو جہری وسری نماز میں آہستہ آمین کہے گا یا زور سے صحیح حدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیں؟

(۲۵)......آپ ان سے پوچھیں کہ حالت رکوع میں اگر امام کو مقتدی پائے تو سورہ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟ اور وہ رکعت شمار ہوگی یا نہیں صریح احادیث کی روشنی میں غیر مقلدین اپنا اور امام بخاری کا مذہب واضح فرمائیں۔

(۲۶)......غیر مقلدین ان محدثین کرام کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں جو کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے، وہ اہل حق میں سے تھے یا اہل باطل، انہوں نے اپنے امام کی تقلید کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کیا یا حق کا راستہ اختیار کیا؟

(۲۷)......حضرت اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں غیر مقلدین کیا کہتے ہیں کہ، وہ مجتہد، فقیہ اور تابعی تھے کہ نہیں؟ ان کا مذہب کتاب وسنت والا تھا یا نہیں؟ چاروں ائمہ کا مذہب حق ہے یا باطل صاف جواب دیں۔

ان سوالات کو غیر مقلدوں کے سامنے رکھیں ان کا جواب دینے میں ان کے بڑے سے بڑے عالم کو پسینہ آجائے گا اور حق بات منہ سے نکالنے کے لئے گونگے ہوجائیں گے۔

❀❀❀❀❀

محمد اجمل مفتاحی

فرض نماز میں نابالغ لڑکے کو امام بنانا درست ہے؟

حضرت مولانا غازیپوری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا کیا بچے کو امام بنانا شرعاً درست ہے، اس بارے میں اہلحدیث حضرات کا کیا مذہب ہے؟ براہ کرم مطلع فرمائیں،

والسلام عبدالرحمٰن قاسمی میرٹھ، شہر

زمزم! مسئلہ پوچھنے کے لئے نفس سوال کو مختصر عبارت میں لکھنا بہتر ہوتا ہے آپ کا سوال میں نے دوسطر میں کر دیا اور آپ نے آدھا صفحہ میں اس سوال کو لکھا تھا، نیز مبالغہ آرائی سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، زمزم کے ذریعہ جو خدمت انجام پا رہی ہے یہ محض اللہ کی توفیق ہے،

نابالغ بچے کی امامت کے بارے میں فتاوی نذیریہ میں لکھا ہے۔

نابالغ لڑکے کو امام بنانا خواہ فرض ہو یا نفل جیسے تراویح درست ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں آگیا ہے کہ عمرو بن سلمہ جو سات برس کے تھے وہ امامت کرتے تھے ،(ج ۱،ص ۴۰۷)

اور نواب صاحب بھوپالی کے لڑکے نام سے عرف الجاوی جو کتاب ہے اس میں لکھا ہے،

وصحیح است امامت طفل نابالغ ونیست است دلیل براعتبار بلوغ وعدالت درامامت (ص ۳۷)

یعنی نابالغ کی امامت درست ہے اور امام ہونے کے لئے بالغ ہونے یا فاسق نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب یہ رہا کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب از روئے کتاب وسنت صحیح ہے یا غلط تو

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ مذہب جمہور امت کے خلاف ہے حنفیہ کی بات تو غیر مقلدین سننے کو تیار نہیں ہوتے ہیں اس لئے امام اہل سنت امام احمد بن حنبل کا مذہب سن لیجئے، حنبلی مذہب کی مشہور کتاب المغنی میں ہے، **ولم یصح ائتمام البالغ بالصبی فی الفرض نص علیه احمد** ، یعنی بالغ آدمی کا فرض نماز میں بچے کی اقتداء کرنا درست نہیں ہے حضرت امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور ابن قدامہ لکھتے ہیں **وھو قول ابن مسعود وابن عباس وبه قال عطا ومجاھد والشعبی ومالک والثوری والاوزاعی وابو حنیفة** یعنی یہی قول حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی ہے اور اسی کے قائل تابعین میں سے حضرت عطا اور حضرت مجاہد اور حضرت امام شعبی بھی ہیں اور یہی مذہب امام مالک ، امام ثوری ، امام اوزاعی ، اور امام ابو حنیفہ کا بھی ہے ، یعنی غیر مقلدوں نے اکھٹے اتنے لوگوں کے خلاف اپنا مذہب بنایا ہے بلکہ ان کا یہ مذہب جمہور صحابہ تابعین اور جمہور امت کے خلاف ہے،

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پھر خلفائے راشدین کے زمانہ میں پھر کل دور صحابہ میں اس کی کوئی سوائے عمرو بن مسلمہ والی حدیث کے اور کوئی دوسری مثال نہیں ملتی،

غیر مقلدین نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو امام احمد ضعیف بتلاتے ہیں، کبھی یہ کہتے کہ **دعه لیس بشیئی** کہ چھوڑو یہ کوئی چیز نہیں ہے کبھی کہتے کہ **لاادری ای شیئی ھذا** یعنی میں نہیں جانتا کہ یہ حدیث کیا چیز ہے، یعنی امام احمد کے نزدیک یہ حدیث قطعاً لائق التفات اور لائق احتجاج نہیں، اور اس حدیث کے لائق احتجاج نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بھی ہے،

وکنت اذاسجدت خرجت استی یعنی عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں جب سجدہ کرتا تھا تو میری پیچھے کی شرم گاہ کھل جاتی تھی، یعنی وہ اتنے چھوٹے تھے

کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ تھا کہ شرم گاہ کا کھلنا بھی کوئی عیب ہے، ابن قدامہ فرماتے ہیں، **وھذا غیر سائغ** یعنی اس طرح کا نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز نہیں ہے،

اور عجیب تر بات تو یہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات کو اس بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یا آپ کی کوئی سنت نہیں ملی ان کو کوئی دلیل ملی تو ایک نابالغ صحابی کا عمل ملا جس کی عمر اس وقت صرف سات سال تھی، حالانکہ ان کا اصول تو بڑے بڑے صحابہ اور خلفائے راشدین کے بارے میں یہ ہے کہ صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہوسکتی، اور قول صحابی حجت نباشد یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا ہے (ص:۳۸ عرف الجاوی)

میاں نذیر حسین صاحب نے فتاوی نذیریہ میں صاف صاف حضرت علی کے بارے میں کہا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ جمعہ کے لئے مصر جامع شرط ہے ان کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا ہے جمعہ کے روز اذان عثمانی کا غیر مقلدین اسی دلیل سے انکار کرتے ہیں اب آپ غور فرمائیں کہ جب خلفائے راشدین تک کا عمل اور ان کا قول غیر مقلدین کے نزدیک قابل احتجاج نہیں تو ایک نابالغ لڑکے کا عمل کیسے ان کے نزدیک قابل احتجاج ہوگیا، اور اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے فرض نماز میں نابالغ کی امامت کو جس پر ابھی نماز ہی نہیں فرض ہوئی ہے کیسے جائز رکھا؟

حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ **لان الامامة حال الکمال والصبی لیس من اھل الکمال**، (ج ا ص ۲۲۸) یعنی امامت کی صفت یہ ہے کہ آدمی دین وعقل کے اعتبار سے کامل ہو چکا ہو اور بچہ اس درجہ کمال پر نہیں ہوتا ہے، پھر فرماتے ہیں **فلا یؤم الرجال کالمرأة**، پس جس طرح عورت مردوں کی امام نہیں ہوسکتی، اسی طرح بچہ بھی مردوں کی امامت نہیں کرسکتا،

میں نے خاص طور پر مغنی ابن قدامہ سے حوالے نقل کئے ہیں تا کہ غیر مقلدوں کو چوں چرا کی گنجائش نہ رہے، یہ حنبلی مذہب کی بہت مشہور اور قابل اعتبار کتاب ہے

،اب اخیر میں ایک بات یہ کہنی ہے کہ اگر کوئی غیر مقلد اس بارے میں چوں چرا کرے اس سے مندرجہ ذیل باتوں کو ضرور پوچھ لیں،

(۱)......کیا عمرو بن سلمہ والی حدیث صحیح ہے؟

(۲)......پورے دور صحابہ وتابعین میں کتنے نابالغ بچوں نے فرض نماز میں امامت کی ہے؟

(۳)......حضرت عمرو بن سلمہ جو امامت کررہے تھے تو اس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا؟ اور کیا آپ نے اس کو جائز ٹھہرایا تھا؟ اگر ہوا تھا اور آپ نے اس کا علم ہونے کے باوجود اس کو جائز رکھا تھا، تو اس کے ثبوت کی کون سی صریح وصحیح حدیث ہے؟

(۴)......جب سے غیر مقلدین کا وجود ہوا ہے ان کی کتنی مساجد میں نابالغ بچوں نے فرض نماز میں امامت کی ہے؟

(۵)......اگر عمرو بن سلمہ والی حدیث قابل عمل ہے اور نابالغ کی امامت فرض نمازوں میں بلا کراہت جائز بلکہ سنت ہے تو اس حدیث رسول کو اجماعی طریقہ پر عملاً غیر مقلدوں نے کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ ان سوالوں سے غیر مقلدین کے اس مذہب کی کہ فرض نماز میں نابالغ کی امامت جائز ہے آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ (۱)

---

(۱) غیر مقلدین کا مذہب کیا ہے کیا نہیں ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرنا بہت دشوار ہے، یہاں آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء بچے کی امامت کو فرض نماز میں بھی جائز کہتے ہیں، اور مولانا داؤد راز صاحب اپنی تشریح بخاری میں بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں،

یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ شرعی واجبات انسان پر اس کے بالغ ہونے ہی پر نافذ ہوتے ہیں (ج ۴، ص ۱۵۱)

اور اسی صفحہ پر فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ پندرہ سال عمر ہونے پر بچے پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں یہ ارشاد بھی راز صاحب کا ایک حدیث کی تشریح کے بارے میں ہے،

غرض راز صاحب نے اپنے مذہب کو بخاری شریف کی دو دو حدیث کی رو سے خود باطل قرار دے دیا۔

''الٰہی تیرے معصوم بندے کدھر جائیں''

قسط دوم

نماز نبوی پر ایک طائرانہ نظر

محمد ابوبکر غازی پوری

اس مضمون کی پہلی قسط میں آپ نے معلوم کیا ہے کہ آج تک غیر مقلدوں کے کسی عالم کے قلم سے نماز جیسی اہم عبادت کے موضوع پر ایک کتاب بھی صحیح احادیث کی روشنی میں نہیں لکھی جا سکی، تو غیر مقلدین کی جماعت میں ایک ڈاکٹر صاحب پیدا ہوئے انہوں نے چند دوستوں کی مشترکہ کوشش سے ایک نئی کتاب تیار کی جس کا انہوں نے ''نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں'' نام رکھا ہے، یہ کتاب چار پانچ آدمیوں نے مل کر تیار کی ہے جو پہلے پاکستان میں چھپی، اور اب اس کی اشاعت صلوٰۃ الرسول مصنفہ حکیم صادق سیالکوٹی کی جگہ پر تقسیم کی جارہی ہے، اس کتاب کے مقدمہ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ نماز کے موضوع پر صحیح احادیث کی روشنی میں اس کو مرتب کیا گیا ہے، اس کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ بہت سی کتابوں کو سامنے رکھ کر اس کو تیار کیا گیا ہے۔ خود مرتب اور مرتبین کی اپنی کاوش بہت کم نظر آتی ہے۔ اور اندازہ یہ بھی لگتا ہے کہ اس کتاب کو مرتب کرنے والے، یا مرتب کرنے والوں کو شریعت کے علم کی ہوا بھی نہیں لگی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اس کتاب میں مطلقاً مکروہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ مکروہ ایسا کام ہے کہ جس کا کرنا جائز اور نہ کرنا افضل ہو،، معلوم نہیں مطلقاً مکروہ کہ یہ تعریف کس حدیث یا فقہ کی کتاب میں ہے، تعریف کرنے والے نے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا ہے اندازہ لگائیں کہ جن کو مکروہ جیسی عام فقہی اصطلاح کی تعریف بھی نہ معلوم ہو وہ نماز کے موضوع پر جو کتاب مرتب کرینگے اس کتاب کا کیا حال ہوگا،

اس کتاب کے مرتبین نے دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ اس کتاب کو صحیح احادیث کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے، مگر آپ آگے چل کر دیکھیں گے کہ اس دعویٰ میں کتنی

صداقت ہے، میرا چیلنج ہے کہ غیر مقلدین کا بڑے سے بڑا عالم بھی صرف صحیح احادیث کی روشنی میں نماز کے موضوع پر یا کسی بھی شریعت کے موضوع پر کوئی کتاب مرتب نہیں کرسکتا، اور یہی وجہ ہے کہ آج تک غیر مقلد عالموں نے نماز کے بارے میں جو کتابیں لکھی یا مرتب کی ہیں ان میں سے کوئی کتاب بھی ضعیف احادیث سے خالی نہیں ہے۔ ان کی سب سے مشہور کتاب حکیم صادق سیالکوٹی کی صلوٰۃ الرسول ہے اس میں خود اس کے محقق عبدالرؤف بن عبدالحنان کے بقول چوراسی احادیث تو صراحتاً ضعیف ہیں بلکہ بعض تو موضوع کے قریب ہیں، مثلاً حکیم صاحب نے رفع یدین کے سلسلہ میں ایک روایت ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی، اس کے بارے میں عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں کہ، یہ روایت انتہائی ضعیف ہے، (ص: ۲۷۳، محقق صلوٰۃ الرسول) جو روایت انتہائی ضعیف ہوگی وہ موضوع کے قریب قریب ہوگی، مگر غیر مقلدوں کو جو دوسروں سے صرف صحیح احادیث کا مطالبہ کرتے ہیں اس طرح کی روایتیں اپنی کتابوں میں درج کرنے سے شرم نہیں آتی اور وہ اس طرح کی روایتوں سے نماز میں رفع یدین کا دوام ثابت کرتے ہیں، محدثین رحمۃ اللہ علیہ ہم سے اور آپ سے زیادہ شریعت کو جاننے والے تھے اور صحیح اور ضعیف احادیث کا علم ہم سے اور آپ سے زیادہ ان کو تھا، انہوں نے اس خاص مصلحت سے بھی اپنی کتابوں میں ضعیف حدیثوں کا ذکر کیا ہے کہ اگر یہ ضعیف احایث نہ ہوتیں تو شرعی مسائل کے بارے میں ایک کتاب کا وجود بھی ناممکن تھا، اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ ورنہ انکار احادیث کا دروازہ کھلے گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث کا رد کرنا لازم آئے گا، نیز محدثین کرام پر الزام عائد ہوگا کہ جب ضعیف احادیث قابل قبول نہیں ہیں اور ان سے شرعی مسائل ثابت نہیں ہوتے تو پھر انہوں نے ضعیف احادیث کو اپنی کتابوں میں کیوں ذکر کیا ہے؟ غرضیکہ ضعیف حدیث کا

انکار کرنا ایک جاہلانہ سوچ ہے اور اسلاف امت، محدثین کرام اور فقہائے عظام کے خلاف ایک نئی بات پیدا کرنا ہے اور عوام کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتہ کرنا ہے۔ اس بدعت اور نئی فکر کا غیر مقلدین کے وجود سے پہلے کبھی تصور بھی نہیں تھا، جبکہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ ہم صرف صحیح حدیث والے لوگ ہیں واقعہ کی دنیا میں نرا جھوٹ ہے۔ ان کی ہر کتاب اس جھوٹ کا پول کھولنے کے لئے کافی ہے، زیر نظر کتاب ''نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں'' بھی اسی قسم کی کتاب ہے جیسا کہ آئندہ آپ کو معلوم ہوگا نیز یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کا مصنف کس درجہ فریبی اور جاہل ہے، اس کو کتاب وسنت کے عام مسائل کا بھی صحیح علم نہیں ہے، بھلا بتائیں کہ جو یہ لکھے کہے کہ کنواں کا پانی ٹھہرا ہوا ہوتا ہے مگر دو قلتہ سے زائد ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں کتنی بھی نجاست گر جائے، کتا مر جائے بلی مر جائے، گدھا مر جائے نہ اس کا رنگ بدلتا ہے نہ مزہ، نہ بو اور وہ پانی پاک کا پاک ہی رہتا ہے، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی، اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کرنا کتنی بڑی جہالت اور حماقت ہے، کیا اس طرح کے مسائل سے صحیح نماز سیکھی جائے گی، مبارک ہو غیر مقلدین ڈاکٹر شفیق الرحمٰن، ابوالطاہر، حافظ زبیر علی زئی، حافظ صلاح الدین یوسف، عبدالصمد رتقی کی مشترک کوشش سے تیار شدہ نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں یہ کتاب! غیر مقلدین مذکورہ کنویں کے پانی سے وضو کر کے اپنی نمازیں ادا کریں، روز حشر معلوم ہو جائے گا کہ ان کی یہ نمازیں مقبول بارگاہ خداوندی ہیں یا مردود بارگاہ خداوندی ہیں، اب میں ذرا تفصیل سے اس کتاب کا جائزہ لیتا ہوں، ناظرین کرام سے گذارش کروں گا کہ ذرا صبر وضبط سے غیر مقلدین دانشوروں کی جہالتوں، حماقتوں، عیاریوں، اور خیانتوں کا تماشہ دیکھیں،

(۱)......مرتب کتاب نے نماز کی فرضیت واہمیت کے سلسلہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور نے والدین کو حکم دیا کہ جب تمہارے لڑکے سات برس کے

ہو جائیں تو انکو نماز کا حکم کرو اور دس برس کے ہو جائیں تو نماز پڑھنے کے لئے ان کو مارو اور ان کا بستر الگ کردو، اور حوالہ دیا ہے ابو داؤد کا اور حاشیہ میں ہے کہ اس حدیث کو امام حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے (ص:۳۳)

مرتب صاحب صحیح بات کو چھپانے میں ماہر ہیں، اس حدیث کو خود البانی نے زیادہ سے زیادہ دوسری احادیث کو ملا کر حسن کہا ہے، صلوٰۃ الرسول کا غیر مقلد محقق لکھتا ہے، ''اس سند میں سوار بن داؤد ہے۔ جس میں کلام کیا گیا ہے'' (ص:۱۵۴)

یعنی وہ مجروح راوی ہے، دوسری روایتوں کو ملا کر تو سخت قسم کی ضعیف احادیث بھی صحیح ہو جاتی ہیں، حسن حدیث کو صحیح بتلانا اور یہ نہ ظاہر کرنا کہ اس حدیث کی سند میں مجروح راوی بھی ہے سخت قسم کی تلبیس ہے، سوار بن داؤد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ صدوق له اوهام، یعنی راوی تو سچی ہے مگر اس کو احادیث میں وہم ہوتا ہے (تقریب التہذیب) اور عقیلی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے، محقق صلوٰۃ الرسول (ص:۱۵۲)

(۲)......مرتب نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز چھوڑ دے تو اس سے اللہ کا ذمہ ختم ہو گیا، اس حدیث کے بارے میں صلوٰۃ الرسول کا محقق لکھتا ہے اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ہے جو متکلم فیہ ہے یعنی مجروح ہے یعنی نفس حدیث ضعیف ہے البتہ شواہد کو ملا کر اس کو صحیح کہا گیا ہے، اور مرتب صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند امام ذہبی اور حافظ ابن حجر کی شرط پر حسن ہے۔ حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ کثیر الارسال والا وہام ہے یعنی اس کو احادیث میں وہم بہت ہوتا تھا اور یہ کثیر الارسال تھا، بھلا جس حدیث کی سند میں کثیر الاوہام راوی ہو وہ حدیث اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح کیسے ہوگی؟ اگر شواہد کی بنیاد پر کسی حدیث کو صحیح یا حسن کہا جائے تو پھر کسی ایک حدیث کی کیا خصوصیت ہے شواہد کی بنیاد پر تو سخت قسم کی ضعیف حدیث بھی صحیح ہو جاتی ہے،

(۴)......صاحب کتابلکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقوں کے درمیان عہد نماز ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا، پھر فرماتے ہیں: مسلمان بھائیوں غور کرو کس قدر خوف کا مقام ہے کہ ترک نماز کفر کا اعلان ہے (ص:۴۴) مرتب نے نہایت چالاکی سے غیر مقلدوں کا اس بارے میں یعنی تارک صلوٰۃ کے بارے میں کیا مذہب ہے بیان نہیں کیا، صرف یہ کہا کہ ترک صلوٰۃ کفر کا اعلان ہے، تارک صلوٰۃ کافر ہے یا نہیں اس کو واضح نہیں کیا کہ غیر مقلدوں کا مذہب کیا ہے؟ اس لئے کہ اس بارے میں اگر وہ اپنا صحیح مذہب ذکر کرتا تو جماعت غیر مقلدین کی اکثریت کا کافر ہونا ثابت ہو جاتا۔ شیخ ابن باز اور البانی کے نزدیک عمداً تارک صلوٰۃ کافر ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین کے امام علامہ شوکانی کے نزدیک بھی تارک نماز کافر ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ (صلوٰۃ الرسول محقق، ص:۱۵۸)

(۵)......طہارت کے بارے میں صاحب کتاب نے ابو داؤد شریف کی یہ حدیث [illegible] [illegible] پ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی پاک ہے (اور اس میں [illegible] دوسری چیزوں کے پاک کرنے کی صلاحیت ہے) اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، [illegible] اس حدیث کو ذکر کے فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ [illegible] کا پانی پاک ہے (ص:۴۵)

دیکھئے مرتب نے کتنے فریب سے کام لیا ہے اس نے صرف آدھا مسئلہ بیان کیا کہ کنویں کا پانی پاک ہے۔ [illegible] ہے جو کنویں کے پانی کو ناپاک کہتا ہے یہ [illegible] کہ کیا نجاست گرنے اور کنویں کے پانی کا وصف بدلنے کے بعد بھی کنویں کا پانی پاک رہتا ہے؟ مرتب کو ہاں یا نہیں میں اس کا جواب دینا چاہئے، یہاں مرتب نے از راہ دیانت داری پوری حدیث ذکر نہیں کی، یعنی اس نے حدیث میں چوری کی اور ایک حصہ چھوڑ دیا، اور اسی چھوڑے ہوئے حصہ میں اصل مسئلہ کا ذکر ہے، حکیم صادق سیالکوٹی نے پوری حدیث ذکر کی ہے اور مولانا اسماعیل سلفی وزیر آبادی نے بھی رسول اکرم کی نماز میں پوری حدیث ذکر کی ہے پوری حدیث یہ ہے، **ان الماء لا ینجسه شیئ الا ما غلب علیٰ ریحه و طعمه و لونه**، حضور فرماتے ہیں کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی ہے مگر جب نجاست کا غلبہ پانی کی بو پر ہو جائے، یا اس کے مزہ پر

ہو جائے یا پانی کا رنگ بدل جائے، یعنی اگر نجاست کے گرنے سے پانی کا رنگ یا اس کا مزہ یا اس کی بو بدل جاتی ہے تو سمجھا جائے گا کہ پانی پر نجاست غالب آگئی ہے، اب اس کا استعمال جائز نہ ہوگا وہ پانی نجس ہوگا،

اس پوری حدیث کو مرتب نے ذکر نہیں کیا، جبکہ مسئلہ کی وضاحت اس پوری حدیث ہی سے ہوتی ہے، حدیث نبوی کے مرتب نے ایسا کیوں کیا؟ ہمیں اصل حقیقت معلوم نہیں اس چوری کی وجہ کیا ہے، مگر غیر مقلدین جان لیں کہ آپ کا یہ محقق آپ کو گندے اور نجس پانی سے وضو اور غسل کرانے پر ادھار کھائے ہوئے ہے، اس لئے کہ اس کا مذہب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی کو کوئی نجاست خواہ اس کی مقدار کتنی بھی نجس نہیں کرتی ہے،

اب رہا کہ اس حدیث کی حقیقت کیا ہے تو اس کو ہم کیا بیان کریں صلوٰۃ الرسول کا محقق اس کی تحقیق میں فرماتا ہے،

''یہ ضعیف حدیث ہے .... نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، (ص: ۶۵، محقق صلوٰۃ الرسول)

یعنی حدیث تو بالاتفاق ضعیف ہے، اور جو حدیث میں مسئلہ ہے اس کی حقیقت کیا ہے تو محقق کہتا ہے کہ جہاں تک حدیث میں مذکور شدہ مسئلہ کا تعلق ہے تو وہ بجا ہے۔ (ص: ۶۵)

اور محقق صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اجماع سے حجت لی گئی ہے''

یعنی اس ضعیف حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہوا ہے اس پر امت کا اجماع ہے، معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث ایسی بھی ہوا کرتی ہے کہ اس میں جو مسئلہ مذکور ہوتا ہے وہ اتفاقی اور اجماعی ہوتا ہے، اور اس سے دلیل پکڑنا جائز ہے، امت کہاں جارہی ہے اور غیر مقلدین کہاں جارہے ہیں۔ اے لوگوں ذرا انصاف سے کام لو میں ایک بار پھر اپنی بات دہراتا ہوں کہ صرف احادیث صحیحہ سے کوئی مسئلے مسائل کی کتاب خواہ نماز کے موضوع کی ہو یا کسی اور موضوع کی، ہرگز مرتب نہیں کی جاسکتی،

حالت جنابت وحیض میں قرآن پڑھا جاسکتا ہے کہ نہیں، تو نماز نبوی کا مرتب

فرماتا ہے ''حالت جنابت وحیض میں قرآن کریم کی تلاوت کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے مگر ان حالتوں میں مکروہ ضرور ہے،(ص:۴۸) میں کہتا ہوں کہ کسی کام کا مکروہ ہونا شرعی حکم ہے اور شرعی حکم ثابت کرنے کے لئے کتاب وسنت سے غیر مقلدوں کو دلیل دینی چاہیے، دین میں قیاس ورائے سے بات کرنا اور کوئی شرعی حکم بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے، مگر غیر مقلدین کبھی کبھی یہ حرام کام بھی کرتے ہیں اور شرم وحیا کو دیوار پر مار دیتے ہیں، چنانچہ اس تلاوت کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے نماز نبوی کے مرتب نے اسی حرام کا ارتکاب کیا ہے اور قیاس سے اس کی کراہت کو ثابت کیا ہے، اس حدیث کو ذکر کر کے جس میں ہے کہ ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشاب کی حالت میں سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا، پھر وضو کر کے سلام کا جواب دیا، مرتب صاحب فرماتے ہیں کہ، جب حدث اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہوا تو جنبی کا قرآن کی تلاوت کرنا بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوا (ص:۴۸) یعنی جنبی کا قرآن کی تلاوت کرنا نہ حدیث سے مکروہ ہوا نہ قرآن سے بلکہ قیاس سے مکروہ ہوا، اور حدث اکبر کو حدث اصغر پر قیاس کیا گیا، یہی قیاس تو غیر مقلدین کے نزدیک کار شیطان ہے، یہ کار شیطان یہاں کیسے جائز ہو گیا؟

صلوٰۃ الرسول کے مصنف حکیم صادق صاحب نے اس بارے میں ترمذی شریف کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھے، (ص:۹۷)

اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو تو قیاس سے تو بہتر ہے، کیا غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف حدیث سے کسی امر کی کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی؟ جبکہ حسب موقع غیر مقلدین کے بڑے بڑے علماء ضعیف حدیث سے حلال وحرام کا مسئلہ ثابت کرتے ہیں کچھ نہیں تو مشہور عالم مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کی کتابوں کو پڑھو، آنکھیں کھل جائیں گی۔

❀❀❀❀❀

قسط چہارم

گجرات کا ایک یادگار سفر

پھر ہم مولانا احمد صاحب بزرگ سلمہ کے ساتھ ان کے گھر گئے اور ان کی کریمانہ ضیافت سے لطف اندوز ہوئے مولانا بشیر احمد صاحب بھی ساتھ تھے، اور کھانے میں مولانا احمد صاحب کے چھوٹے بھائی قاری عبدالرحمٰن سلمہ بھی ساتھ تھے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بھائیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈالی ہے میں نے محسوس کیا کہ قاری عبدالرحمٰن اپنے بڑے بھائی کا بہت احترام کرتے ہیں، ان کی موجودگی میں اونچی آواز سے بات بھی نہیں کرتے ہیں مولانا احمد صاحب بھی بڑے بھائی والا معاملہ کرتے ہیں اہتمام کی ذمہ داری دونوں بھائی ملکر مشترک اٹھاتے ہیں اور آپس میں انتظامی امور میں مشورہ بھی کرتے رہتے ہیں، قاری عبدالرحمٰن سلمہ کو اللہ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ وہ ہر سال عمرہ وحج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں،

میں جب بھی اس گھر میں آتا ہوں تو مجھے عزیزان گرامی مولانا احمد اور قاری عبدالرحمٰن کے والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید بزرگ کی یاد بڑی شدت سے آتی ہے اللہ اللہ کیسی عجیب وغریب شخصیت اور کتنے رعب ودبدبہ کے آدمی تھے، اور انتظام واہتمام کی کیسی صلاحیت اللہ نے ان میں رکھی تھی، کتنی دور بیں اور دوررس نگاہ والے تھے، ہندوستان کے مدارس کے بہت سے مہتممین کو میں جانتا ہوں بہتوں سے ملاقات بھی ہے مگر میں نے حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ جیسا مہتمم نہیں دیکھا ان کا معمول تھا کہ وقت سے پہلے مدرسہ پہونچ جاتے اور دالان پر رکھی ایک بینچ پر آکر بیٹھ جاتے، اور یہیں سے کون مدرسہ آرہا ہے، اور کون نہیں آرہا ہے، طلبہ درسگاہ میں پہونچ رہے ہیں کہ نہیں سب پر نگاہ ہوتی، مدرسہ میں مدرسین کے لئے رجسٹر حاضری کوئی نہیں تھا مگر کیا مجال تھی کہ کوئی مدرس مدرسہ میں ہوتے ہوئے تاخیر سے درسگاہ پہونچے سب

مہتمم صاحب کی نگاہ سے خائف رہتے اور وقت پر درسگاہ پہونچ جاتے، طلبہ جلد جلد قدم بڑھاتے ہوئے درسگاہوں کی طرف بھاگتے، مہتمم صاحب زبان سے کچھ نہ کہتے مگر ان کا رعب سب پر چھایا ہوا ہوتا، کبھی ہم لوگ خالی گھنٹہ میں ان کے دفتر پہونچ جاتے، مہتمم صاحب بڑی خوش دلی سے باتیں کرتے، مگر جب ان کو محسوس ہوتا کہ اس مدرس کا اب گھنٹہ درس کا شروع ہونے والا ہے تو زبان سے کچھ نہ کہتے البتہ اپنا رخ اس سے پھیر کر اپنے لکھنے پڑھنے کے کام میں لگ جاتے اور جو مدرس ان کی اس عادت سے واقف ہوتا وہ ان کے پاس سے اٹھ کر اپنی درسگاہ میں پڑھانے چلا جاتا، حضرت مہتمم صاحب کے زمانہ میں کبھی مدرسین کو دفتر میں بلا کر تنخواہ نہیں دی جاتی تھی اور نہ ان سے تنخواہ وصولی کے رجسٹر پر دستخط کرائی جاتی تھی، مہینہ پورا ہوتا اور دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ ہوتی کیشیر صاحب جن کا نام بھائی مختار تھا (اب بھی ماشاء اللہ جامعہ میں اسی جگہ پر ہیں) بند لفافہ میں تنخواہ کی رقم ہر مدرس کے پاس لیکر حاضر ہو جاتے، یعنی حضرت مہتمم صاحب کو مدرسین کی عزت نفس کا خیال رہتا، تنخواہ کے لئے دفتر میں مدرسین کو بلانا یہ ان کی عزت نفس کے خلاف وہ سمجھتے اور وہ اس کا خیال رکھتے، تنخواہ کے رجسٹر پر دستخط لینا بھی ایک طرح مدرسین پر عدم اعتماد کی طرف اشارہ ہوتا ہے، حضرت مہتمم صاحب اس کا بھی خیال رکھتے، اور تنخواہ کی وصولیابی کی دستخط نہیں کراتے تنخواہ کی ادائیگی لازماً پہلی تاریخ کو ہو جاتی، اگر مدرس کے بارے میں محسوس کرتے کہ کسی وجہ سے اس کو پیسے کی ضرورت ہے تو خضیہ طریقہ پر تنخواہ کے علاوہ سے وہ اس کی مدد کرتے **اللھم غفر لہ وارفع درجاتہ،**

میرے ساتھ تو حضرت مہتمم صاحب اور انکی اہلیہ مرحومہ کا معاملہ کچھ اور طرح کا تھا، میں جب ششماہی یا سالانہ امتحان کی چھٹیوں پر گھر آتا تو عموماً زادسفر میرے لئے مہتمم صاحب کے گھر سے آتا بقرعید کی چھٹی گزار کر جب میں واپس جامعہ آتا تو بقرعید کا گوشت میرے لئے ان کی اہلیہ مرحومہ ضرور رکھتیں، اور فوراً کبھی

عبدالرحمٰن سلمہ لیکر آتے اور کبھی احمد سلمہ اور کبھی کوئی ملازم لیکر آتا، میری جب پہلی بچی اسماء پیدا ہوئی تو انہوں نے بچی کے لئے کئی جوڑے میرے پاس بھیجوائے میرے گھر والوں نے پہلی مرتبہ ہندوستان کے باہر کے کپڑوں کو دیکھا تھا، غرض حضرت مہتمم صاحب اور والدہ مولانا محمد بزرگ سلمہ کا میرے ساتھ معاملہ عام مدرسین کے برخلاف کچھ اور نوعیت کا بالکل گھر جیسا تھا، لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب بڑی سخت طبیعت کے ہیں، بلاشبہ تربیت اور تعلیم کے معاملہ میں وہ طلبہ کے لئے سخت تھے مگر اور دوسری جہت سے میرا اپنا تجربہ ہے کہ وہ بڑی نرم طبیعت کے تھے، اور اپنے سینہ میں بڑا گداز دل رکھتے تھے، اس کی تفصیل میں اگر میں پڑوں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اس لئے اپنی بات کی وضاحت کے لئے صرف ایک بات عرض کرتا ہوں،

جامعہ میں سالانہ امتحان کے موقع پر انعامی جلسہ ہوا کرتا تھا، اس جلسہ کے موقع پر مہتمم صاحب مرحوم مجھ سے فرماتے کہ آپ اس جلسہ کے لئے کوئی نعت یا کوئی نظم کہہ دیں، میری تک بندی کی اس وقت جامعہ میں شہرت تھی، میں ان کی بات مان لیتا اور کوئی نعت اور کبھی کوئی نظم تیار کر کے بچوں کو مشق کراتا اس کو وہ جلسہ میں پڑھتے، مہتمم صاحب کی اس طرح کی فرمائش پر ایک دفعہ ایک نعت کہی جسکا پہلا بند یہ تھا،

میری تمنا ہے جا کے دیکھوں وہ ارض اقدس وہ حرم کعبہ
کتاب اقدس جہاں یہ اتری نور احمد جہاں پہ چمکا

جس جلسہ میں یہ نعت پڑھی گئی تو میں نے دیکھا اور آس پاس کے لوگوں نے بھی دیکھا کہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں، اور جب پڑھنے والے نے نعت کے آخر کا یہ بند پڑھا،

قتیل حب نبی بنوں میں، وہاں پہ جاکے وہیں رہوں میں
روز محشر کہیں یہ آقا یہ آرہا ہے غلام میرا

تو میں نے دیکھا کہ حضرت مہتمم صاحب باقاعدہ رو رہے ہیں اور ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں، یہ حال اسی شخص کا ہوگا جس کے سینہ میں دل دردمند ہو، اور جس کی

طبیعت میں گدازیت ہو، جو محبت رسول میں ڈوبا ہوا ہو میں کیسے کہوں کہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ سخت طبیعت کے مالک تھے، جامعہ میں ایک پرانے خادم تھے، جن کو ہم لوگ ماما کہکر پکارتے ان کے ذمہ کام کچھ نہیں تھا مگر وہ کسی نہ کسی کام میں لگے رہتے تھے کبھی گھاس صاف کر رہے ہیں، کبھی پودوں کی صفائی میں لگے ہوئے ہیں کبھی کسی اور کام میں اور حال ان کا یہ تھا کہ ہر وقت ناک ان کی بہتی رہتی تھی جس کی صفائی وہ اپنے دامن سے کیا کرتے تھے، ان کا کپڑا دور ہی سے فضاء کو ایسا معطر کئے رہتا تھا کہ اللہ کی پناہ، ماما جس راستہ سے اور جسکے پاس سے گزر جائیں وہ بیچارہ اپنی متلی روکتا رہ جائے، اسی حال اور اس کپڑے اور اس بہتی ناک اور بد بو والے بدن کے ساتھ کبھی کبھی وہ دفتر اہتمام پہونچ جاتے تو میں نے دیکھا ہے اور بار بار دیکھا ہے کہ حضرت مہتمم صاحب ماما کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو کر انکی بات سنتے اور اگر کوئی ضرورت ہوتی تو اس کو پورا کرتے انکے دفتر آنے پر میں نے حضرت مہتمم صاحب کے چہرہ پر کبھی بھی ناگواری کا اثر نہیں دیکھا، ایک ادنیٰ ملازم کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ بتلاتا ہے کہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ کس مزاج اور کس طبیعت اور کس دل کے اور کتنے نرم آدمی تھے،

ایک واقعہ ان کی خودداری اور ان کے استغناء بھی سن لیجئے، ایک دفعہ مولانا عبدالحق میاں صاحب مرحوم کی دعوت پر ان کے جامعۃ الصالحات میں کویت کے دو تاجر مہمان آئے چونکہ مجھے عربی زبان کی کچھ شد بد بھی تھی اور کچھ عربی بول لیتا تھا، مولانا عبدالحق میاں صاحب سے میری بے تکلفی بھی تھی انہوں نے ترجمانی کے لئے مجھے بلایا، میں نے حضرت مہتمم صاحب سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ان عربوں کو جامعہ بھی لاؤں، انہوں نے اجازت دیدی مگر مجھے بڑی تاکید کی کہ تمہاری کسی بات سے قطعاً یہ ظاہر نہ ہو کہ تم ان کو پیسے کے لئے یہاں لا رہے ہو، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے چنانچہ میں جامعۃ الصالحات سے فارغ ہو کر، مہمانوں کو لیکر جامعہ آیا، اور انہوں نے جامعہ دیکھا، متاثر بھی ہوئے اور از خود ایک رقم انہوں نے مہتمم صاحب کو پیش کی،

حضرت مہتمم صاحب نے وہ رقم تو لے لی، مگر اس کو لیکر ایک طرف رکھ دیا،

اوراس پران کا کوئی شکریہ بھی ادانہیں کیا، اورانداز یہ تھا کہ اس رقم کولیکر مہتمم صاحب نے خودان پراحسان کیا ہے(۱)

بات کہاں تھی اور کہاں چل پڑی مولانا محمد سعید بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا تو اس کے ساتھ ہی گویا حافظہ کا پردہ کھل گیا اور لذیذ بود حکایت دراز شد کا معاملہ ہوتا چلا گیا اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کواپنی رحمتوں کے سایہ میں جگہ دے ان کی خدمات کوقبول فرمائے اوران کی سیئات سے درگذرفرمائے۔

''ڈھونڈوگے انہیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب تھے یہ''

ہم نے کھانے سے فراغت حاصل کر کے تھوڑی دیر بعد مولانا احمد بزرگ سلمہ سے اجازت لی اور قاری عبدالرحمٰن صاحب کی گاڑی میں بیٹھ کر جامعہ آگئے عشاء کی نماز ادا کی اور پھر آرام کی خاطر میں اپنے کمرہ میں چلا گیا اور مولانا بشیر صاحب اپنے کمرہ میں چلے گئے، ابھی سونے کی ہی تیاری کر رہا تھا کہ دیکھا کہ مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد اسعد سلمہ اپنی جانی پہچانی اور دیوانہ وار مسکراہٹ کے ساتھ کمرہ میں داخل ہورہے ہیں، میں جب بھی ڈابھیل جاتا ہوں تو یہ مجھ سے ملنے ضرور آتے ہیں اور ایسے وقت آتے ہیں کہ میری ان سے تنہائی میں ملاقات ہو، اور وہ کچھ اپنی کہیں اور کچھ میں اپنی کہوں اور اقوام عالم پر تبصرہ کر کے اپنی اپنی بھڑاسیں نکالیں،

مولوی اسعد سلمہ بہت صاحب علم نوجوان ہیں ہر فن میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں، ایک نئے انداز کا نصاب تیار کر کے اپنے والد صاحب کی خانقاہ کے اوپر کے حصہ میں کچھ بچوں کو اپنا نصاب پڑھاتے ہیں، انقلابی طبیعت کے آدمی ہیں، چار سال سنت

---

(۱) یہاں یہ لطیفہ بھی ذکر کردینے کو جی چاہتا ہے کہ مہمان جامعہ کو رقم دیتے وقت جسکی مقدار تقریباً پچیس ہزار ہندوستانی روپئے تھی، مجھ سے بار بار الاسرۃ الفقیرۃ، وہ کہتے غریب خاندانوں کے لئے رقم دینا چاہتے تھے، مہتمم صاحب تو اس کی طرف ملتفت نہیں تھے، میں نے دل میں سوچا کہ کیوں نا میں ہی اس بہتی گنگا میں ہاتھ مارلوں ،میرے خاندان کے کچھ غریب لوگ یاد آئے ،ایک صاحب پر ایک بڑا قرضہ تھا، وہ یاد آئے ،تو میں تقریباً بارہ افراد کا نام نوٹ کرا کر بیس ہزار کی رقم ان سے حاصل کرلی، اس رقم سے ان لوگوں کی مدد ہوئی اور جو صاحب قرض سے پریشان تھے ان کا قرض آسانی سے ادا ہو گیا،

یوئی اسی انقلابی ذھن کی بدولت ادا کر چکے ہیں،

زندہ دلی ان کی طبیعت کا حصہ ہے، جب مجھے کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہوتی ہے تو میں ان سے بے تکلف کہہ دیتا ہوں اور وہ اپنے گھر سے لاتے ہیں، میری طبیعت پر تکان غالب تھی سونے کا تقاضا تو انہوں نے محسوس کرلیا اور از راہ کرم تھوڑی ہی دیر بیٹھ کر چلے گئے یا میں خود ہی کہہ بیٹھا کہ اب مجھے سونے دو،

دوسرے روز صبح کا ناشتہ عزیزم حفیظ الرحمٰن سلمہ کے گھر تھا، یہ مولانا محمد سعید صاحب بزرگ کے نواسے ہیں، اور مہتمم صاحب کے بھانجہ ہیں، اپنی والدہ کے ساتھ مدرسہ ہی کے مکان میں رہتے ہیں بہت نیک سادہ مزاج اور فطرت سلیمہ کے مالک ہیں، وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں میرا ناشتہ ادھر کئی سالوں سے ایک دن ان کے گھر ہوتا ہے، اور اس کا مطالبہ میں خود ہی کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اچھے مقرر ہیں اور افتاء اور فتویٰ نویسی اور فقہ سے بہت مناسبت ہے، زادہ اللہ فضلاً و علماً و فقھا فی الدین ، ناشتہ میں میرے ساتھ مولانا بشیر احمد صاحب کشمیری بھی تھے، ناشتہ کے بعد میں سیدھا دارالافتاء چلا گیا، میرا معمول ہے کہ جب جامعہ ڈابھیل جاتا ہوں تو کچھ دیر کے لئے دارالافتاء جاتا ہوں، یہاں میرے بعض شاگرد اور مولانا عبدالقیوم راجکوٹی ہوتے ہیں جو طلبہ کو افتاء کی مشق کراتے ہیں، دارالافتاء میں طلبہ کی اچھی تعداد ہوتی ہے جو فتویٰ نویسی کی مشق کرتی ہے یہ طلبہ ذی استعداد ہوتے ہیں، جب میں پہونچتا ہوں تو اس درسگاہ کے اساتذہ اور طلبہ میرے پاس جمع ہوجاتے ہیں اور بہت اچھی علمی مجلس ہوجاتی ہے کچھ میں ان سے سوال کرتا ہوں اور وہ مجھ سے کچھ سوال کرتے ہیں، اب کی دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں ایک دفعہ رفع یدین کرنے کی بھی حدیث ذکر کی ہے، انہیں معلوم نہیں تھا، بہت سے لوگوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا ہے، پھر میں نے بخاری شریف منگا کر پہلی جلد میں **باب سنۃ الجلوس فی التشھد** میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دکھلائی جس میں اس کا ذکر ہے کہ وہ چند صحابہ کے ساتھ بیٹھتے تھے، (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

ضعیف حدیث اور امام بخاری

بیٹا: ابا جی!

باپ: جی بیٹا!

بیٹا: ابا جی! علامہ آفتاب جہاں تاب نے بڑا دھماکہ کر دیا ہے، ہماری جماعت کے لوگ بہت پریشان ہیں۔

باپ: بیٹا! علامہ آفتاب جہاں تاب کون بزرگ ہیں میں پہلی دفعہ یہ نام سن رہا ہوں؟

بیٹا: ابا جی! یہی تو وہ ہیں جن کو شیخ جمن حفظہ اللہ نے تقلید کی جال سے نکال کر راہ حق وھدایت پر لگایا تھا، اور جب انہوں نے راہ حق وھدایت کو قبول کرلیا اور اہل حدیث ہو گئے تو سیٹھ محمدی سے ان کو نقد دس ہزار روپے انعام میں دلوائے تھے۔

باپ: اس آدمی کا نام تو ملا رشدو تھا وہ تو پڑھا لکھا بھی نہیں ہے،

بیٹا: جی ہاں ابا جی! پہلے اس کا نام ملا رشدو تھا ٹائم پاس بیچا کرتا تھا، مگر جب شیخ جمن حفظہ اللہ کی کوشش سے وہ راہ حق وھدایت پر آ گیا اور تقلید کے جال سے نکل آیا تو شیخ جمن نے اس کا نام بدل دیا، اور اس سے کہا کہ آج سے تم ''آفتاب جہاں تاب'' نام سے پکارے جاؤ گے، اور تمہارے نام کے ساتھ ''علامہ'' کا لفظ بھی بطور انعام کے لگایا جائے گا اور تم کو سیٹھ محمدی دس ہزار روپے کا انعام بھی دیں گے،

باپ: تو اتنے روپے انعام کے بعد اس نے ہنگامہ کیا مچا رکھا ہے؟

بیٹا: ابا جی! شیخ جمن نے اس کو بتلایا تھا کہ حنفی فقہ ضعیف احادیث والی ہے، بخاری و مسلم کی احادیث سب کی سب صحیح ہیں، ہم لوگ بخاری و مسلم والے ہیں، ضعیف احادیث کے قریب نہیں جاتے اگر تم نے ہمارا مذہب قبول کرلیا تو راہ

حق وہدایت پر آجاؤ گے اور تمہارے لئے جنت کے سارے دروازے کھل جائیں گے، اور تم کو ہم ملا نام سے نہیں علامہ کے خطاب سے پکاریں گے، اور سیٹھ محمدی سے دس ہزار روپئے بھی دلوادیں گے، دس ہزار روپئے نے بڑا کام کردیا، اب وہ حنفی سے اہلحدیث ہوگیا، اور ملا رشدو سے "علامہ آفتاب جہاں تاب" بن گیا۔

باپ: تو اس نے ہنگامہ کیا مچا رکھا ہے یہ تو بتلاؤ،

بیٹا: ابا جی! وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اس کو خواب میں ایک فرشتہ نظر آیا، اور اس فرشتہ نے اس کو بتلایا کہ تم کو دھوکہ دیا گیا ہے، امام بخاری اور امام مسلم بھی ضعیف احادیث پر عمل کرنے والے تھے، بلکہ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو احوط یعنی زیاہ احتیاط والا عمل بتلایا ہے، اور اپنے رسالہ جزء القراۃ میں جو پہلی حدیث ذکر کی ہے وہ ضعیف ہے، ملا رشدو اپنا یہ خواب سب کو سناتا پھرتا ہے، اس کی وجہ سے عوام میں بڑا خلفشار ہے، اور ہمارے علماء منھ چھپائے پھر رہے ہیں، شیخ جمن حفظ اللہ نے باہر نکلنا بند کردیا ہے،

باپ: بیٹا! کیا اس فرشتہ کہ بات صحیح ہے؟

بیٹا: ابا جی! آپ بھی کیا فرماتے ہیں کیا فرشتہ بھی جھوٹ بولے گا؟

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب ما یذکر فی الفخذ یعنی ران شرم گاہ ہے کہ نہیں کے تحت چار حدیثیں ذکر کی ہیں تین حدیثیں سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں ان احادیث میں ران کو شرم گاہ بتلایا گیا ہے اور ایک

حدیث کو سند کے اعتبار سے قوی بتلایا ہے، مگر فرماتے ہیں کہ احتیاط ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں ہے، یعنی ران کو شرم گاہ مانا جائے۔

☆ ☆ ☆

اسی طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قرأت خلف الامام کے بارے میں جو رسالہ ہے اس کی پہلی ہی حدیث ضعیف ہے۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے اور وہ بھی ضعیف اثر ہے اس کا ایک راوی اسحٰق بن راشد ضعیف ہے۔

چونکہ ملا رشدو کو خواب میں فرشتہ نظر آ گیا اور اس نے شیخ جمن کا فریب اس پر ظاہر کر دیا ہے، اس وجہ سے اب وہ ہمارے قابو سے باہر ہے، اسی جمعہ کو وہ دوبارہ حنفی ہونے کا ہماری ہی جامع مسجد میں اعلان کرنے والا ہے۔

باپ: بیٹا! میں نے شیخ جمن سے بار بار کہا ہے کہ ضعیف حدیث کا موضوع مت چھیڑا کرو، مگر وہ مانتے نہیں، اور ہم کو رسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

بیٹا: ہماری ایک کتاب بھی تو ضعیف احادیث سے خالی نہیں ہے، ہم نماز کی روزانہ ایک کتاب لکھتے ہیں اور ہمارا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب کو صحیح احادیث کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے، مگر وہ کتاب بھی ضعیف احادیث سے خالی نہیں ہوتی، دیکھئے نا، پہلے صلوٰۃ الرسول کا بڑا چرچا تھا مگر جب معلوم ہوا کہ یہ کتاب تو ضعیف احادیث کا بھنڈار ہے، تو کئی لوگوں کی محنت سے ایک دوسری نئی کتاب نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں تیار کی گئی، مگر مولانا غازیپوری نے اس کتاب میں بھی ضعیف احادیث کو نکال کر دکھا دیا، زمزم میں اس کتاب پر ان کا تبصرہ آرہا ہے، پہلی ہی قسط نے ہنگامہ مچا رکھا ہے، آگے کی قسطوں میں وہ کیا کرے گا معلوم نہیں،

باپ: بیٹا! وہ شخص تو ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے اس نے ہماری ساکھ خراب کر دی ہے۔

بیٹا: ابا جی! جب تک ہم پیسے دے دے کر جاہلوں کو اہلحدیث بناتے رہیں گے اور ان کی زبان سے بزرگوں اور اسلاف کو گالیاں دلوائیں گے اور گستاخیاں کرائیں گے، ہماری ساکھ خراب رہے گی،

باپ: بیٹا! یہ ہماری بڑی بدبختی ہے،

بیٹا: ابا جی! اس بڑی بدبختی کا ہمارے بڑوں کو کیوں نہیں احساس ہوتا؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا!

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

دوماہی دینی وعلمی مجلّہ

جلد
۱۵

شمارہ
۲

زمزم

ربیع الاول، ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ

مدیر مسئول ومدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے .... پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلئے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Baink 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور۔یوپی

Pin. 233001---------------------------------- Mob.9453497685/08423339082

مجلد ۱ مکمل مفتاحی

فہرست مضامین

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دومثالیں جن میں ہمارے لئے درس وعبرت ہے

گزشتہ دسمبر کا مہینہ بڑی شدت کی سردی کا گزرا، ابتداء ماہ ہی سے سردی کا شباب آگیا تھا، گھر سے نکلنا دشوار، دن دن بھر کہرا چھایا رہتا تھا، سردی کی شدت سے اموات بھی خوب ہورہی تھیں، پچیس تیس موتوں کی خبر اخبار میں روزانہ ہی صرف صوبہ یوپی کی ہوتی۔ میرے بڑے لڑکے عبدالرحمٰن سلمہ پر سردی کا اثر تھا، وہ اپنے اوپر کی منزل میں لحاف میں دبکا پڑا تھا، نو بجے دن تک باہر کا منظر کہرے کی شدت کی وجہ سے کالا کالا تھا، شبنم اس قدر تھی کہ گویا ہلکی بارش ہورہی ہے۔ میں فجر سے قبل نہانے کا عادی ہوں، پھر چائے اور ایک انڈا لیتا ہوں، میں نہا کر اور ناشتہ اور فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اپنے لکھنے پڑھنے کے کام میں لگا تھا کہ خیال آیا میں خود جا کر گوشت لیتا آؤں، عبدالرحمٰن سلمہ کو اس سردی میں باہر نکالنا مناسب نہیں تھا، گھر میں اس کام کے لئے دوسرا کوئی اور نہیں تھا، چنانچہ میں خود اس کام کے لئے نکلا، میں نے سوچا درود شریف کا کچھ وظیفہ باقی رہ گیا ہے، وہ راستہ میں پورا ہوجائے گا۔ میں گوشت لینے کیلئے جب جاتا ہوں تو مذبح نہیں جاتا، گھر سے تھوڑے فاصلہ پر ایک صاحب نے گوشت کی دوکان کر رکھی ہے وہیں سے لیتا ہوں، وہ میرا خیال کرتے ہیں، صاف ستھرا گوشت بنا کر دیتے ہیں، میں ان کی دوکان پر گیا اور میں نے ان سے تین پاؤ قیمہ بنانے کو کہا، جب انہوں نے قیمہ کا گوشت نکالا اور اس کو تولا تو مجھے محسوس ہوا کہ گوشت کم ہے، مگر کانٹا برابر تھا، اس لئے میں کچھ کہہ نہیں سکا خاموش رہا، اور قیمہ لے کر گھر چلا آیا، گھر آکر میں لحاف میں دبک کر لیٹ گیا، لیٹ گیا تو آنکھ لگ گئی، ساڑھے گیارہ بجے کے قریب میں نے سنا کہ دروازہ کی بیل بجل رہی ہے اور کوئی میرا

نام لیکر پکار رہا ہے، گھر والوں نے کہا کہ وہ سو رہے ہیں، مگر وہ صاحب مصر ہوئے کہ مولانا کو جگادو ضروری کام ہے، بیل کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل چکی تھی میں نے ان کو اندر اپنے کمرہ میں بلایا، دیکھا تو وہی صاحب ہیں جن سے میں نے قیمہ لیا تھا، ان کے ہاتھ میں ایک پوٹ لی تھی جس میں کچھ قیمہ تھا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولانا مجھے معاف کردیں ترازو کے دوسرے پلڑے کا کانٹا اٹھا تھا اور قیمہ کم تولا گیا، یہ کم حصہ لیکر میں حاضر ہوا ہوں، بار بار وہ معذرت کررہے تھے۔

یہ تھے بھائی عبدالستار جہاں سے میں گوشت لیتا ہوں، نہ مولوی نہ مولانا، نہ صوفی نہ شیخ کم علمی کا عالم یہ ہے کہ چھوٹی سین کا تلفظ بڑی شین سے کرتے ہیں اور بڑی شین کا تلفظ چھوٹی سین سے کرتے ہیں، مگر اللہ کے ڈر اور خوف اور امانت داری کا عالم یہ ہے جس کی مثال ابھی گزری۔ میں نے دل میں کہا کہ اللہ کے انہیں جیسے بندوں سے دنیا قائم ہے، اس سردی میں ان کا تھوڑا سا کم حصہ قیمہ لیکر آنا میرے لئے باعث عبرت بن گیا۔

اب اس کی الٹ دوسری مثال سنئے: پاکستان میں ایک صاحب الیاس گھمن کے نام سے مشہور ہیں آج کل بعض لوگوں کی زبان پر ہندوستان میں بھی ان کا نام ہے، میں جب تین سال قبل پاکستان گیا تھا تو یہ صاحب مجھ سے ملنے لاہور آئے تھے، معلوم ہوا کہ یہ رد غیر مقلدیت پر پاکستان میں کام کررہے ہیں۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی اور ان سے بے تکلف ہوگیا، پھر انہیں کے ساتھ پاکستان میں مجھے مختلف جگہ انہیں کی گاڑی سے جانا ہوا، روالپنڈی، اسلام آباد، کراچی، ملتان اور بھی جگہوں پر ان کے ساتھ میرا سفر رہا، اس سفر میں مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ کسی بھی بڑے عالم یا کسی بھی اللہ والے سے ملنے سے کتراتے ہیں، مدارس میں جاتے تھے تو مدارس کے مہتمم یا ذمہ داروں سے دور دور رہا کرتے تھے، طلبہ کے ساتھ ان کی مجلس ہوا کرتی تھی، میں نے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی تو ان کا جواب تھا کہ میں بڑوں سے نہیں ملتا، مجھے تو آپ جیسے لوگوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے، جو بے تکلف قسم لوگ ہیں۔ میں خاموش

ہوگیا کہ اس سے زیادہ ان سے کیا بات کروں، رموز مملکت خویش خسرواں دانند،

جب الیاس گھمن نے دیکھا کہ میں نے مولانا غازیپوری کو اپنے جال میں پھانس لیا ہے، اوران کو مجھ پر اعتماد ہوگیا ہے، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولانا میرے بارے میں ایک تحریر لکھ دیں کہ فلاں آدمی پاکستان میں ایسا ایسا ہے، میں نے ان سے کہا کہ آپ تحریر تیار کردیں میں اس پر دستخط کردوں گا، چنانچہ اپنی تعریف میں اوراپنے کام کے بارے میں ایک تحریر لکھ کر دی میں نے اس پر دستخط کردیا۔

پھرانہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی کتابیں پاکستان میں چھاپوں ان کی اشاعت یہاں بڑے پیمانہ پر ہوگی، میں نے ان سے کہا کہ میرا مقصود تجارت نہیں ہے، مگر زمزم کو جاری رکھنے کیلئے اور مکتبہ اثریہ سے کتابوں کو شایع کرنے کیلئے بہرحال کچھ رقم چاہئے۔تو انہوں نے کہا آپ جو فرمائیں اس پرعمل کروں گا، میں نے کہا کہ جو منافع ہو اس میں سے آدھا آپ لے لیں اور آدھا مجھے دیدیں گے، منافع کتنا ہوا میں آپ سے سوال نہیں کروں گا مجھے اعتماد ہے۔ پھر میں نے ان کو اپنی کتابوں کو شایع کرنے کے لئے ایک تحریر لکھدی، اس تحریر میں منافع میں سے آدھے آدھے رقم والی بات میں نے نہیں لکھی، مجھے اس کو تحریر میں لانا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوا،

اب الیاس گھمن نے میری تحریر دکھلا کر سعودیہ میں چندہ تو خوب کیا، اور پاکستان میں میری کتابیں بھی چھاپی اور خوب کمایا، مگر مجھے آج تک اس نے ایک پیسہ نہیں دیا، اور لکھتا ہے کہ میں نے مولانا ابو محمد ایاز ملکانوی جامعہ سراجیہ لودھران کو اتنے پیسے کی اتنی کتابیں دے دی ہیں، جب میں نے حضرت ملکانوی دامت برکاتہم سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے تین دفعہ حاشا وکلا کہہ کر بتلایا کہ الیاس گھمن نے چند چھوٹے رسائل کے چند نسخوں کے سوا مجھے کچھ نہیں دیا، بعض پاکستانی دوستوں نے اسے پکڑا اور جب جدہ میں رہنے والوں نے اس بارے میں الیاس گھمن سے بات کی تو اس نے کہا کہ مولانا کی تحریر میں کوئی دکھلا دے کہ اپنے لئے انہوں نے کچھ نفع لینے کی بات کی ہے۔اس مجلس میں میرے کرم فرما پاکستان کے رہنے والے حضرت قاری رفیق

احمد صاحب نے مجھے اس سے فون پر بات کرائی تو اس نے اعتراف کیا کہ ہاں زبانی آپ سے اس بارے میں گفتگو تو ہوئی تھی، پھر کہا کہ اچھا بتلایئے کہ آپ کو اس وقت کتنی رقم چاہیے، میں نے کہا کہ میری کتاب ازمغان حق چھپ رہی ہے، کم از کم مجھے دو ہزار ریال آپ دیدیں، اس نے کہا کہ کس کو دیدوں میں نے حضرت قاری صاحب کا نام لیا کہ ان کے حوالہ کر دیں، جب قاری صاحب نے اس سے دو ہزار طلب کئے تو اس نے کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ابھی دوں گا، جب ہوگا دوں گا، پھر ایک دوسری مجلس میں اس سے لوگوں نے گزشتہ سال میری اس سے آمنے سامنے بات کرائی تو یہ بے ایمان وعدہ خلاف آدمی کہتا ہے کہ میں نے کتابوں کی رقم کا وعدہ نہیں کیا تھا، بلکہ مولانا غازیپوری کے تعاون کیلئے میں نے دو ہزار کا وعدہ کیا تھا، میں نے اس سے کہا اگر تو میرا تعاون کرنا چاہتا ہے تو تیرے جیسے آدمی سے مجھے ایک ریال کا بھی تعاون نہیں چاہئے اور میں اٹھ کر اس مجلس سے اپنی قیام گاہ چلا آیا اور آج تک یہ آدمی کتابوں کو بیچ کر میری رقم ہڑپ رہا ہے، اور میری کتابوں کی رقم سے اس نے مجھے ایک ریال بھی نہیں دیا۔

پھر معلوم ہوا کہ یہ شخص پاکستان میں اس قسم کی دھاندلی کرنے میں مشہور ہے، میں نے دل میں کہا کہ چونکہ یہ شخص دھوکہ دہی میں پاکستان میں بدنام ہے، اس وجہ سے میرے ساتھ سفر میں مدارس کے ذمہ داروں اور اہل علم کی مجلس سے بھاگتا تھا کہ چور کو اپنی ڈاڑھی کے تنکے سے ہمیشہ ڈر لگا ہی رہتا ہے۔

یہ قصہ ہے ایک عالم مولوی کا، اور سنا ہے کہ یہ صاحب حکیم اختر صاحب کراچی والے کے خلیفہ بھی ہیں (۱) اور وہ قصہ تھا ایک کم پڑھے لکھے عامی آدمی کا جو چھوٹی سی دوکان میں گوشت بیچتا ہے۔

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بہ کجا

❀❀❀❀❀

---

(۱) ابھی کچھ دن قبل جدہ کے ایک فون سے معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے اس کی ان بیہودہ حرکات کی وجہ سے اس سے خلافت چھین لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نبوی ہدایات

<u>محمد ابوبکر غازیپوری</u>

(۱)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں کہ بلا کسی ذی محرم کے ایک دن ورات کا سفر کرے۔ (مسلم شریف)

آج کل مسلم گھرانے کی عورتوں کا جو حال ہے، ہم سب پر واضح ہے۔ بے پردگی عام ہے، تنہا سفر کرنا میل دو میل کا نہیں بلکہ امریکہ اور لندن تک کا جدید تہذیب وتمدن کا لازمی حصہ بن گیا ہے، بلکہ دین سے لاپرواہی کا عالم یہ ہے کہ حج وعمرہ کا سفر بھی عورتوں نے تنہا شروع کر دیا ہے، خدا اور رسول کا خوف دل سے نکل چکا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ ان گھرانوں کا حال ہوگا جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، جی نہیں! یہ وبا اب دین دار گھرانوں میں بھی آچکی ہے۔ فون پر لڑکی کی شادی ہوتی ہے، لڑکا لندن، امریکہ کناڈا اور سعودیہ میں رہتا ہے اور اس کی بیوی تنہا سفر کر کے اس کے پاس پہونچ جاتی ہے۔ شریعت کی تعلیم کچھ ہے اور ہمارا حال کچھ ہے، اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔

(۲)......حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دے رہے تھے) کہ کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے الا یہ کہ اس عورت کا ذو محرم اس کے ساتھ ہو اور کوئی عورت بلا کسی ذی محرم کے تنہا سفر نہ کرے۔ تو ایک آدمی نے اٹھ کر کہا کہ میں فلاں غزوہ میں تھا اور میری بیوی حج کو گئی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور بیوی کے ساتھ رہو۔ (مسلم)

کالجوں اور یونیورسٹیوں کا جو حال ہے، نہ وہ ہم سے مخفی اور نہ آپ سے مخفی اور اس کے جو برے اثرات مسلمانوں کے معاشرہ میں ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہمارے

لئے باعث شرم اور ہماری اسلامی تہذیب وثقافت کے بالکل خلاف ہیں، مگر انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی دھن ہم پر ایسی سوار ہے کہ ان خرابیوں کی طرف ہماری نگاہ نہیں جاتی، اور اب تو لڑکیوں کا ملازمت کرنا کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں، حکومت کے اداروں میں کوئی عیب ہی نہیں رہ گیا ہے۔ بلکہ ماں باپ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری لڑکی فلاں ملازمت پر ہے اور اس کی ماہانہ آمدنی اتنی ہے۔

لڑکے بھی ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں جو کسی ملازمت پر ہو اور جو آمدنی کا ذریعہ بنے۔

اس طرح کی کمائی جو حرام طریقہ سے حاصل ہو باعث برکت کب ہو سکتی ہے۔ ہزاروں کی کمائی کے بعد بھی ایسے گھرانے خوشی واطمینان کی زندگی سے محروم رہتے ہیں، اپنا یہی تجربہ ہے۔

(۳)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہوئی سفر کی یہ دعا لوگوں کو سکھلاتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر نکلتے تو پہلے تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلیٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰھُمَّ نَسْأَلُکَ فِیْ سَفرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْویٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضیٰ، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفرَنَا ھٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِب فِی السَّفرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثائِ السَّفرِ وَکَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے لوٹ کر آتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اٰئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (مسلم شریف)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے تابع کر دیا اور ہم اس کی قوت رکھنے والے نہیں ہیں، اے اللہ! ہم آپ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا

سوال کرتے ہیں اور اس عمل کا جس سے آپ راضی ہیں۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس سفر کو آسان کردے اور اس کی دوری کو سمیٹ دے۔ اے اللہ! آپ سفر میں ساتھی ہیں اور گھر والوں کے لئے خلیفہ ہیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے سفر کی تکلیف سے پناہ چاہتے ہیں اور منظر کی خرابی سے اور مال اور اہل میں برا لوٹنے سے۔

☆☆☆☆☆

(صفحہ ۱۳ کا بقیہ)

آپ اس سے حدیث بیان کریں، تو امام صاحب نے فرمایا کہ علم حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے اور نہ کسی عالم کے لئے مناسب ہے کہ سفارش کی وجہ سے حدیث بیان کرے،

ابو عاصم کہتے ہیں کہ ابن جریج، ابن ابی ذئب، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی اور امام سفیان ثوری سب کا مذہب یہ تھا کہ اگر شاگرد نے استاذ کو کتاب پڑھ کر سنائی ہے تو اس کتاب کی احادیث کو اخبرنا فلان کہہ کر دوسروں سے حدیث بیان کرسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں مدینہ گیا تا کہ نافع سے حدیث سنوں، تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث سنائی اور یہ کہا کال ابن عمر (یعنی بجائے قال کے چھوٹے کاف سے کال، کہا) تو حضرت ابوحنیفہ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے کہ میں اس شخص سے کیسے حدیث سنوں جو قال کو کال کہتا ہے۔

یحیٰ ابن معین سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا امام ابوحنیفہ جھوٹی حدیث بیان کرتے تھے، تو انہوں نے کہا کہ ابوحنیفہ کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے۔

☆☆☆☆☆

محمد ۱۰۱ جمل مفتاحی

ساتویں قسط

محدثین کی قوت حفظ تاریخ کی روشنی میں

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن مبارک بن واضح اسلام کی ان چند ممتاز اور منتخب شخصیتوں میں سے ہیں جن پر ملت اسلامیہ ہمیشہ فخر کرتی رہی ہے۔ گونا گوں کمالات کے جامع اور متضاد صفات کے حامل تھے، آپ کی عدالت وثقاہت پر امت کا اتفاق ہے، زہد وورع، تقویٰ وطہارت، علم وفضل، جہاد اور جذبۂ جان سپاری میں آپ کے معاصرین میں آپ کا ثانی مشکل ہی سے کوئی دوسرا تھا۔

خراسان کے رہنے والے تھے، باپ کی طرف سے ترکی اور ماں کی طرف سے خوارزمی تھے۔ امام ذہبی نے ان کو الامام، الحافظ، العلامہ، شیخ الاسلام، فخر المجاہدین، قدوۃ الزاہدین جیسے گراں قدر القاب سے یاد کیا ہے، جو ان کے مرتبہ بلند کے غماز ہیں۔ آپ کثرتِ تالیف وتصنیف اور علم کی تحصیل کی خاطر ممالک بعیدہ کا سفر کرنے میں مشہور تھے، عمر کا سارا حصہ تحصیل علم کے لئے سفر کرنے میں، یا حج میں، یا جہاد میں، یا پھر تجارت میں گزرا۔

وقت کے مشاہیر اہل علم سے استفادہ کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے چار ہزار علماء سے علم حاصل کیا ہے، اور ایک ہزار سے روایت کرتا ہوں۔ آپ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے تھے کہ اگر اللہ نے امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے میری مدد نہ کی ہوتی تو میرا حال بھی عام لوگوں جیسا ہوتا۔

فقہ، غزوات، زہد ورقائق میں آپ کی تصانیف ہیں، کتاب الزہد والرقائق ابھی حال ہی میں حضرت العلام مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب کی تعلیق وتحقیق اور ان کے بیش قیمت مقدمہ کے ساتھ مالیگاؤں سے طبع ہو چکی ہے۔(۱)

(۱) یہ تحریر قدیم ہے، کتاب الزہد ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں طبع ہوئی تھی۔

ذہبی فرماتے ہیں کہ اقالیم عالم کے اتنے لوگوں سے آپ نے استفادہ کیا جس کا شمار نہیں، بچپن ہی سے آپ سفر کے عادی تھے، سفر کے ساتھ آپ ان سفروں میں اپنا تجارتی کاروبار بھی کرتے تھے، کثرتِ سفر اور تجارت میں آپ کا اس قدر شہرہ تھا کہ آپ کا لقب ہی التاجر السفار پڑ گیا تھا۔

ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ائمہ چار ہی ہیں، مالک، ثوری، حماد بن زید اور ابن مبارک، ابن مہدی نے ان کو سفیان ثوری پر فضیلت دی ہے اور انکا کہنا تھا کہ ابن مبارک اپنی نظیر آپ ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ ابن مبارکؒ کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا، اسحاق فزاری ان کو امام المسلمین کہا کرتے تھے، یحیٰ بن آدم کہا کرتے تھے کہ جب میں دقیق مسائل کی تلاش میں ہوتا ہوں اور ابن مبارکؒ کی کتاب میں نہیں پاتا تو میں مایوس ہو جاتا ہوں، عباس بن مصعب فرماتے ہیں کہ ابن مبارکؒ حدیث، فقہ، ایام الناس اور شجاعت وسخاوت کے جامع تھے، ابن عیاش کا کہنا تھا کہ روئے زمین پر ابن مبارکؒ کا کوئی مثل نہیں ہے۔ حسن بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے تلامذہ نے ان کی صفات کا شمار کیا تو ان سب کا اتفاق ہوا کہ وہ مندرجہ ذیل صفات کے جامع تھے۔

"علم، فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شجاعت، شعر، فصاحت، قیام لیل، عبادت، حج، جہاد، شہسواری، ترک لایعنی، انصاف اور قلت خلاف مع الاصحاب، ان سب صفات کے ساتھ اللہ نے قوت حافظہ بھی خوب دیا تھا، ان کے والد نے جوان کی کثرتِ کتب بینی سے عاجز تھے، ایک روز غصہ میں کہا کہ اگر میں تمہاری کتابوں کو پاجاؤں تو جلادوں، آپ نے فرمایا کہ اس سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا، وہ میرے سینہ میں محفوظ ہیں، ان کے پاس بیس ہزار کے قریب حدیثیں تھیں اور یہ سب ان کو زبانی یاد تھیں۔

آپ کے فضائل ومناقب، محاسن ومحامد حد شمار سے زیادہ ہیں، یہ چند کلمات ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ (دیکھو تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۲۵۳)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف قاضی، مشہور فقیہ، حافظ اور اعیان امت میں سے ہیں، فقہ حنفی کے دوسرے بڑے امام ہیں، اللہ نے دین و دنیا دونوں سے خوب نوازا تھا اور ان کو جو شان وشوکت حاصل رہی ہے، ان کے زمانہ میں کسی اور کو حاصل نہیں تھی، امراء اور خلفاء آپ کے قدر دان، اہل علم آپ کے فضل وکمال کے معترف فقہاء آپ کی فقاہت، دقت نظر اور قوت استنباط واستخراج کے مقر تھے۔

شروع کا زمانہ بڑی عسرت کا تھا، والد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، یتیمی کی زندگی تھی، ماں کسی طرح ان کی کفالت کر رہی تھی، جب کچھ بڑے ہوئے تو ماں کی ہدایت پر کسی دھوبی کے یہاں کام کرنے لگے، مگر علم کی محبت، بخت وطالع کی سعادت اور فیروزمندی اور ارجمندی جو ازل سے نوشتۂ تقدیر تھی، اس نے آپ کو امام ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں پہونچا دیا، امام ابو حنیفہؒ کی پہلی ہی نظر نے اس جوہر خالص کو پہچان لیا اور آپ کی توجہ اور صحبت، شفقت اور محبت، حاجات اور ضروریات میں دستگیری اور معاونت نے آپ کو کندن بنا دیا، اور حلقہ امام میں آپ کا مقام بہت جلد سب سے اونچا ہو گیا اور فقہ حنفی کے یہ عضد ایمن تسلیم کر لئے گئے، بلا کے ذہین، غضب کے فطین، زبردست قوتِ حافظہ کے مالک تھے، دقت نظر اور سیلان طبع میں آپ اپنے معاصرین سے بہت آگے تھے،

آپ کے مشہور اساتذہ میں امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ ابو اسحاق شیبانی، سلیمان تیمی، یحیٰ بن سعید قطان، امام اعمش، ہشام بن عروہ، عبید اللہ بن عمر ابن ابی لیلیٰ قاضی، عطاء بن ابی سائب، لیث بن سعد اور ایوب بن عتبہ وغیرہم ہیں۔

تلامذہ میں امام احمد بن حنبل، امام محمد بن حسن شیبانی، علی بن جعد، احمد بن معین، عمرو بن عمر اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت ہے۔

فقہ کے آپ مسلم الثبوت امام ہیں۔حدیث میں بھی آپ کا مقام بہت رفیع تھا اگر چہ فقہ آپ پر غالب تھی اور لوگوں نے آپ کو فقیہ ابو یوسف سے جانا، لیکن یہ سمجھ لینا کہ حدیث میں آپ کو کوئی خاص درک نہیں تھا، جیسا کہ بعض ابنائے زمانہ کا خیال ہے یہ ان کے حالات سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے جب تحصیل حدیث کا ارادہ کیا تو بغداد میں سب سے پہلے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے، اوران سے حدیث سنی اور محدثین کا اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ وہ ابتداء اس محدث سے کرتے جو اس شہر کا سب سے بڑا محدث ہوتا، اندازہ لگایئے کہ بغداد جیسے مرکزِ علم وعلماء میں امام احمد کا امام ابو یوسف کی خدمت میں طلب حدیث کے لئے سب سے پہلے حاضر ہونا اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ امام ابو یوسف کا علم حدیث میں اس وقت کے محدثین کی جماعت میں بڑا اونچا مقام تھا اور وہ اس علم میں امامت کے درجہ پر فائز تھے، امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے تین المباری کے برابر علم حاصل کیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ میں جو شان جامعیت تھی بہت کم لوگوں میں یہ جامعیت پائی جاتی ہے۔وہ ہر فن میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، بعض لوگوں نے تو کہا ہے کہ فقہ ان کا اقل درجہ کا علم تھا، تفسیر، حدیث اور مغازی وسیر وغیرہ میں ان کا مقام فقہ سے بھی زیادہ بلند تھا۔

آپ کے علم وفضل کا اعتراف آپ کے سبھی معاصرین نے کیا ہے، ہلال بن امیہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں ان کا مثل کوئی دوسرا نہیں تھا، محمد بن جعفر کا بیان ہے کہ ابو یوسف اپنے زمانہ کے مشہور اور سب سے عظیم فقیہ تھے، ان کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں تھا، حکومت، ریاست، جاہ ومرتبہ میں ان کو انتہائی مقام حاصل تھا، سب سے پہلے انہوں نے ہی علم اصول فقہ کی بنیاد ڈالی اور تصنیف اور درس وتدریس کے ذریعہ مسائل ابوحنیفہ کو پھیلایا اوران کی فقہ کو اطراف عالم میں عام کردیا۔

امام مزنی سے پوچھا گیا کہ امام ابو یوسفؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے

ہے؟ کہا کہ وہ فقہاء کے سردار تھے اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں عرض کیا کہ وہ حدیث کا سب سے زیادہ اتباع کرنے والے تھے اور امام محمدؒ کے بارے میں فرمایا کہ وہ مسائل کی تفریع میں سب سے مقدم ہیں اور امام زفرؒ کے بارے میں کہا کہ تلامذہ امام ابوحنیفہؒ میں ان کا مقام قیاس میں سب سے بلند ہے۔

ابن خلکان نے امام ابویوسفؒ کا ترجمہ مفصل کیا ہے اور ان کو فقیہ، عالم اور حافظہ حدیث سے یاد کیا ہے۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ الامام، العلامہ، فقیہ العراقین جیسے بلند الفاظ سے شروع کیا ہے۔ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں **کان فقیها عالماً حافظاً** یعنی امام ابویوسف حافظ حدیث، فقیہ اور عالم تھے، خود امام ابوحنیفہؒ نے ان کو ایک دفعہ اعلم من علی الارض سے یاد کیا تھا۔

ان کے علاوہ دیگر بڑے بڑے فقہاء، اکابرین محدثین، ائمۂ علم نے ان کی جلالتِ شان کا اعتراف کیا ہے اور ان کے عادل وثقہ ہونے کی گواہی دی ہے۔ امام احمد ان کو صدوق فرماتے تھے، ابن معین فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے حدیث لکھی ہے اور میں ان سے روایت بھی کرتا ہوں، وہ اس سے بہت بلند تھے کہ ان کی زبان سے جھوٹ نکلے، ابن مدینی کا ارشاد ہے کان **افقههم و احفظهم و اعرفهم بمعانی الحدیث** یعنی اہل فقہ میں یہ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ حافظ حدیث، اور سب سے زیادہ معانی حدیث کے واقف کار تھے، کثیر بن ولید کا بیان ہے کہ جب یہ کلام کرتے تھے تو سننے والا ان کی قوت کلام سے حیران رہ جاتا، باریک اور دقیق مسائل میں تیر کی طرح گزرتے۔

یہ پہلے شخص ہیں جن کو ہارون رشید کے زمانہ میں چیف جسٹس بنایا گیا ان سے پہلے یہ عہدہ کسی کو نہیں دیا گیا تھا، ان کے جاہ وجلال اور شوکت وشان کا یہ عالم تھا کہ ہارون جیسے بارعب اور عظیم بادشاہ سے نہایت بے تکلف ہو کر گفتگو کرتے، اس کو غلط بات پر ٹوکتے، قضاۃ کا تقرر ان کے فرمان سے ہوتا، احکام شاہی بھی بلا ان کے مشورہ کے صادر نہیں ہوتے، ہارون بھی ان کا بہت احترام کرتا تھا، اور اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا تھا، کھانا بھی شاہی دستر خوان پر ہارون کے ساتھ کھاتے تھے۔

علم وفضل کمال کے ساتھ ساتھ آپ کا حافظہ بھی بے نظیر تھا، چالیس تا ساٹھ حدیثیں محض ایک دفعہ سنکر یاد کر لیتے تھے، حلبی نے حسن بن زیاد سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ہمیں امام ابو یوسف کے ساتھ حج کرنے کا اتفاق ہوا، اتفاق سے امام ابو یوسف راستہ میں بیمار ہو گئے، ابن عینیہ بھی اس سال سفر کر رہے تھے، انہیں اطلاع ہوئی تو وہ ان کی عیادت کو تشریف لائے، ہم سے امام ابو یوسف نے کہا کہ ان سے حدیثیں سن لو، ابن عینیہ نے اس مجلس میں ہم سے چالیس حدیثیں بیان کیں، جب وہ چلے گئے تو ان چالیس حدیثوں کو امام ابو یوسف نے سند اور متن کے ساتھ ہم کو سنا دیا، ہم ان کے حافظہ سے متحیر رہ گئے، حالانکہ وہ بیماری سے نڈھال تھے۔

ابن جویر کا بیان ہے کہ امام ابو یوسفؒ محدثین کی مجلس میں حاضر ہوتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں سنتے اور پھر ان کو ہمارے سامنے زبانی دہرا دیتے۔

باوجود اس کے کہ آپ سلاطین اور خلفاء کے مقرب رہے۔ شاہی دربار میں اونچا مقام رکھتے تھے، دنیاداروں سے اختلاط بھی تھا، دنیا نے اپنے دروازے ان پر کھول دیئے تھے، نازونعم کے سامان حاصل تھے، لیکن آپ کی زندگی بڑی پاکیزہ اور بڑی ستھری رہی، کبھی بھی خلفاء اور سلاطین کی رعایت میں دینی امور میں مداہنت کا رویہ آپ نے اختیار نہیں کیا، حق بات کو برسرِ عام کہا اور ہر غیر شرعی امر پر بلا خوف دارو گیر آپ نے نکیر کی۔

مرض وفات میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں کبھی کسی حرام وطی کا مرتکب نہیں ہوا اور کبھی دانستہ میں نے ایک درہم بھی حرام نہیں کھایا، آپ پر خوف وخشیت کا خصوصاً آخری وقت میں بڑا غلبہ تھا، جب انتقال کا زمانہ قریب ہوا تو آپ نے چار لاکھ درہم کی وصیت کی کہ اس کو مکہ، مدینہ، کوفہ، بغداد کے فقراء پر تقسیم کر دیا جائے۔

(امام ابو یوسف کے تذکرہ کے لئے دیکھو، تذکرہ، مناقب کردری دوم، ذیل المذیل، تاریخ خطیب، الجواہر المضیہ، وفیات الاعیان، شذور الذہب، واخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ وغیرہ)

گیارہویں قسط

مولانا داؤد راز کی تشریح بخاری

محمد ابوبکر غازی پوری

راز صاحب آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام الحرب خدعة یعنی جنگ دھوکہ ہے کی شرح میں فرماتے ہیں۔

یعنی اس میں داؤ کرنا اور دشمن کو دھوکہ دینا ضروری ہے۔ (ص ۴۱۶ ج ۴)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے غزوات کئے اور آپ کے بعد صحابہ کرام کے زمانہ میں غزوات ہوتے رہے۔ ان غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کہاں کہاں اور کس کس غزوہ میں دھوکہ اور فریب سے کام لیا، ذرا راز صاحب اس کی نشاندہی کریں، اگر جنگ میں دھوکہ دینا ضروری ہے تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے بہت سی جنگوں میں حیلہ، مکر وفریب اور دھوکہ سے کام لیا ہوگا، اور اس ضروری کام کو انجام دیا ہوگا، راز صاحب دو چار جگہوں کی نشاندہی فرمائیں ہم ان کے ممنون ہوں گے۔

راز صاحب کی قابلیت کا عالم تو یہ ہے اور شوق ہوا بخاری کی احادیث کی تشریح کا، اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر جنگ میں دشمنوں کو دھوکہ دیکر ان کو نقصان پہونچایا تو یہ جائز ہے، اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا، نہ یہ کہ جیسا راز صاحب فرما رہے ہیں کہ دھوکہ دینا جنگ میں ضروری ہے۔

راز صاحب فرماتے ہیں: ''صد افسوس کہ امت کے ایک کثیر طبقہ کو رائے اور قیاس نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے''۔ (ص ۴۲۵ ج ۴) اس بات کو جگہ جگہ راز صاحب دہراتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک شریعت میں رائے اور قیاس سے کام لینا حرام ہے۔ مگر یہی راز صاحب اسی جلد کے صفحہ ۴۶۱ پر فرماتے ہیں: ''سفر جہاد پر سفر

حج وغیرہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے''۔اجی حضرت جب قیاس حرام ہے اوراس قیاس نے امت کے ایک کثیر طبقہ کو برباد کردیا ہے تو اس قیاس کی آپ کے یہاں کہاں سے گنجائش نکل آئی، اور غضب تو یہ ہے کہ اس قیاس کے ذریعہ راز صاحب ہر سفر سے واپسی پر دو رکعت نماز پڑھنے کو مسنون قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں: ایسے طویل سفر سے خیریت کے ساتھ واپسی پر بطور شکرانہ دو رکعت نماز نفل ادا کرنا مسنون ہے۔

ماشاءاللہ کیا فضل ہے، کیا فہم ہے، کیا تفقہ ہے، قیاس حرام بھی ہے اور امت کو برباد کرنے والی چیز بھی ہے اور اسی قیاس کے ذریعہ سفر سے واپسی پر دو رکعت ادا کرنا راز صاحب کے مذہب میں مسنون بھی ہے۔

الٹی سمجھ کسی کو ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کی موت مگر یہ ادا نہ دے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ عسفان سے واپس ہو رہے تھے تو آپ کے ساتھ سواری پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں، اس پر راز صاحب فرماتے ہیں کہ راوی سے سہو ہو گیا ہے، حضرت صفیہ آنحضور کے ساتھ غزوہ خیبر سے واپسی پر تھیں۔(ص۴۵۹)

سوال یہ ہے کہ حضرت امام بخاری کو جو آپ کے نزدیک امام الدنیا تھے، اس سہو پر کیوں نہیں تنبہ ہوا؟ کیا اس سے امام بخاری کی امامت فی الحدیث کا پتہ نہیں چلتا ہے؟ یا امام بخاری تقلید جامد میں گرفتار تھے کہ راوی سے جیسا سنا بلا تحقیق ویسا ہی بیان کر دیا، صرف امام ابوحنیفہ ہی کے خلاف آپ کا قلم اور آپ کی زبان چلتی ہے؟

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب قائم کیا، جس کی عبارت یہ ہے۔ **باب اذا قال احدکم آمین والملئکة فی السماء فوافقت احداھما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه** (ص۵۶۹ ج۴) اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے، اس بات کا باب کہ جب تم میں کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہتے ہیں تو

ایک آمین دوسری آمین سے موافق ہوجاتی ہے تو آمین کہنے والے کے پہلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔اس عبارت میں نہ کہیں زور سے آمین کہنے کا ذکر ہے نہ آہستہ سے، مگر سنئے کہ حضرت مولانا راز صاحب اس عبارت کا بریکٹ میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے کیا ترجمہ کرتے ہیں، حضرت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

باب اس حدیث کے بیان میں کہ جب ایک تمہارا (جہری نماز میں سورہ فاتحہ ختم کر کے باآواز بلند) آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان پر (زور سے) آمین کہتے ہیں، اور اس طرح دونوں کی زبان سے ایک ساتھ (باآواز بلند) آمین نکلتی ہے تو بندے کے گزرے ہوئے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ راز صاحب نے نہایت ایمانداری سے جو غیر مقلدیت کا خاصہ ہے اس عبارت کو کس طرح جہری آمین کی دلیل بنا دیا۔اس طرح کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود کیا کرتے تھے، جس کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ **یحرفون الکلم عن مواضعه** یعنی بات کچھ ہوتی ہے اور یہودی لوگ تحریف کر کے اس کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں، راز صاحب جو ماشاء اللہ بخاری کی تشریح کر رہے ہیں، اس صفت سے متصف ہیں اگر چہ انہوں نے اپنا نام رکھا ہے ''اہل حدیث''، یعنی غیر مقلدین کی اہل حدیثیت یہودی صفت ہوتی ہے۔

اور کمال تو راز صاحب کا یہ ہے کہ ان کو کسی خاص ذریعہ سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ فرشتے آسمان میں زور سے اور بلند آواز سے آمین کہتے ہیں،

اچھا راز صاحب ذرا آپ یہ تو فرمائیں کہ کس خاص ذریعہ سے آپ نے معلوم کرلیا کہ فرشتے آسمان میں باآواز بلند آمین کہتے ہیں؟ ذرا قرآن کی کوئی آیت یا اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پیش کردیں، محض وہم وگمان سے کیا دین کے بارے میں اب آپ بات کریں گے؟

اور لطف بالائے لطف تو یہ ہے کہ حضرت امام بخاری کی اس کتاب کے اس

باب کے تحت آمین کے سلسلہ کی کوئی حدیث ہی نہیں ہے۔حضرت امام بخاری اس باب کے تحت سولہ حدیث لائے ہیں،ان سولہ حدیثوں میں سے کسی ایک حدیث میں آمین کا ذکر نہیں ہے۔ ان سب احادیث کا مشترک مضمون فرشتوں کا وجود ثابت کرنا ہے،ایک حدیث میں البتہ یہ مضمون ہے جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے، **عن ابی هریره رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنالک الحمد فانه من وافق قوله قول الملئكة غفر له ماتقدم من ذنبه.** یعنی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے اور اس کے جواب میں مقتدی اللہم ربنا لک الحمد کہیں ، پس جس کا قول فرشتوں کے قول سے موافق ہو جاتا ہے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصد فرشتوں کا وجود ہی ثابت کرنا ہے، بہر حال اس باب کے تحت بلند آواز سے آمین کہنے کی ایک حدیث بھی نہیں ہے، جس کے لئے حضرت راز نے بے ایمانی کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔

راز صاحب ایک جگہ ان لوگوں پر بہت بگڑے نظر آتے ہیں جو پیروں کے بارے میں جھوٹی جھوٹی حکایتیں گڑھتے ہیں (ص ۱۴۱ ج ۴) راز صاحب کا بگڑنا بالکل صحیح ہے، مگر راز صاحب تو ان لوگوں سے بھی بری حرکت میں مبتلا ہیں، وہ فرشتوں کے بارے میں جھوٹ بکتے ہیں کہ فرشتے آسمان میں زور سے آمین کہتے ہیں، کیا راز صاحب نے ان کی زور کی آمین سنی ہے؟ یا کسی حدیث میں ہے، یا کسی صحابی کا یہ قول ہے، یا کسی تابعی نے یہ کہا ہے، یا کسی فقیہ اور محدث کا یہ قول ہے، یا امام بخاری نے

کہیں اس کی صراحت کی ہے، یہ کسی شارح حدیث نے یہ بکواس کی ہے؟ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے راز صاحب پہلے اپنی خبر لیں، راز صاحب کی جہالت یہ بھی ہے کہ وہ آمین کو صرف فاتحہ کے ختم کے ساتھ خاص کرتے ہیں، گویا اس کے علاوہ آمین کہنے کا اور کوئی موقع نہیں ہے؟

اس جہل پہ کون نہ مر جائے اے خدا

داؤد راز صاحب کہتے ہیں کہ تین روز سے کم میں قرآن کا ختم کرنا خلاف سنت ہے جو ایسا کرتا ہے، یعنی تین روز سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے، قرآن فہمی کا حق ادا نہیں کرتا۔ (ص ۶۹۸ ج ۴)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات میں قرآن ختم کیا، تابعین کی ایک جماعت نے ایک رات میں قرآن ختم کیا، امام بخاریؒ رمضان میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، حضرت امام شافعیؒ رمضان میں روزانہ دو قرآن ختم کرتے تھے گویا یہ سب لوگ صحابہ، تابعین، محدثین خلاف سنت کام کرتے تھے، اور سنت کا معنی اور مفہوم صرف آج کے غیر مقلدوں کو معلوم ہوا ہے۔ اگر راز صاحب یہ فرمائیں کہ ان کی بات الگ ہے، عام لوگوں کو تین روز سے کم میں قرآن کا ختم کرنا خلاف سنت ہے، تو عرض کروں گا کہ کیا راز صاحب کے نزدیک دو طرح کا اسلام اور دو طرح کی شریعت ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے شریعت کا حکم کچھ ہے اور کچھ لوگوں کے لئے کچھ ہے۔ اگر راز صاحب شریعت کے حکم میں عام اور خاص کے حکم میں الگ الگ ہونے کے قائل ہیں تو براہ کرم تقلید کا راستہ چھوڑ کر کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے اپنے اس خیال کو ثابت کریں۔

حضرت امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔

باب من اقام البینة بعد الیمین ،یعنی جس مدعی نے مدعی علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہ پیش کئے۔اس باب کے تحت امام بخاری نے اس حدیث کو پیش کیا ہے،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میرے یہاں مقدمات لاتے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک تم میں سے دلیل بیان کرنے میں بڑھ کر ہوتا ہے **فوت بیانیہ** بڑھ کر رکھتا ہے۔اس کو اگر اس کے بھائی کا حق غلطی سے بڑھ کر دلا دوں تو وہ (حلال نہ سمجھے) اس کو نہ لے میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔(ترجمہ از راز)

راز صاحب فرمائیں کہ اس حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے؟ اس حدیث میں نہ قسم کا ذکر ہے نہ بینۃ کا قسم کے بعد قائم کرنے کا ذکر ہے،راز صاحب ذرا حدیث اور باب سے تعلق قائم کر کے دکھلا دیں،مگر بات ایسی ہو جو عقل میں آئے، زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی کوشش نہ کریں۔

اور راز صاحب کا وحید الزماں کے حوالہ سے یہ نقل کرنا کہ پیغمبر صاحب کو بھی دھوکا ہو جانا ممکن تھا،تو پھر کوئی کسی پیر یا مجتہد کو خطا سے معصوم سمجھے یہ اس کی بڑی بے وقوفی ہے۔(ص١٦١ج٤)

میں راز صاحب سے عرض کروں گا کہ کسی ایک آدمی کا نام لیں کہ وہ مجتہد کو خطا اور غلطی سے پاک اور معصوم سمجھتا ہے، یہ کام تو غیر مقلدین کرتے ہیں کہ ہر ہر بات میں بخاری کا حوالہ مانگتے ہیں، گویا انہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خطا اور غلطی سے معصوم تھے، کاش ان غیر مقلدوں کو معلوم ہوتا کہ جس طرح کوئی مجتہد اور امام خطا اور غلطی سے معصوم نہیں ہے اسی طرح امام بخاری بھی خطا اور غلطی سے معصوم نہیں ہیں، اور نہ بخاری شریف خطا اور غلطی سے معصوم ہے۔حافظ ابن حجر نے بخاری شریف میں ضعیف حدیث کی چار قسم بتلائی ہے، چوتھی قسم وہ ہے

جس کا کوئی عاضد یعنی اس کو قوی کرنے والی کوئی دوسری حدیث نہ ہو، **ومثال الرابع وهوا لضعيف الذى لا عاضد له وهو فى الكتاب قليل جداً.** یعنی چوتھی قسم بخاری شریف میں ضعیف حدیث کی وہ ہے جس کو قوت دینے والی کوئی دوسری حدیث نہ ہو، اور یہ قسم بخاری شریف میں بہت کم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بخاری شریف میں یہ قسم بہت کم سہی مگر ہے تو، پس معلوم ہوا کہ بخاری شریف معصوم کتاب نہیں ہے، اس لئے ہر موقع پر بخاری شریف کی حدیث کا مطالبہ کرنا جاہلوں کا کام ہے۔

*****

(صفحہ ۴۷ کا بقیہ)

مولانا نے اسی جلد کے ص ۴۷ پر **فكان شبه الرضا ء** کو **فكانت سينة الرضاء** لکھ دیا ہے۔ اسی جلد کی ص ۳۱۹ پر اذ کی جگہ اذا لکھ دیا ہے اس سے مفہوم بدل گیا، اسی جلد کے ص ۳۸۴ پر ترهبهم کے بجائے ترهيب لکھ دیا ہے۔

یہ چند مثالیں صرف تحفہ جلد ثانی سے عرض کر دی گئی ہیں کہ اس وقت میرے پاس یہی جلد تھی، ورنہ اس طرح کی غلطیاں اس کتاب کی اور جلدوں میں بھی ہیں، اس طرح کی اگر غلطیاں پکڑی جائیں اور ان سے کسی کا علم ناپا پایا جائے جیسا کہ مولانا مبارکپوری نے علامہ شوق نیموی کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے تو مولانا مبارکپوری کو اپنے ساتھ اپنے بڑوں کی بھی خیر منانی پڑے گی، یہ گری پڑی حرکت سمجھدار عالم کی شان نہیں ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

*****

محمد اجمل مفتاحی

قسط ششم

فضائل ابوحنیفہ

حضرت امام ابوحنیفہ کا خلفاء کے دربار میں حاضر ہونا اور انکے سامنے حق کا اظہار کرنا اور انکے انعامات کو لینے سے انکار کرنا

حضرت اسماعیل بن حماد اپنے والد حضرت حماد بن ابی حنیفہ (امام کے صاحبزادہ) سے نقل کرتے ہیں کہ ابوجعفر منصور خلیفہ نے کوفہ کے حاکم کو لکھا کہ ابوحنیفہ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو میرے پاس بغداد بھیجو۔ تو ان حضرات نے بغداد جانے سے قبل ایک آدمی کو پہلے بھیجا کہ بغداد میں ایک گھر ان کے قیام کے لئے لے لے، پھر یہ لوگ روانہ ہوئے، حماد کہتے ہیں کہ میں بھی خدمت کے لئے ابا جان کے ساتھ اس سفر میں تھا، یہ لوگ بغداد پہونچے تو پہلے منصور کے دربار میں گئے، اور میں باہر ہی سواری کی لگام تھامے رہا، یہ لوگ دیر تک دربار میں رہے، پھر جب نکلے تو میں نے والد سے پوچھا کہ ابا جان! قصہ کیا پیش آیا؟ تو انہوں نے کہا کہ بری خبر ہے، میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ پہلے قیام گاہ چلو، پھر بتلاؤں گا۔ قیام گاہ پر جب ہم پہونچے تو والد صاحب نے بتلایا کہ جب ہم جعفر منصور کے پاس گئے اور اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو اس نے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہیں روایت کرتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں کو اپنی شرطوں کو پورا کرنا چاہئے، تو ہم نے کہا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے، تو اس نے کہا کہ اہل مصر نے مجھ سے یہ شرط کی تھی کہ وہ میرے خلاف بغاوت میں حصہ نہ لیں گے، اور اگر انہوں نے میرے خلاف بغاوت کی تو میرے اوپر ان کا خون حلال ہوگا، اب وہ لوگ میرے باغی ہیں اس لئے ان کا خون میرے لئے حلال ہے۔ تو ابن

شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ نے یہ کہا کہ وہ آپ کی رعایا ہیں اور آپ کا ہاتھ ان پر کھلا ہوا ہے، اور آپ کی بات ان کو ماننی ہے۔ اگر آپ ان کو معاف کردیں تو آپ کے لائق یہ بات ہے اور اگر آپ ان کو سزا دیں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب آپ کیا کہتے ہیں، مجھے تو آپ ہی کا فتویٰ چاہئے، اس لئے آپ اپنی بات کہیں، تو میں نے کہا کہ امیر المومنین انہوں نے جو شرط کی تھی اس کے وہ مالک نہیں تھے، اور آپ نے جو شرط کی وہ آپ کے لئے جائز نہیں تھی اور آپ نے ان سے ایسا عہد لیا جو آپ کے لئے حلال نہیں تھا، اور اللہ کی شرط کا حق زیادہ ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ تو جعفر منصور نے کہا کہ اب تم لوگ میر پاس سے اٹھ جاؤ، تو ہم لوگ اس کے پاس سے اٹھ گئے۔ اور چند دن تک بغداد ہی میں رہے، پھر اس نے ہم سب کو بلایا اور تھوڑی دیر کے بعد دربار سے سب باہر آ گئے، تو حماد نے ابوحنیفہ سے پوچھا ابا جان! اب کیا خبر ہے، تو والد صاحب نے کہا کہ بیٹا اب خیر ہے، جب ہم اس کے پاس پہونچے تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور اس نے مجھ سے کہا کہ شیخ میں نے تمہاری بات میں غور کیا تو میری سمجھ میں آیا کہ تمہاری بات صحیح ہے، اب تم لوگ اپنے شہر لوٹ جاؤ، تو ہم فوراً کوفہ واپس آ گئے۔

خاندان نبوت کے فرد ابراہیم بن عبداللہ نے عباسیوں کے ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا، حضرت امام ابوحنیفہ کھلے طور پر ان کے ساتھ تھے، حضرت امام زفر امام ابوحنیفہ سے اس موقع پر کہا کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت رکیں گے، جب مجلس میں ہم کو پکڑا جائے گا اور ہماری گردنوں میں رسیاں کردی جائیں گی، محمد بن شجاع کہتے ہیں کہ میرے ایک شیخ جن کی کنیت ابومعشر تھی وہ کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی یہ بات مشہور تھی، اور ہم لوگ برابر اس کا تذکرہ بھی کرتے رہا کرتے تھے، انہوں نے بتلایا کہ جس وقت حضرت حسن بن عمارہ کو ابوجعفر منصور کے پاس لایا گیا، منصور نے ان کو ہزار درہم کا تحفہ دیا، حسن بن عمارہ (جو امام

کے شاگرد تھے) اس سے پریشان ہوئے اور انہوں نے امام صاحب سے اپنا قصہ ذکر کیا، اور کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اس کو لینے سے انکار کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا، تو امام صاحب نے ان سے کہا کہ نہ اسے واپس کرو اور نہ کام میں لاؤ۔ پھر منصور نے حضرت امام ابوحنیفہ کو دس ہزار درہم دئے جانے کا حکم دیا اور حسن بن قحطبہ نامی اپنے ایک درباری کو امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم کیا، حضرت امام ابوحنیفہ کو جب محسوس ہوا کہ منصور کی رقم وہ لے کر آنے والا ہے تو وہ مریض بن گئے اور ایسا ظاہر کیا کہ جیسے ان پر بے ہوشی طاری ہے۔ لوگوں سے بات چیت کرنا بند کر دیا، جب حسن بن قحطبہ منصور کی رقم لے کر کے ان کے پاس آیا تو لوگوں نے کہا کہ ان کا حال یہ ہے اور وہ بات چیت نہیں کر رہے ہیں، اس نے اس رقم کو مسجد کے ایک کونہ میں رکھ دیا اور واپس ہو گیا۔ یہ قصہ روایت کرنے والا کہتا ہے کہ رقم کی وہ تھیلی حضرت امام ابوحنیفہ کی وفات تک مسجد کے اس کونے میں پڑی رہی۔ وفات کے وقت امام صاحب کے صاحبزادے حماد نہیں تھے، جب وہ واپس آئے تو اس تھیلی کو حسن بن قحطبہ کو واپس کر دیا، تو ابن قحطبہ نے حماد سے کہا کہ اللہ تمہارے باپ پر رحم کرے، انہوں نے اپنے دین کی کیسی حفاظت کی، جب کہ لوگ دین سے لاپرواہ ہو رہے تھے۔

حسن بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی مجلس میں امام ابوحنیفہ کا تذکرہ ہوا، تو انہوں فرمایا: اللہ ابوحنیفہ پر رحم کرے، ان کے بارے میں کیا کہا جائے، دینار اور اموال کثیرہ ان کو پیش کئے گئے، مگر انہوں نے سب کو ٹھکرا دیا۔

خلق قرآن کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

اور اس مسئلہ میں بات کرنے سے احتیاط

امام صاحب ہی کے زمانہ میں خلق قرآن کا مسئلہ ابھرنے لگا تھا، حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی فراست سے محسوس کر رہے تھے اور ان کی دوربین نگاہی ان کو

بتلا رہی تھی کہ یہ مسئلہ آگے چل کرامت کے لئے ایک فتنہ بننے والا ہے۔تو امام صاحب خود بھی اس مسئلہ میں کوئی گفتگو نہیں کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس میں پڑنے سے سختی سے منع کرتے تھے، چنانچہ حسن بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف سے سنا کہ ایک شخص ایک جمعہ کو مسجد میں آیا اور اس نے مسجد کے حلقوں میں گھوم گھوم کر لوگوں کے سامنے خلق قرآن کا مسئلہ رکھا، وہ حلقوں والوں سے اس مسئلہ میں ان کی رائے معلوم کر رہا تھا، حضرت امام ابو حنیفہ اس وقت کوفہ سے باہر مکہ میں تھے، اور لوگ تو اس مسئلہ میں خوب پڑے اور طرح طرح کی باتیں کیں، اور میرا حال یہ تھا کہ میں اس آدمی کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی شیطان ہے جو انسان کی شکل میں ہمیں گمراہ کرنے آیا ہے۔ جب وہ شخص ہمارے پاس آیا تو ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے کو اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کیا، ہم نے اس سے کہا کہ ہمارے شیخ موجود نہیں ہیں، ان کی غیر موجودگی میں ہم اس مسئلہ میں گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھتے وہ آئیں گے اور وہی اس مسئلہ میں بات کریں گے تو وہ شخص ہمارے حلقہ سے چلا گیا۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ واپس ہوئے تو ہم نے قادسیہ میں جا کر ان کا استقبال کیا، انہوں نے ہم سے شہر اور شہر والوں کی خیریت معلوم کی تو ہم نے ان کو سب کی خبر دی، پھر جب ہم اطمینان سے بیٹھے تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ کی غیر موجودگی میں ایک مسئلہ پیش آیا ہے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب ہم نے امام صاحب سے یہ کہا تو گویا انہوں نے ہمارے دل کی بات کو تاڑ لیا، اور ان کے چہرہ پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، انہوں نے ہم سے پوچھا کہ وہ مسئلہ کیا ہے تو ہم نے بتلایا کہ فلاں بات پیش آئی تھی، تو تھوڑی دیر امام صاحب نے سکوت کیا اور پھر پوچھا کہ تم لوگوں نے کیا جواب دیا، تو ہم نے بتلایا کہ ہم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، ہمیں ڈر تھا کہ ہم کوئی جواب دیں اور آپ اس کو پسند نہ کریں۔ جب ہم نے امام صاحب سے یہ بات کہی تب ان کی فکر دور ہوئی اور بشاشت لوٹ آئی اور چہرہ کھل گیا،

اور انہوں نے ہمیں بار بار دعا دی اور کہا کہ جزاکم اللہ خیرا، جزاکم اللہ خیرا، پھر انہوں نے ہم سے کہا کہ میری یہ وصیت یاد رکھو کبھی اس مسئلہ میں ایک بات بھی منہ سے مت نکالنا، اس مسئلہ میں صرف اتنا کہو کہ وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس سے ایک حرف زیادہ کہو اور نہ کم کہو، پھر فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ ایک دن پورے عالم اسلام کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا، اور لوگوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی، ہمیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ شیطان مردود سے پناہ میں رکھے۔

حسن بن زیاد لؤلؤی کہتے ہیں کہ میں اور حماد بن ابی حنیفہ داؤد طائی کے پاس گئے، ان کی مجلس میں کچھ باتوں کا تذکرہ ہوا تو داؤد طائی نے حماد بن ابی حنیفہ سے کہا کہ گفتگو کرنے والا ہر طرح کی گفتگو میں امید ہے کہ بچا رہے گا، الا یہ کہ وہ خلق قرآن کے مسئلہ میں بات کرے، اس لئے اس مسئلہ میں کسی قسم کی گفتگو سے بچنا چاہئے، زیادہ سے زیادہ اتنا کہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس سے آگے نہ بڑھے۔ پھر فرمایا کہ میں نے تمہارے والد حضرت امام ابوحنیفہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے ہمیں قرآن کے بارے میں بتلایا کہ وہ اس کا کلام ہے، پس اللہ نے جتنا بتلایا اگر آدمی اتنے ہی پر رہے گا تو وہی مضبوط کڑے کو تھامے رہے گا، اور اس کا دین محفوظ رہے گا اور جو شخص اس سے آگے بڑھے گا تو پھر ہلاکت ہے۔ تو حماد نے داؤد سے کہا کہ اللہ میرے بھائی کو جزائے خیر دے، کتنا اچھا انہوں نے مشورہ دیا ہے۔

خلق قرآن کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ سے اس قسم کی بات امام ابوحنیفہ کے متعدد شاگردوں نے نقل کی ہے، سب کا حاصل یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ خود بھی اس مسئلہ میں بہت محتاط تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس مسئلہ میں پڑنے سے روکتے تھے۔

حسن بن زیاد سے ایک آدمی نے کہا کہ امام ابویوسف اور امام زفر خلق قرآن کے مسئلہ میں کلام کیا کرتے تھے تو انہوں نے اس سے کہا کہ سبحان اللہ تو بڑا بے وقوف ہے، تو ہمارے ساتھیوں اور ہمارے شیوخ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ لوگ ''کلام''

کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتے تھے، یہ لوگ تو وہ حضرات ہیں جن کو حدیث وفقہ کا گھرانہ کہا جاتا ہے، علم کلام کے بارے میں تو وہ گفتگو کرتا ہے جس کو عقل نہیں ہوتی ہے۔ یہ حضرات تو اللہ تعالیٰ اور اس کی حدود کا خوب علم رکھنے والے تھے، یہ اس سے بہت دور تھے کہ اس کلام میں بحث کریں، جو کلام کے تیری مراد ہے۔ میں نے اپنے مشائخ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف وغیرہ کو دیکھا ہے کہ صرف فقہ وحدیث سے ان کو مطلب ہوتا تھا، تو اس آدمی نے حسن بن زیاد سے کہا کہ فلاں شخص (یعنی بشر مریسی جو معتزلی تھا) تو یہ کہتا ہے کہ خلق قرآن کے بارے میں وہ وہی بات کہتا ہے جو ابوحنیفہ امام زفر اور ابو یوسف کہا کرتے تھے؟ تو حسن نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے، غلط بیانی کرتا ہے، میں نے تو ان اماموں میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ایک حرف کی بھی گفتگو کی ہو نہ اور کسی سے انہوں نے اس بارے میں کچھ نقل کیا ہے۔ تم نے بشر مریسی سے کیوں نہیں پوچھا کہ تو نہ امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہا اور نہ امام زفر کی صحبت میں رہا، تو نے صرف امام ابو یوسف کی صحبت پائی، امام ابو یوسف نے تجھ کو کیوں اپنی مجلس سے دھتکار دیا تھا، اس سے بڑا جھوٹا کون ہوگا۔

حضرت امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں ابو یوسف کے درس میں تھا، بشر مریسی بھی تھا تو ابو یوسف نے حکم دیا، اور مریسی کا پاؤں کھینچ کر ان کی مجلس سے باہر کیا گیا، پھر بھی میں نے اس کو ان کی مجلس میں آتے جاتے دیکھا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ کل جو تمہارے ساتھ واقعہ پیش آیا اس کے باوجود تم یہاں آرہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ اتنے کی وجہ سے میں اپنے علم کے حصہ سے محروم نہیں ہونا چاہتا ہوں۔

قاضیوں کے فیصلے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں اور ان کے غلط فیصلوں پر نکیر

قاضی ابن ابی لیلیٰ کوفہ کے مشہور قاضی ہیں، ان کا زمانہ اور امام صاحب کا

زمانہ ایک ہی ہے، ایک دفعہ قاضی ابن ابی لیلیٰ قضا کی مجلس کو ختم کر کے اپنے گھر واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں ایک عورت ملی، وہ ایک خاص لقب سے جانی جاتی تھی، کسی آدمی نے اس عورت کو دیکھ کر اس خاص لقب سے اس کو پکارا، تو اس عورت نے غصہ میں اس کو یا ابن الزانیین کہہ کر مخاطب کیا، یعنی اے دوزانی کے لڑکے، ابن ابی لیلیٰ نے عورت سے جب یہ گالی سنی تو قضا کی کرسی پر واپس گئے اور اس عورت کو بلایا اور مسجد میں اس کو کھڑا کیا اور دو حد لگائی (عورت نے اس آدمی کے باپ کو بھی زانی) کہا تھا اور ماں کو بھی، اس وجہ سے دو حد لگائی) جب یہ بات امام ابوحنیفہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا تمہارے قاضی نے اس فیصلہ میں چھ جگہ غلطی کی ہے۔(۱) قضا کی کرسی سے اٹھ کر دوبارہ کرسی پر گئے (۲) اور بلا حد کا مطالبہ ہوئے انہوں نے حد لگائی (۳) انہوں نے مسجد میں حد لگائی جب کہ مسجد سزا کی جگہ نہیں ہے (۴) انہوں نے عورت کو کھڑا کیا اور سزا دی جب کہ عورتوں کو کھڑا کر کے سزا دینی جائز نہیں (۵) انہوں نے دو حد لگائی جب کہ ایک ہی واجب تھی اگر دو حد واجب بھی ہوتی تو ایک ہی جگہ پر دو حد لگانا جائز نہیں ہوتا ہے، پہلے ایک حد لگا کر اتنا انتظار کرنا چاہئے کہ پہلے سے صحت ہو جائے، سلیمان کہتے ہیں کہ چھٹی بات کیا تھی وہ میں بھول گیا، ابوجعفر کہتے ہیں کہ وہ کچھ بھولے نہیں چھٹی بات یہی تھی کہ انہوں نے دو حد ایک جگہ جاری کیا۔

حضرت ابوحنیفہ کے ایک شاگرد ضیان نام کے تھے وہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ سے کہا گیا کہ آپ کے فیصلہ کو امام ابوحنیفہ غلط قرار دیتے ہیں، اس کی شکایت ابن ابی لیلیٰ نے کوفہ کے گورنر عیسیٰ بن موسیٰ سے کی تو عیسیٰ نے امام صاحب سے کہا کہ آپ فتویٰ نہ دیا کریں، اس کے بعد امام صاحب سے ایک مسئلہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا تو انہوں نے فتویٰ نہیں دیا اور کہا کہ مجھ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہے، اور میں نے کہہ دیا ہے کہ میں فتویٰ نہیں دوں گا۔

عبداللہ بن الحسن اپنے بعض رفقاء سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ جعفر منصور نے

شام کے ایک محدث صاحب کو جن کا لوگوں میں شہرہ تھا، بیت المال کا متولی مقرر کیا، پھر جب حساب وکتاب کیا تو معلوم ہوا کہ ان محدث صاحب نے اپنی تنخواہ کے علاوہ بیت المال سے اسی ہزار اور لے لئے ہیں، ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ یہ اسی ہزار میں نے اپنے قرابت داروں کا حصہ لیا ہے، بیت المال میں ان کا بھی حق ہے۔ منصور کو محدث صاحب کا یہ عمل گراں گزرا، لوگوں سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اس کا حل امام صاحب ابوحنیفہ کے پاس ہوگا، وہی اس مسئلہ کو حل کریں گے، چنانچہ منصور نے امام صاحب کو بلایا اور اس متولی آدمی کو بھی بلایا، امام صاحب سے اس نے وہی بات کہی جو اس نے منصور سے کہی تھی، تو امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ بتلاؤ کہ اگر کسی آدمی کے ذمہ میرا اور تمہارا مال مشترک ہو اور اس آدمی نے تم کو اس میں سے کچھ دے دیا ہو تو اس میں سے میرا بھی حصہ ہے کہ نہیں، یا صرف وہ تمہارا ہوگا؟ اس محدث نے کہا کہ نہیں اس میں آپ کا بھی اتنا ہی حق ہوگا جتنا میرا، تب امام ابوحنیفہ نے کہا مسلمانوں کے بیت المال سے جو تم نے اپنے لئے اور اپنے قرابت داروں کے لئے لیا ہے، اس میں ہم سب کا حق ہے، اس لئے کہ بیت المال تو سارے مسلمانوں کا ہے، اس لئے تمہارے لئے کیسے جائز ہوگا کہ بیت المال کے مال میں سے تم کچھ حصہ صرف اپنے لئے خاص کرو، محدث صاحب کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور انہوں نے لیا ہوا مال بیت المال کو واپس کر دیا۔

کلام کو عرف پر محمول کیا جائے گا

ابو عاصم النبیل کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ مکہ میں تھے، لوگ ان پر ٹوٹے ہوئے تھے اور ان سے مسائل پوچھ رہے تھے، ہجوم کی کثرت سے پریشان ہوکر امام صاحب نے فرمایا کہ کوئی یہاں ایسا آدمی ہے جو گھر والے کو بلا کر لائے اور اس مجمع کو دور کرے، تو ایک نوجوان نے کہا میں جاؤں گا، بشرطیکہ میرے ایک سوال کا آپ جواب

دے دیں، اس نے اپنا سوال پوچھا پھر دوسرے نے اور پھر تیسرے نے اس طرح پوچھنے کا سلسلہ دراز ہوتا گیا تو امام صاحب نے کہا کہ وہ شخص کہاں گیا جس نے کہا تھا کہ میں گھر والے کو بلا کر لاتا ہوں، تو جس نے کہا تھا کہ میں بلا کر لاؤں گا، اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ ابھی بلا کر لاؤں گا، تو امام صاحب نے کہا اچھا میرے ساتھ حیلہ کرو گے، پھر فرمایا اس طرح کے موقع پر جب اس طرح کا کلام کیا جاتا ہے تو اس کو عرف پر محمول کیا جاتا ہے، اور اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ابھی جاؤں گا۔

حدیث کو لینے کے بارے میں امام صاحب کا مذہب

حسن بن مالک حضرت امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث کو لینے کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ تھا کہ اسی سے وہ حدیث لیتے جس نے حدیث کو جب سے اس نے سنا اس وقت سے لے کر حدیث بیان کرنے کے وقت تک اس کو وہ حدیث محفوظ رہتی۔

حضرت ابو یوسف سے نقل کیا گیا ہے کہ حدیث کے بارے میں امام صاحب کا مسلک یہ تھا، **لا ینبغی للرجل إن یحدث من الحدیث الا مایحفظه من یوم سمعه الی یوم یحدث به**، یعنی امام صاحب فرماتے تھے کہ کسی آدمی کو حدیث بیان کرنا جائز نہیں جب تک کہ حدیث کو سننے کے وقت سے لے کر حدیث بیان کرنے کے وقت تک وہ حدیث اس کے حافظہ میں نہ ہو،

عمرو بن ہیثم کہتے ہیں کہ اگر کسی محدث نے کسی شاگرد سے کہا کہ میرے سامنے حدیث پڑھو تو اس شاگرد کو جائز ہے کہ جب وہ حدیث دوسرے سے بیان کرے تو جس کے سامنے پڑھا ہو اس کا نام لے کر کہے کہ حدثنی فلان، ابن ہیثم کہتے ہیں کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

اسحٰق بن حسن کوفی کہتے ہیں کہ میں امام صاحب کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس ایک خط لے کر آیا، جس میں اس کے لئے سفارش کی گئی تھی، (بقیہ ص ۹ پر)

کیاعورت امامت کرسکتی ہے؟

مکرمی!   سلام مسنون

برائے کرم فرمائیں کہ کیا عورت کا امام ہونا بلا کراہت درست ہے؟ اس بارے میں احناف کا کیا مسلک ہے؟ اور اہل حدیث کا کیا مسلک ہے؟

محمد اسحٰق شیرازی کانپور

زمزم!

اہل حدیث کے یہاں بلا کسی کراہت کے عورت عورتوں کی امام ہوسکتی ہے، فرض نماز میں بھی اور نفل نماز میں بھی،

احناف کے یہاں عورت کا امام ہونا مکروہ ہے، اگر وہ عورتوں کی امامت کرے گی تو نماز جائز ہوگی، اس کو دہرانا نہیں ہوگا۔ البتہ اس شکل میں وہ عورتوں کے آگے ہوکر امامت نہیں کرے گی، بلکہ ان کے بیچ میں کھڑی ہوگی۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا امام ہونا بلا کسی کراہت کے جائز ہے، مگر خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے " **لاتؤم المرأة** "

(ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۳ تحقیق عوامہ)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر کے مشہور خادم اور شاگرد ہیں، مشہور تابعی ابن عون نے خط لکھ کر ان سے پوچھا کہ **أتؤم المرأة النساء؟** کہ کیا عورت عورتوں کی امامت کرسکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا **لا اعلم المرأة تؤم النساء** کہ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرے گی، (ایضاً)

حضرت نافع کا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ یہی مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی رہا ہوگا، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت نافع کا مذہب اور عمل نہیں ہوتا تھا، نیز یہ بھی جاننے کی بات ہے، اگر عورتوں کی

امامت اسی طرح سے مطلقاً جائز ہوتی جیسا کہ مرد کی ہوتی ہے۔تو کم از کم عہد صحابہ میں اس کا رواج ہوتا،مگر عہد صحابہ وعہد تابعین اور ان کے بعد کے عہدوں میں اس کے رواج اور عمومی عمل کا پتہ نہیں چلتا،اور خود غیر مقلدین کا عمل ہمیں کہیں نظر نہیں آتا کہ ان کے گھروں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاتی ہو اور عورتوں کی امامت ہوتی ہو،حالانکہ ان کے بڑے فرماتے ہیں کہ:

وهذه الاحاديث كلها تدل على سنية جماعة النساء وحدهن في الفرض والنفل، (الخ ص۴۰۸) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں یہ تمام حدیثیں (جن میں عورتوں کے امام ہونے کا ذکر ہے،اس بات کی دلیل ہے کہ تنہا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مسنون ہے۔ اگر یہ مسنون عمل ہے تو غیر مقلدین اس مسنون عمل کے مستقل تارک ہیں،ورنہ کوئی ہمیں بتلائے کہ ان کے گھروں میں عورتیں جماعت کے ساتھ عورت امام کے پیچھے کہاں نماز پڑھتی ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کا یہ صرف زبانی جمع وخرچ ہے،عملاً غیر مقلدین کے گھر میں یہ مسنون عمل بالکل چھوٹا ہوا ہے۔

مولانا مبارکپوری صاحب تو عورت کی امامت کو عورتوں کے لئے مطلقاً جائز رکھتے ہیں،یعنی فرض میں بھی اور نفل میں بھی،مگر ان کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ عطا بن یسار اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما تو عورت کی امامت کو مطلقاً ممنوع قرار دیتے ہیں،ابن حزم محلی میں فرماتے ہیں: **وقال سليمان بن يسار ومالك بن انس لا تؤم المرئة النساء في فرض ولا نافلة** (محلی ص۱۰۸ ج۳) یعنی سلیمان بن یسار اور مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورت عورت کی امامت نہ فرض میں کر سکتی ہے اور نہ نفل میں۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جب یہ مذہب ہے تو معلوم ہوا کہ عام طور پر اہل مدینہ کا بھی یہی مذہب ہوگا،اس لئے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہیں ہوتا،

بعض حضرات صحابہ وتابعین صرف نفل نمازوں میں عورت کی امامت کے قائل ہیں، یہی مسلک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، تراویح کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ عورت تراویح میں عورتوں کی امام ہوسکتی ہے، ان تفصیلات کے لئے ابن حزم کی محلی دیکھو، ص ۱۰۷-۱۰۸ ج ۳

☆☆☆☆☆

اگر نجاست پانی میں گر جائے خواہ وہ کتنی بھی ہو تو بھی وہ نجس نہیں ہے، اگر اس کا رنگ مزہ اور بو نہ بدلے

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب مشہور غیر مقلد عالم اپنی کتاب ابکار المنن میں فرماتے ہیں: فاذا وقعت نجاسة فی ماء ولم یغلب ریحه او لونه او طعمه علیه حصل العلم، بان تلک النجاسة فیه قد تغیرت الی طبعیة الماء الغالب ولم تبق نجاسة وخبیثة فینبغی ان یجوز الوضوا (ابکار ص ۹)

یعنی نجاست اگر پانی میں گر جائے اور پانی کی بو یا رنگ یا مزہ پر وہ غالب نہ ہو تو اس کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ پانی میں وہ نجاست بدل گئی اور اب وہ نجاست نہ نجاست نہ رہی اور نہ گندی چیز رہی، اس لئے اس (نجاست) والے پانی سے وضو کرنا مناسب ہے،

☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

عربوں کا کوئی عمل بلا دلیل شرعی حجت نہیں

مکرمی! مدیر زمزم صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت والا بندہ کو حج وزیارت کی سال گزشتہ سعادت حاصل ہوئی، وہاں میں نے دیکھا کہ جب دو عرب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کا بوسہ لیتا ہے، کیا اس کا شرعی کوئی ثبوت ہے، ہمارے یہاں عرب کے عمل کو لوگ بڑی اہمیت دیتے ہیں، براہ کرم جواب باصواب سے نوازیں۔

ایوب احمد آباد گجرات

زمزم!

میں نے عربوں کو ملاقات کے وقت گال پر گال رکھتے ہوئے دیکھا ہے، بوسہ لینا میرا مشاہدہ نہیں ہے، عرب ایک دوسرے کا ملاقات کے وقت بوسہ لیتے ہوں یا گال پر گال رکھتے ہوں، ان دونوں عمل میں سے کوئی بھی عمل شرعاً ثابت نہیں ہے، عرب کا کوئی عمل کسی زمانہ میں بھی شرعی دلیل نہیں رہا ہے۔ عرب میں جاہل بھی ہیں اور عالم بھی، عربوں کا وہی عمل معتبر ہوگا جو شرعی ہو، ان کے غیر شرعی اور جہالت والی باتوں کی اتباع کرنا اور ان کی دیکھا دیکھی وہی عمل کرنا جہالت ہے،

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت سینہ سے لگانا اور دونوں آنکھوں کے بیچ کے حصہ کا (جو ناک کے سیدھ میں ہوتا ہے) بوسہ لینا تو ثابت ہے، مگر گال پر گال رکھنا ثابت نہیں ہے، یہ عربوں کی جاہلی رسم ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نجاشی کے پاس سے واپس ہوئے تو ان کی واپسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا خوش ہوئے، جب ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سینہ سے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں

کے درمیان کے حصہ کا بوسہ لیا،

قدم جعفر من عندالنجاشی فالتزمہ وقبل مابین عینیہ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۶ ج۲۰)

سعودیہ ہو یا دنیائے عرب کی کوئی اور جگہ وہاں کے لوگوں کا وہی عمل قابل اتباع ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو، ہمارے لئے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کافی ہے، وہی دلیل ہے، وہی حجت ہے، وہی شریعت ہے، وہی دین ہے اور یہی چیز راہ نجات ہے، ہمارا تجربہ ہے کہ جو لوگ سعودیہ جارہے ہیں، وہ اپنے ساتھ ہدایت نہیں گمراہی لے کر آرہے ہیں، ننگے سر نماز پڑھنے کی بدعت سعودیہ ہی کی دین ہے، نمازوں کی پہلے اور بعد کی سنتوں سے لاپرواہی سعودیہ ہی کی دین ہے، اکابر واسلاف اور خاص طور پر اہل تصوف کے بارے میں بدعقیدگی یہ سب سعودیہ ہی کی دین ہے، اللہ ہم پر رحم فرمائے۔

سحر کے توڑ کا ایک عمل

حیاۃ الحیوان (اردو) جلد دوم (ص ۹۴) پر سحر کے توڑ کا یہ عمل لکھا ہے۔
سحر جادو کے لئے مندرجہ ذیل عمل اکیس (۲۱) مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے سحر والے مریض کو پلائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم. یری بجری کو اڑ باندھ، سوب روا بجری آئے، بجری جائے سب جگہ سمائے، ٹونہ جادو سب دور ہو جائے، جو ٹونہ جادو پھر کر آئے، الٹ پلٹ وہاں کا وہاں پڑ جائے، جو جو کرے سو سو مرے، **بحق لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا.**

صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی کتاب

ابکار المنن کے بارے میں

مکرمی ومحترمی حضرت استاذ مکرم وام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، الحمدللہ بندہ بھی آپ کی دعا سے عافیت سے ہے۔

حضرت والا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کی کتاب ابکار المنن جو انہوں نے علامہ شوق نیموی رحمۃ اللہ کی کتاب آثار السنن کے رد میں لکھی ہے، اس کا ہمارے یہاں آج کل تذکرہ ہے، براہ کرم اس رد کی قیمت اور اہمیت پر کچھ روشنی ڈالیں، احباب کرام کو اس کا انتظار ہے، ان کی کتابوں پر آپ کے قلم سے جو تحریر نکلی ہے، اس سے بڑا فائدہ ہوا ہے، زمزم مسلسل مل رہا ہے، نیا چندہ بھیجا جا چکا ہے۔

والسلام محمد ہاشم قاسمی، ویسٹ بنگال

زمزم!

عزیزم سلمہٗ مولانا مبارکپوری صاحب کا ایک خاص مزاج تھا، وہ یہ کہ احناف کے بارے میں لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہو کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں، غیر مقلدین کا جب سے وجود ہوا ہے، ان کی خدمت دین کا ماحصل یہی رہا ہے۔ علامہ مبارکپوری صاحب کے بڑے بھی یہی مزاج رکھتے تھے، مگر بڑوں میں وہ تشدد نہیں تھا، جو مبارکپوری صاحب اور ان کے ہم عصروں میں پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلانے کے لئے کہ احناف کے مسائل اور ان کا مذہب بھی کتاب وسنت سے مدلل ہیں، خالص احادیث کی روشنی میں آثار السنن

نامی بے نظیر کتاب لکھی، اور اس کتاب میں پوری محدثانہ شان سے بلا کسی تعصب اور غیر مقلدوں کو تنقید کا نشانہ بنائے احناف کے مسائل کو احادیث و آثار سے مدلل کیا، جب یہ کتاب وجود میں آئی تو حلقہ غیر مقلدین میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی، ان کو یہ گوارا نہیں ہوا کہ غیر مقلدوں کے علاوہ کسی اور کا مذہب بھی کتاب وسنت والا ہو، اور ان کی یہ قوالی ''ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد'' کی لے دھیمی پڑے۔

عظیم آباد پٹنہ میں اکابر غیر مقلدین کی میٹنگ ہوئی اور مولانا عبدالرحمن صاحب جو اس زمانہ میں عظیم آباد میں مقیم تھے، ان کو بڑے اصرار سے آثار السنن کے رد کے لئے تیار کیا گیا، اس طرح ابکار کی تالیف ہوئی، جب یہ کتاب تیار ہوئی تو غیر مقلدین میں ان کی بڑی واہ وائی ہوئی، بلاشبہ اس کتاب میں مولانا مبارکپوری اپنے مقصد میں کامیاب نظر آتے ہیں، یعنی ان کی غیر مقلدیت پورے عروج پر نظر آتی ہے۔ غیر مقلدیت نام ہے جہالت، خیانت، انانیت، عصبیت اور اکابر اسلاف کے خلاف بدزبانی کا، ان تمام اوصاف کی یہ کتاب بہترین نمونہ ہے۔ آثار السنن جتنی مہذب کتاب ہے اتنی ہی یہ کتاب غیر مہذب ہے۔

آثار السنن کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نیموی کے سامنے صرف احناف کے مذہب کو آثار السنن کی روشنی میں مدلل کرنا ہے، نہ وہ کسی پر تنقید کرتے ہیں اور نہ وہ کسی غیر مقلد عالم کا نام لے کر رد کرتے ہیں، نہایت باوقار قلم ان کے ہاتھ میں ہے، اس کے برخلاف ابکار کا حال یہ ہے کہ اس میں مولانا مبارکپوری کی غیر مقلدیت مذکورہ اوصاف کے ساتھ جگہ جگہ جلوہ گر نظر آتی ہے، اس کتاب کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اگر یہ کتاب کوئی سادہ مزاج آدمی سنجیدگی کے ساتھ پڑھے، اور اس کو احادیث کا صحیح علم نہ ہو تو وہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بدظن ہو کر منکر حدیث ہو جائے گا، اور کسی بھی بڑے سے بڑے محدث کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رہے گی، غرض یہ کتاب انکار حدیث کا دروازہ کھولنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

اب میں ذرا تفصیل سے اس کتاب کی حقیقت سے آپ کو آگاہ کراتا ہوں، مولانا مبارکپوری تو اس کتاب میں اپنے کو حدیث کا سب سے بڑا جانکار ثابت کرتے ہیں اور مولانا نیموی کو اپنے سامنے طفل مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے ہیں، مگر ان کی قابلیت کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کا نام بھی صحیح نہیں رکھا ہے، کتاب کا پورا نام ہے ''ابکار المنن فی تنقید آثار السنن'' عربی میں تنقید کا استعمال آج تک اس معنی میں کہیں نہیں سنا گیا، جس معنی میں مولانا استعمال کررہے ہیں، بلکہ لفظ تنقید باب تفعیل سے کسی عربی لغت میں ملتا ہی نہیں، جس معنی میں مولانا یہ لفظ استعمال کررہے ہیں اس معنی میں عربی کا لفظ ''نقد'' استعمال ہوتا ہے نہ کہ تنقید، معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا ذہن اس طرف چلا گیا کہ انہوں نے یہ کتاب اردو میں لکھی ہے، اور ان کی غیر مہذب زبان کا حال یہ ہے کہ جگہ جگہ مولانا نیموی کو جاہل، متجاہل، خائن، متعصب وغیرہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: **قول النیموی لا یخلو عن تعصب و جهالة**، (ص ۱۵۷) یعنی نیموی کا قول تعصب یا جہالت سے خالی نہیں ہے۔

ایک جگہ مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں، نیموی یہ سمجھتے ہیں کہ ہر اختلاف خواہ جیسا بھی ہو، اس سے راوی کا ضابط نہ ہونا معلوم ہوتا ہے، پھر اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، یہ باطل گمان ہے، **ولا یقوله الاجاهل عن الاصول او متجاهل**، (ص ۲۳) یعنی یہ بات وہی کہے گا جو اصول سے جاہل یا قصداً جاہل بنتا ہو،

ایک جگہ حضرت علامہ نیموی پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں،

لو تعجب النیموی علی امام الفن یحی بن معین الذی قال الامام احمد فی شانه: کل حدیث لا یعرفه یحی فلیس بحدیث فلا عجب فان الجاهل لجهالته ربما یتعجب علی الخبیر ویطعن علیه (ص ۳۲) یعنی اگر نیموی کو یحی بن معین جو امام فن ہیں اور جن کے بارے میں حضرت امام احمد کا ارشاد ہے کہ جس حدیث کو یحی نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں اگر تعجب

کریں تو کوئی عجیب بات نہیں ہے اس لئے کہ جاہل آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے باخبر آدمی پر تعجب کرتا ہی ہے اور اس پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں: **قد خان النیموی فی نقل کلام الحافظ** (ص۲۲۳) یعنی نیموی نے حافظ کے کلام کو نقل کرنے میں خیانت کی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ: **هذه خيانة صريحة**، یعنی نیموی کی یہ صریح خیانت ہے،

اور وہ صریح خیانت کیا ہے؟ جس حدیث کو حافظ نے حسن کہا ہے، مولانا نیموی نے اس کو حافظ کی طرف منسوب کر کے حسن کہہ دیا ہے۔ مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حافظ نے دو اور روایتوں کو ذکر کیا ہے، جو حسن والی روایت کے معارض ہے، یعنی مبارکپوری صاحب کے نزدیک اگر کسی حسن روایت کے معارض روایتوں کا ذکر کر دیا جائے تو حسن سند غیر حسن ہو جاتی ہے (اس فلسفہ پر کون نہ مر جائے اے خدا)

غرض مولانا مبارکپوری صاحب علامہ نیموی کے خلاف پوری کتاب میں اسی طرح کی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

اس کتاب کا ایک ''جمال'' یہ بھی ہے کہ مولانا مبارکپوری صاحب نے پچاسوں صحیح حدیث کو ضعیف بتلانے کی جرأت کی ہے، اور یہ جرأت اس لئے کی ہے کہ وہ احادیث احناف کے مسلک کی مؤید ہیں، اور متعدد ضعیف احادیث کو صحیح بتلایا ہے، اس لئے کہ ان ضعیف احادیث سے غیر مقلدین کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

چند مثالیں اس کی بھی ملاحظہ ہوں:

ابھی آپ نے دیکھا کہ نیموی نے ایک حسن سند کی حدیث کا حوالہ دیا تھا، اور کہا تھا کہ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا تو مبارکپوری صاحب اس حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حافظ کا مقصود یہ ہے کہ حدیث کی سند حسن ہے اور حدیث ضعیف ہے، **مقصود الحافظ اسناد حديث عمار حسن والحديث**

ضعیف (ص ۲۲۵)

معلوم نہیں مبارکپوری صاحب کو حافظ ابن حجر کے اس مقصود کا پتہ کس کتاب سے چلا، یا ابن حجر نے اپنا یہ مقصود مبارکپوری صاحب کو خواب میں آ کر بتلا دیا تھا، غیر مقلدین اسی طرح سے صحیح حدیث کا انکار کرتے ہیں، اور گائیں گے قوالی "ما بلبلان نالاں گلزار ما محمدؐ"

صحاح ستہ میں پانی کے نجس ہونے کے سلسلہ کی یہ حدیث ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری** یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں تم میں کا کوئی ہرگز پیشاب نہ کرے، جو بہتا ہوا نہ ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو پانی ٹھہرا ہوا ہو اور بہتا ہوا نہ ہو تو اس میں پیشاب کرنا جائز نہیں ہے، یہ حدیث مطلق ہے، خواہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں پیشاب کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

مبارکپوری صاحب اس صحیح حدیث کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: **واما لا ستدلال بحدیث لا یبولن یعد تسلیم دلالته علی التحریم والتنجس انما یفید تنجس الماء الدائم بالبول فی الجملة لا علی تنجس کل ماء** (ص ۹) یعنی اولاً تو ہمیں تسلیم نہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا ممنوع اور حرام ہے، اور اس سے پانی نجس ہو جائے گا اور اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کر لیں تو اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا پانی کچھ ہی نجس ہوگا، کل پانی نجس نہیں ہوگا......

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمائیں مبارکپوری صاحب کچھ فرمائیں اس کے باوجود "ما بلبلان نالان گلزار ما محمدؐ" کی قوالی بھی گائیں گے، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے یہ مروی ہے کہ اگر کپڑے

میں منی لگی ہو اور تم کو نظر آئے تو اس کو دھوؤ، اور اگر نظر نہ آئے تو سارا کپڑا دھوؤ، (طحاوی)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کے نزدیک منی نجس ہے۔

اس صحیح حدیث کو مولانا مبارکپوری صاحب رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی زہری ہیں اور وہ مدلس ہیں، انہوں نے اس کو طلحہ بن عبداللہ سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے یہ سند (کیف یکون اسنادہ صحیحا) کیسے صحیح ہوگی (ص ۱۱۸)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بخاری ومسلم شریف اور احادیث کی دوسری کتابوں میں امام زہری نے عن سے جتنی روایت کی ہیں کوئی بھی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے، مبارکپوری صاحب نے جوش غیر مقلدیت میں بخاری ومسلم کی پچاسوں احادیث پر ہاتھ صاف کر دیا، دوسری کتابوں کا ذکر ہی کیا۔

غیر مقلد کے اس امام نے بخاری ومسلم شریف کی رفع یدین والی حدیث کو بھی غارت کر دیا، اس لئے کہ رفع یدین والی حدیث کے راوی امام زہری ہی ہیں اور اس کو انہوں نے سالم سے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے، اور حضرت ابن عمر سے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے عن ہی سے روایت کیا ہے،

معلوم ہونا چاہئے کہ مدلس کی وہی روایت غیر مقبول ہوتی ہے جو غیر معتبر راوی اور ضعفاء سے مدلس روایت کرتا ہو، مدلس کی ہر روایت مردود نہیں ہوتی ہے۔ مبارکپوری نے راوی کے مدلس ہونے کا سہارا لے کر بڑے بڑے ائمہ فقہ وحدیث کی صحیح روایتوں کو ٹھکرا دیا ہے۔

حالانکہ خود مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ مدلس میں اور وہ ضعفاء سے روایت کرتے ہیں، (تحفہ ص ۲۱ ج ۱) معلوم ہوا کہ جس مدلس کے بارے میں یہ بات معلوم ہو کہ وہ ضعفاء سے بھی روایت کرتا ہے اس کی تدلیس مضر ہے نہ کہ سبھی، اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ مدلس راوی کیسا بھی ہو محض اس کے

تدلیس کے ساتھ موصوف ہونے کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہوگی تو پچاسوں صحیح حدیث کا انکار کرنا لازم آئے گا، افسوس مبارکپوری صاحب نے اس کتاب میں یہی کھیل کھیلا ہے، یعنی محض کسی راوی کے مدلس ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کو رد کر دیا خواہ وہ بالاتفاق ثقہ اور امام حدیث ہو، جیسا کہ یہاں آپ نے دیکھا کہ ابن شہاب زہری جیسے امام حدیث کی روایت کو مردود قرار دیا، یہ ہیں "مابلبلان نالاں گلزار ما محمدؐ" والے عشق نبوی کے متوالے، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے۔

مولانا مبارکپوری صاحب کس قسم کے غیر مقلد اور اہل حدیث تھے، ان کی شخصیت، ان کے علم اور ان کے جہل پر روشنی اس دلچسپ مثال میں ملتی ہے۔

معلوم ہے کہ غیر مقلدین نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں، اور اس بارے میں ابن خزیمہ کی روایت کا سہارا لیتے ہیں، صحیح ابن خزیمہ کی وہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے، اس کے راوی مؤمل بن اسماعیل پر محدثین نے بہت سخت جرحیں کی ہیں، ابکار میں مولانا مبارکپوری نے اس ضعیف حدیث کو صحیح بنانے کے لئے مسلم شریف کی صحیح سند کو ابن خزیمہ کی سند بنانے کی کوشش کی ہے، ان کا اصرار ہے کہ ابن خزیمہ کی سند بعینہٖ مسلم شریف کی سند ہے، اپنی اس حرکت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کئی صفحات سیاہ کر دئے ہیں، اور علامہ نیموی کو خوب بے نقط سنایا ہے، اور جہالت کا عالم یہ ہے کہ اپنی بات کی تائید میں ابن قیم کی ایک لمبی چوڑی عبارت بھی نقل کی ہے، حالانکہ ابن قیم کچھ اور کہہ رہے ہیں، اور مبارکپوری صاحب کسی اور دنیا میں رہ کر بات کر رہے ہیں، ابن قیم کا کلام ان کی مخالفت میں ہے، اور مبارکپوری صاحب کو خوش فہمی ہے کہ ابن قیم ان کی حمایت میں ہیں، اب ذرا اس کی تفصیل سنو،

وضع الید علی الصدر کے مسئلہ میں ابن خزیمہ کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں: **فالظاهر من كلامه (اى من كلام ابن حجر) ان حديث ابن خزيمة هذا هو الذى فى صحيح مسلم،** یعنی

ابن حجر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن خزیمہ کی یہ حدیث وہی ہے جو صحیح مسلم میں ہے،

اس بات کو دہراتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالظاهر ان حديث وائل بزيادة على صدره، في صحيح ابن خزيمة بهذاالسند،

یعنی ظاہر یہی ہے کہ وائل بن حجر کی حدیث جو ابن خزیمہ میں علی صدرہ کی زیادتی کے ساتھ ہے اسی مسلم والی سند سے ہے۔

اس بحث میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

واما قول ابن القيم لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسماعيل فمبني على انه لم يقف على سند ابن خزيمة فانه ليس فيه مؤمل بن اسماعيل

یعنی ابن قیم کی یہ بات کہ علی صدرہ کا لفظ مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی اور نے نہیں کہا ہے تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ ابن قیم کو ابن خزیمہ کی سند سے واقفیت نہیں تھی، اس لئے کہ ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل بن اسماعیل نہیں ہے۔ (ص ۳۵۸)

اس طرح مبارکپوری صاحب نے زورزبردستی سے امام مسلم کی حدیث کی صحیح سند کو ابن خزیمہ کی ضعیف حدیث پر چپکانے کی کوشش کی ہے، اور جو حدیث سخت ضعیف تھی اس کو صحیح بتلانے کا کارنامہ انجام دیا ہے،

مولانا مبارکپوری کا رد خود اس کتاب کا غیر مقلد محشی اس طرح کرتا ہے (اوپر کی عبارت **فالظاهر من كلامه** پر حاشیہ لگاتا ہے)

قلت وليسى الامر كذلك بل اسناده هكذا

یعنی میں کہتا ہوں کہ بات وہ نہیں ہے جو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں بلکہ اس کی سند اس طرح ہے، پھر پوری سند ذکر کی ہے، جس میں مؤمل بن اسماعیل ہے، اس لئے ابن قیم کا آنے والا کلام ہی درست ہے (کہ ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل

بن اسماعیل ہے) پھر لکھتا ہے، ومناقشة المؤلف ليس ينبني على الصواب فليتذكر (۳۵۱) یعنی مؤلف (مبارکپوری) جو بحث کر رہا ہے وہ درست نہیں ہے، اس کو یاد رکھو،

اور کہتا ہے کہ ابن قیم کا کلام ہی درست ہے (کہ ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل ہے) اور جو مؤلف کا گمان ہے کہ ابن خزیمہ کی حدیث کی سند مسلم کی سند ہے اور اس میں مؤمل بن اسماعیل نہیں ہے) مجھے صحیح ابن خزیمہ میں اس کا نشان و پتہ نہیں ملا (ص ۳۵۸)

غرض کتاب کے مؤلف کی (مولانا مبارکپوری کے مقابل میں) ایک طفل مکتب محشی نے ہوا نکال دی۔

اندازہ لگاؤ کہ اس کتاب کی حیثیت اور اہمیت کیا ہے اور یہ کتاب کتنی باوزن ہوگی۔

کیا ان مثالوں کے بعد بھی ضرورت باقی رہ گئی ہے کہ اس کتاب کی قیمت اور اہمیت جاننے کے لئے مزید مثالیں دی جائیں؟

مولانا مبارکپوری نے اس کتاب میں جگہ جگہ علامہ شوق نیموی کو جاہل، متجاہل، بدفہم، متعصب، اصول حدیث سے ناواقف سے موصوف کیا ہے۔ اب بتلائیں کہ یہ اوصاف والقاب کس پر چسپاں ہوتے ہیں؟

مولانا مبارکپوری انتہائی درجہ کے متعصب عالم تھے، احناف کے خلاف موقع و بے موقع عصبیت جاہلیہ کے اظہار میں ان کو کوئی شرم نہیں آتی تھی، اس بارے میں صریح کذب بیانی سے بھی ان کو پرہیز نہیں تھا۔

تحفۃ الاحوذی میں بالکل صریح جھوٹ بکا کہ احناف کی بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر شرط کے ساتھ بھی کوئی شخص حلالہ کرے تو اس کو اجر ملے گا، اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے اطراف میں ان کا اس پر عمل ہے، اور پھر ان کی ہدایت کی اللہ سے دعا مانگی ہے۔ (ص ۱۸۷ ج ۲)

اس جھوٹ پر ان کو شرم نہ آئی، مولانا مبارکپوری نے اس کتاب کا نام بھی

نہیں لیا جس میں اس عمل پر اجر وثواب کی بات ہے۔

حضرت امام وکیع جن کے بارے میں عام طور پر رجال کی اور سیر کی کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ بقول مبارکپوری من ائمہ ھذا الشان ، یعنی حدیث کے بڑے مرتبہ والے امام تھے، اور جو اس شان کا محدث ہو وہ بھلا حنفی ہو مولانا مبارکپوری اس کو کب برداشت کر سکتے تھے، چنانچہ انہوں نے ازراہ غیر مقلدیت اس کا انکار کیا، اور کہا کہ وہ مسئلہ نبیذ میں صرف ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(تحفہ ص۱۰۶ ج۲)

تذکرہ میں حضرت امام ذہبی تو مطلقاً فرمائیں کہ امام وکیع حضرت امام اعظم کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، اور مبارکپوری صاحب فرمائیں کہ صرف مسئلہ نبیذ میں وہ امام اعظم کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام ذہبی کا امام وکیع کے بارے میں یہ بیان ملاحظہ ہو، قال یحیٰ مارأیت افضل من وکیع یقوم اللیل و یسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفۃ ، یعنی یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، وہ پوری رات عبادت میں لگے رہتے تھے، اور مسلسل روزہ رکھتے تھے، اور حضرت امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، (تذکرہ)

امام ذہبی کے اس مطلق قول کو مولانا مبارکپوری مقید فرما رہے ہیں، اسی کا نام غیر مقلدیت ہے، اگر امام وکیع جیسا عظیم محدث ایک دو مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف بھی فتویٰ دے تو اس سے اس کا حنفی نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے بڑا آدمی اس طرح کا اختلاف اپنے شیخ اور استاذ سے کیا کرتا ہے۔

مولانا مبارکپوری کی ہر کتاب میں اسی طرح کی عصبیت اور غیر مقلدیت نمایاں ہے،

مبارکپوری صاحب نے اپنی عربیت میں مہارت بتلانے کے لئے جائز وناجائز علامہ شوق نیموی کی عربی عبارت پر بھی کئی جگہ نقد کیا ہے۔ بعض نقد تو ایسا ہے کہ اس سے مولانا مبارکپوری کی محدثیت پر زبردست اثر پڑتا ہے، مثلاً علامہ نیموی نے آثار السنن میں تعلیقات بخاری کے بارے میں یہ کہا ہے کہ ''رواہ البخاری'' اس پر مبارکپوری صاحب کو اعتراض ہے کہ بخاری کی تعلیقات کے بارے میں ''رواہ البخاری'' کہنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے ذکرہ البخاری، اس کا جواب محشی نے جو خود غیر مقلد ہے یہ دیا ہے کہ مؤلف کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ حافظ ابن حجر نے بھی تعلیقات بخاری کے لئے رواہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ابکار ص ۱۷۴)

اگر اس طرح کی باتوں پر گرفت کی جائے جس طرح بعض جگہ آثار السنن کی بعض باتوں پر مبارکپوری صاحب نے کی ہے تو ان کی کتابوں کا پڑھنے والا اس سے زیادہ خطرناک غلطیوں کو ان کی کتابوں سے دکھا سکتا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں (ص ۷۷ ج ۲) پر یہ عبارت ہے۔

واما ابن زبیر فاعتصم ....فکان آخر ذلک ان اھل المدینه علی خلع یذید من الخلافة،

میں اہل علم سے پوچھتا ہوں کہ کیا مولانا مبارکپوری کی یہ عبارت صحیح ہے؟

اسی جلد کی ص ۱۴۸ پر مولانا لکھتے ہیں:

قلت و الظاھر عندی ان الصلوٰة علی الشھید لیست بواجبة فیحوز ان یصلی علیھا ویجوز ترکھا، مولانا نے علیه کے بجائے **علیھا** لکھا ہے، کیا میں بھی شور مچاؤں کہ مولانا کو مذکر و مؤنث کا فرق بھی نہیں معلوم تھا،

مولانا نے (ص ۳۷ ج ۲) پر لکھا ہے۔ **فلنا ان تذکرھا**، خطاب کے صیغہ سے لکھا ہے، جب کہ صحیح متکلم کا صیغہ ہے، یعنی **فلنا ان نذکرھا**،

(بقیہ ص ۲۲ پر)

حنفی مقلد کی تعریف ایک غیر مقلد کی زبان سے

دریابار سنت کبیر نگر سے ایک پرچہ پہلے احتساب اور اب استدراک کے نام سے نکلتا ہے، اس کا شمارہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، اس پرچہ کے سرپرست ہیں ''فضیلۃ الدکتور الشیخ فتح اللہ المدنی حفظہ اللہ تعالیٰ''

میں نے خط لکھ کر منع کر دیا تھا کہ یہ پرچہ ہمارے دفتر میں نہ بھیجا جائے اس لئے کہ اس میں جو مضامین ہوتے ہیں اس میں ''البانی'' کی بہت تعریف ہوتی ہے۔ میرے نزدیک البانی خود گمراہ تھا، اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے یہ منکر حدیث تھا، محدثین کی توہین کرنے والا تھا، ان کی کتابوں کے ساتھ اس نے ایسا مذاق کیا کہ دنیائے اسلام چیخ اٹھی کہ یہ کون دشمن حدیث پیدا ہو گیا، جس نے صحاح ستہ جیسی کتابوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا، ایک حصہ کو ضعیف قرار دیا اور ایک حصہ کو صحیح حدیثوں والا بتلایا، اس البانی نے بخاری و مسلم کی کتنی حدیثوں کو رد کر کے ان کو مردود اور نا قابل عمل قرار دیا، غرض جب میں نے دیکھا کہ اس پرچہ میں البانی کو بخاری و مسلم سے بھی بڑا درجہ دیا جا رہا ہے، اور اس کی تحقیق کو آخری تحقیق کا درجہ دیا جاتا ہے اور اسی پر ان غیر مقلدوں کا اعتماد ہوتا ہے، تو میں نے استدراک کے دفتر کو خط لکھ کر منع کر دیا کہ براہ کرم استدراک میرے دفتر میں نہ بھیجا جائے، مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ پہلے استدراک کی ایک کاپی آتی تھی اب دو آنے لگی، جب کہ میں نے اس کے تبادلہ میں آج تک زمزم کی ایک کاپی نہیں بھیجی، اب بھی میری ارباب استدراک سے گزارش ہے کہ یہ پرچہ زمزم کے دفتر میں نہ بھیجیں کرم ہوگا۔

بہر حال مذکورہ شمارہ میرے پیش نظر ہے، اس پرچہ میں حنفی مقلد کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ صاحب مضمون لکھتا ہے:

"مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حنفی مقلد کا معنی ومفہوم بیان کردوں،
حنفی مقلد وہ شخص ہے جو صرف اپنے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی
بات مانے اور جب اس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے تو وہ کہے
کہ میرے امام نے یہ کہا ہے یا یہ کیا ہے، ایک مقلد کو دلیل سے کوئی
سروکار نہیں ہوتا، بلکہ اس کی دلیل اس کے امام کا فتویٰ ہوتا ہے"۔

میں نے جب صاحب مضمون کا یہ کلام ذی شان پڑھا اور حنفی مقلد کی یہ تعریف ان کے قلم سے پڑھی تو چونک گیا، اور سوچا کہ صاحب مضمون نے یہ تعریف کسی حنفی کتاب سے نقل کی ہوگی، اتنا بڑا اہل حدیث جھوٹ تو نہیں بولے گا، میں نے اسی جستجو میں پورا مضمون پڑھا، مگر کسی حنفی کتاب کا ذکر صاحب مضمون نے نہیں کیا کہ کس حنفی کتاب سے حنفی مقلد کی اتنی شاندار تعریف کی ہے، پھر میں نے سوچا کہ شاید کسی معتبر غیر مقلد عالم نے حنفی مقلد کی اپنی کسی کتاب میں تعریف کی ہو تو میں نے بزرگان غیر مقلدین کی کتابوں کو دیکھنا شروع کیا تو مجھے یہ تعریف میاں صاحب شیخ الکل فی الکل کی کسی کتاب میں نظر نہ آئی، نہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی کتاب میں، نہ حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں، نہ مولانا عبید الرحمٰن صاحب مبارکپوری کی مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں یعنی کسی بڑے اور معتبر غیر مقلد عالم کی کتاب میں صاحب مضمون کی ذکر کردہ تعریف نظر نہیں آئی۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ صاحب مضمون نے جھوٹ بولا ہے، گپ ہانکی ہے، دھوکہ دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک تعریف گڑھ لی ہے اور اس کو حنفیوں کی طرف منسوب کردیا ہے۔

صاحب مضمون انتہائی درجہ کا جاہل، متعصب اور کمینہ خصلت بدقماش معلوم ہوتا ہے۔

جاہل تو اس وجہ سے ہے کہ خود اس کو اپنے کلام کا تعارض نظر نہیں آیا۔ وہ کہتا ہے کہ مقلد کو دلیل سے سروکار نہیں ہوتا، پھر کہتا ہے کہ اس کی دلیل اس کے

امام کا قول ہوتا ہے۔

کمال یہ ہے کہ اس کے نزدیک دلیل کیا ہے، اس کو اس نے واضح نہیں کیا، یہ انتہائی درجہ کی شرمناک خیانت ہے، اس لئے کہ آج تک غیر مقلد علماء شرعی دلائل کیا ہیں، اس پر متفق نہیں ہو سکے، وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں کہ شریعت کی دلیل صرف کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ہے (ہدیہ ص۴) اور یہی بات عرف الجادی میں ہے (ص۳) اور طریق محمدی میں محمد جونا گڈھی لکھتے ہیں، جو کتاب اللہ اور سنت رسول پر فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ (طریق محمدی ص۲۲)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ شرعی دلیل صرف کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ہے۔

اور مبارکپوری صاحب قیاس اور اجماع کو بھی شرعی دلیل قرار دیتے ہیں، ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: **فیہ مشروعیة القیاس** یعنی اس حدیث میں قیاس کے شرعی دلیل ہونے کا ثبوت ہے، بلکہ مولانا مبارکپوری تو اس کے قائل ہیں کہ قیاس سے بھی حدیث کی کمی وزیادتی کی جا سکتی ہے۔ فرماتے ہیں:

بل الادب متابعة الا مرمن غیر زیادة ونقصان من تلقاء النفس الابقیاس جلی (ص۲ تحفہ ص۴)

یعنی ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی طرف سے حدیث میں کمی زیادتی نہ کی جائے، بلکہ حدیث کی متابعت کی جائے، قیاس جلی سے البتہ کمی زیادتی کی جا سکتی ہے۔

مولانا مبارکپوری کے یہاں اجماع بھی شرعی دلیل اور حجت ہے۔ ایک حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: **استدل بہ علی حجیة الاجماع ولہ شواھد** (ص۲۰۸ ج۳) یعنی اس حدیث سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے اور اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم کے نزدیک بھی قیاس اور اجماع

حجت ہے۔فتاویٰ ثنائیہ دیکھو جگہ جگہ اجماع اور قیاس سے وہ دلیل دیتے نظر آتے ہیں، ایک جگہ سبل السلام کے حوالہ سے یہ لکھا گیا ہے۔

"اجمع العلماء علی ان الماء القلیل والکثیر اذا وقعت فیه النجاسة فغیر له لونا او طعما اوریحا فهو نجس فالاجماع هوالدلیل علی ما تغیر احد اوصافه" (۹۱۵ج۱)

یعنی علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ اگر اس میں نجاست پڑ گئی اور اس نے پانی کے کسی وصف کو بدل دیا تو پانی ناپاک ہے، پس اجماع ہی اس کی دلیل ہے۔

اور قیاس بھی مولانا مرحوم کے نزدیک حجت شرعیہ اور دلیل شرعی ہے، اس کی بھی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

مولانا سے سوال ہوا کہ اگر حافظ قرآن تراویح سنا رہا ہو اور کوئی ناظرہ پڑھنے والا قرآن دیکھ کر اس کو نماز کے باہر سے ٹوکتا بتاتا رہے تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟ مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تراویح میں امام ہو کر قرآن دیکھ کر پڑھتا تھا، اس واقع پر قیاس کیا جائے تو جائز ہے۔(ص ۶۵۵ ج۱)

معلوم ہوا کہ مولانا کے نزدیک قیاس شرعی حجت ہے۔

حضرت مولانا کا ایک دوسرا قیاس ملاحظہ ہو، ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز افطار کے لئے نہیں، اس نے اپنی بیوی سے ملاپ کیا تو اس کا روزہ ہوا کہ نہیں، مولانا نے جواب میں فرمایا کہ:

جماع بھی اکل وشرب کی طرح مفطر ہے، اس لئے کوئی حرج نہیں (ص ۶۵۷) معلوم ہوا کہ قیاس بھی دلیل شرعی ہے۔

بلکہ غیر مقلدین کے یہاں تعامل محدثین بھی دلیل شرعی ہے، چنانچہ فتاویٰ

ثنائیہ میں ہے۔ ''پھر صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے۔(ص ۵۲۵)

ناظرین کرام آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج تک غیر مقلدین کے نزدیک اولہ شرعیہ کا تعین نہیں ہوسکا کہ فی الاصل اولہ شرعیہ کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں۔کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے، اس لئے صاحب مضمون نے اس کو چھپالیا کہ اس کے نزدیک دلیل شرعی ہے کیا، اگر اس کے اندر سچائی اور امانت داری کی ذرا بھی رمق ہوتی تو وہ واضح کرتا کہ اس کے نزدیک اولہ شرعیہ کیا ہیں اور کیا نہیں، مگر اس کو تو جہالت پنے کی وجہ سے حنفی مقلد کی من گھڑت تعریف کرنی تھی۔

میں اس مضمون نگار سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اگر تو واقعی سچ مچ کا اہل حدیث ہے، تو بتلا کہ تیرے نزدیک اولہ شرعیہ کیا ہیں؟

ناظرین! میں آپ کو بتاتا چلوں کہ یوں تو غیر مقلدین صحیح حدیث صحیح حدیث کی رٹ لگائے رہتے ہیں، مگر ان کے سارے بڑے علماء ضعیف حدیث کو بھی حجت مانتے ہیں، ان کی ایک نہیں پچاسوں مثال میں غیر مقلدین علماء کی کتابوں سے دے سکتا ہوں، نمونہ کے طور پر چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) (تحفہ ص ۴ ج ۴) میں ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **شمت العاطس ثلاثا**، یعنی چھینکنے والے کا تین مرتبہ جواب دے، امام ترمذی فرماتے ہیں: **حدیث غریب واسناده مجهول**، یعنی یہ غریب حدیث ہے اور اس کی سند مجہول ہے، مگر تحفہ میں لکھا ہے، **وان كان فيه مجهول لكن يستحب العمل به.**

یعنی اگر چہ حدیث غریب ہے اور سند اس کی مجہول ہے، مگر اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔

دیکھئے ضعیف حدیث پر عمل کرنا مباح بھی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(۲) ترمذی شریف میں ایک ضعیف حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الوقت الاول من الصلوٰۃ رضوان اللہ والوقت الآخر عفو اللہ۔ ”یعنی نماز کا اول وقت اللہ کی رضامندی کا ہے، اور آخری وقت اللہ کے عفو کا ہے“۔

حضرت مبارکپوری فرماتے ہیں: **الحدیث ضعیف** ”یہ حدیث ضعیف ہے“ اور خود مبارکپوری لکھتے ہیں کہ یعقوب ابن الولید راوی جو اس کی سند میں ہے اس کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور تمام حفاظ حدیث نے کو جھوٹا کہا ہے، اور فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ **روی ھذا الحدیث باسانید کلھا ضعیفۃ** اور حضرت امام احمد تو یہ بھی کہتے تھے کہ یہ راوی حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ (ص ۱۵۵ ج ۱)

اتنی شدید قسم کی ضعیف حدیث کے بارے میں مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں: **اعلم ان ھذا الحدیث یدل علی ان تعجبل الصلوٰۃ اول وقتھا افضل من تاخیرھا الی اخر وقتھا** ”یعنی تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا آخری وقت میں پڑھنے سے افضل ہے“۔

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم
میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

(۳) تیسری مثال کے لئے صلوٰۃ الرسول مصنفہ حکیم صادق سیالکوٹی کا حوالہ دیتا ہوں، اس کتاب میں حکیم صادق نے ضعیف احادیث کی بھرمار کر رکھی ہے۔

تمت کتابۃ ھذاہ السطور فی جلسۃ واحدۃ، بعد العشاء فی الساعۃ العاشرۃ والنصف. فی الثالث من محرم الحرام سنۃ ۱۴۳۳ھ

☆☆☆☆☆

محمد اجمل مفتاحی

قسط پنجم

گجرات کا ایک یادگار سفر

دارالافتاء کے طلبہ مدرسین کے ساتھ آدھے گھنٹے کی یہ خالص علمی مجلس رہی.
پھران سے میں مل کر باہر نکلا، بغل ہی میں حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری کے افتاء کی درسگاہ تھی، میں نے باہر ہی سے ان کو سلام کیا اور کہا کہ اندر نہیں آؤں گا کہ طلبہ کا نقصان ہوگا، مگر انہوں نے ازراہ ست کہا کہ یہ کیا بات ہوئی! اندر آیئے، کچھ باتیں کریں گے، چنانچہ دس منٹ کے قریب ان سے ہنسی مذاق کی گفتگو ہوتی رہی، پھر مصافحہ ومعانقہ کے بعد ان سے رخصت ہوکر قیام گاہ آیا، اتنے میں قاری عرفان سلمہ مالیگانوی آگئے (۱)، کچھ دیر تک ان سے گفتگو رہی، سعودیہ کے مشہور داعی شیخ عائض قرنی کچھ ہی روز قبل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل آئے تھے، ان سے ان کے ڈابھیل کا پروگرام کیسا رہا، اسی سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی، مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی کہ ڈابھیل کا یہ پروگرام

---

(۱) قاری مولانا محمد عرفان سلمہ مالیگانوی جامعہ ڈابھیل سے فارغ ہیں، جامعہ سے فراغت کے بعد تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے زیرنگرانی چلنے والے معہد عربی میں دوسال رہ کر انہوں نے عربی لکھنے بولنے میں اچھی مہارت حاصل کرلی ہے، اس وقت جامعہ میں عربی ادب کے استاذ ہیں، یہ میرے شاگرد نہیں ہیں مگر شاگردوں ہی جیسا میرے ساتھ معاملہ کرتے ہیں نیک طبع شریف اور علمی ذوق رکھنے والے نوجوان فاضل ہیں، میں جب ڈابھیل جاتا ہوں تو میرے پاس ان کا آنا کثرت سے ہوتا ہے۔ جب یہ دہلی میں تھے تو میرا ایک دفعہ تنظیم کے معہد میں بعد مغرب جانا ہوا تھا، ان سے میرا پہلے سے کوئی تعارف نہیں تھا، میں نے دیکھا کہ ایک لڑکا بڑے انہماک سے کسی اردو مضمون کو عربی میں منتقل کررہا ہے، میں نے اس سے پوچھا کس مضمون کی تعریب ہورہی ہے تو اس نے کہا مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب نے مشہور عالم مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی کے ایک مضمون پر نقد کیا ہے، اس کو عربی میں منتقل کررہا ہوں، اس کی بات سن کر میں مسکرایا، اور اس مضمون کو اس سے لے کر دیکھا تو میرے مضمون کی بہترین تعریب تھی، کہیں ایک غلطی نہیں تھی، جب اسے معلوم ہوا کہ میں ہی ابوبکر ہوں تو خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا، اور اس نے کہا کہ آپ کا تذکرہ یہاں معہد میں بہت ہوتا ہے، پہلی دفعہ میں آپ سے ملاقات کررہا ہوں، یہ تھا عزیزم قاری محمد عرفان سلمہ سے میرا پہلا تعارف۔

ڈابھیل ہی کے ایک فارغ اور فاضل کی محنتوں اور کوششوں سے بہت کامیاب رہا، اور عائض قرنی یہاں سے بہت متاثر ہوکر واپس ہوئے، مجھے عرفان سلمہ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر بار بار احساس ہوتا ہے کہ اگر اس نوجوان کو اپنی صلاحیتوں کے اجاگر کرنے کا بھرپور اور آزادانہ موقع ملے تو ڈابھیل کا جامعہ اسلامیہ عربی ادب کی ایک مشہور درسگاہ بن سکتا ہے۔

قاری عرفان سلمہ جب میرے پاس سے اٹھے تو میں نے کمرہ بند کرلیا کہ اب کوئی نہ آئے، میں آرام کرنا چاہ رہا تھا، گھنٹہ بھر آرام کے بعد جب میں نشیط ہوگیا تو کچھ دیر کے بعد عزیزان گرامی مولانا احمد مہتمم جامعہ اور ان کے بھائی قاری عبدالرحمٰن سلمہ آگئے تھوڑی دیر تک یہ لوگ میرے پاس رہے، مولانا احمد بزرگ صاحب نے بتلایا کہ آج ہم لوگوں کے ایک عزیز مہمان باہر سے تشریف لا رہے ہیں، ہم لوگ ان کو لینے کے لئے بعد ظہر نوساری جائیں گے، شاید آپ سے ملاقات نہ ہوسکے، دوپہر کا کھانا یہیں مہمان خانہ میں گھر سے آجائے گا۔ میں نے ان دونوں بھائیوں کی محبت کا شکریہ ادا کیا، یہ دونوں بھائی بڑی محبت سے ملتے بھی ہیں اور پورے اکرام کے ساتھ ضیافت بھی کرتے ہیں، میری موجودگی میں بار بار میری خیریت معلوم کرنے کے لئے میرے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، عزیزم مولانا احمد بزرگ اس وقت گجرات کے سب سے بڑے جامعہ اور سب سے مشہور علمی وعربی درسگاہ کے منصب اہتمام پر ہیں، اس کے باوجود ان کی سادگی، ان کے تواضع اور اساتذہ کے اکرام واحترام میں کوئی فرق نہیں آیا، حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ سے ان کو بیعت وارشاد میں خلافت حاصل ہے، مگر ان کی کسی بات سے محسوس نہیں ہوتا کہ ان کو یہ سعادت اور یہ شرف بھی حاصل ہے۔

میں نے ان دونوں بھائیوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ حضرات بلاتکلف تشریف لے جائیں، کفلیۃ سے مجھے چار بجے عصر سے قبل گاڑی لینے آجائے گی، میری آج کی رات کفلیۃ جامعۃ القراءات میں گزرے گی۔

پروگرام کے مطابق آج مجھے کفلیۃ جانا تھا، عصر سے پہلے گاڑی آگئی، اور میں جامعۃ القراءات آگیا، یہاں طلبہ اور اساتذہ، مہتمم جامعہ قاری محمد اسماعیل اور عزیزم محمد

صالح سالمہ استاذ جامعہ میرے انتظار میں تھے، عصر سے لے کر مغرب تک طلبہ واساتذہ کے ساتھ مجلس رہی، میرے عزیز ترین شاگرد عزیزم مفتی رشید احمد سلمہ فریدی(۱) بھی آگئے تھے، یہ اس سے پہلے بارڈولی میں بھی مل چکے تھے، اس مجلس میں جامعہ کے ایک استاذ جن سے میرا پہلے سے کوئی تعارف نہیں تھا، اور اب ان کا مجھے نام بھی یاد نہیں ہے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولانا جنگ جمل و جنگ صفین میں حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی، اس موقع پر حضرت عمرو بن عاص کا اس جنگ میں جو کردار رہا ہے، اس بارے میں ان کی طرف سے میرا ذہن صاف نہیں رہا ہے۔ ان کے کردار کے بارے میں مجھے اطمیان نہیں رہا کرتا تھا، مگر آپ کے پرچہ زمزم میں ان کی شخصیت پر جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اس کو پڑھ کر اب ان کی طرف سے میرا ذہن بالکل صاف ہوگیا ہے، اور اب مجھے کامل اطمیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ بھی کیا وہ نیک نیتی اور خلوص سے کیا، اور محض اللہ کے لئے کیا اور انہوں نے اس وقت اسلام اور امت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت کی، غرض میرے اس مضمون کی وہ تعریف کرتے رہے۔ میں نے ان کی بات سن کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے قلم سے ایسی تحریر لکھوادی کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک مسلمان کا تردد اور عدم اطمیان جاتا رہا، اگر کوئی عالم دین اور علمی ذوق رکھنے والا کسی مصنف کی کسی

---

(۱) عزیزم مفتی رشید احمد فریدی استاذ جامعہ مفتاح العلوم تراج سورت، میرے بڑے عزیز ڈابھیل کے زمانہ کے شاگرد ہیں، رہنے والے تو اصلاً بہار کی کسی جگہ کے ہیں مگر بچپنا گجرات میں گزرا وہیں پڑھا، اور اب وہیں تراج گاؤں کے مدرسہ مفتاح العلوم میں مدرس ہیں، اور اب تراج گاؤں کے قریب اپنا گھر بھی بنالیا ہے، یعنی اب وہ پورے گجراتی ہیں۔

ماشاء اللہ علمی استعداد بہت پختہ ہے۔ فقہ میں کافی دسترس حاصل ہے، کئی علمی اور تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں، جو لکھتے ہیں پوری تحقیق سے لکھتے ہیں، مزاج ناقدانہ اور مبصرانہ ہے، غلط بات پر خصوصاً اگر وہ بات علمی سلسلہ کی ہو تو وہ خاموش نہیں رہتے، میں جب ڈابھیل یا بارڈولی جاتا ہوں تو یہ مجھ سے ملنے بار بار آتے ہیں، اور آج بھی باوجود کے وہ خود معروف علمی شخصیت بن گئے ہیں، شاگردانہ نیازمندی سے مجھ سے ملتے ہیں۔ بارک اللہ فی حیاتہ وزادہ علماً وصلاحاً

تحریر یا کتاب کی تعریف کرے تو اس مصنف کو خوشی ہوتی ہے۔ مجھے بھی ان کی بات سنکر بہت خوشی ہوئی، البتہ ایک بات انہوں نے میرے ایک مضمون کے بارے میں کہی تو میں نے تو ان سے یہ کہا کہ آپ اپنی بات مجھ کو لکھ کر دیدیں، میں اس پر غور کروں گا اور غلط ہوگی تو رجوع کرلوں گا، مگر عزیزم مفتی رشید احمد سلمہ نے دم کادم اسی وقت کتابوں ہی سے ان کو جواب دے دیا کہ مولانا نے جولکھا ہے وہ صحیح ہے، آپ کا اعتراض صحیح نہیں ہے کچھ بحث و مباحثہ کے بعد وہ بھی غالباً مولانا فریدی سلمہ کی بات سے مطمئن ہو گئے پھر وہ نظر نہیں آئے،

رات کا کھانا مدرسہ ہی میں تھا جس میں قاری اسماعیل صاحب مہتمم جامعہ اور بعض اساتذہ اور مفتی رشید احمد فریدی بھی شریک تھے، کھانا ایسا تھا جیسے کسی ہوٹل سے آیا ہو، کفلیتہ گاؤں کے قریب لب روڈ کھانے کے کئی ہوٹل ہیں، ان ہوٹلوں میں کھانا کھانے کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہیں، میں نے سمجھا تھا کہ انہیں ہوٹلوں میں سے کسی ایک ہوٹل سے کھانا منگوایا ہوگا، دوسرے روز صبح کو ناشتہ کے موقع پر میں نے قاری اسماعیل سے کہا کہ آپ کی رات والی ضیافت تو ہوٹل کے کھانوں سے تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں مولانا یہ سب مدرسہ ہی میں پکا تھا، میں نے کہا کہ مدرسہ میں اتنا لذیذ کھانا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ میرے جامعہ میں دو ایسے باورچی ہیں جو ہندوستان کے مشہور ہوٹلوں میں کام کر چکے ہیں، انہوں نے ہی یہ کھانا پکایا تھا، پھر میں نے ان سے کہا کہ میں نے بارڈولی میں مولوی احمد کے گھر سبزیوں کا بڑا لذیذ شوربا پیا تھا، اس کے بنانے کا طریقہ ان باورچیوں کو معلوم ہوگا تو انہوں نے کہا کہ ضرور معلوم ہوگا، پھر انہوں نے ان دونوں میں سے ایک باورچی کو بلایا، اس نے مجھے اس کے بنانے کا طریقہ بتلایا اس باورچی نے پندرہ بیس منٹ کی مدت میں سبزیوں کا ایسا لذیذ شوربا بنا کر پلایا کہ میں اس کی چستی اور پکانے کی مہارت پر تعجب ہی کرتا رہا، یہ شوربا بارڈولی والے شوربے کے مقابلہ میں کچھ اور لذیذ تھا،

جامعہ کفلیتہ میں چند سالوں سے بخاری شریف کا بھی درس ہونے لگا، یعنی دورہ کا باقاعدہ آغاز ہوگیا ہے۔ جامعہ میں بخاری کا درس قاری محمد اسماعیل صاحب

کے بڑے بھائی اور میرے عزیز شاگرد مفتی عباس داؤد بسم اللہ دیتے ہیں، مفتی عباس میرے ڈابھیل کے قدیم شاگرد ہیں، فقہ وافتاء میں اللہ نے ان کو بڑی اچھی صلاحیت دی ہے اور اب حدیث شریف میں بھی ان کو کافی بصیرت حاصل ہوگئی ہے۔ سنا ہے کہ بخاری شریف کے لئے وہ بہت محنت کرتے ہیں، مفتی عباس دن کے اوقات میں ڈابھیل کے جامعہ میں فقہ کا درس دیتے ہیں اور دارالافتاء میں طلبہ کو افتاء کی مشق کراتے ہیں اور بعد مغرب کفلیتہ کے جامعہ میں بخاری شریف کا کئی گھنٹہ درس دیتے ہیں، تقریباً یہ ہر سال حج وعمرہ کی سعادت بھی حاصل کرتے ہیں۔

الحمدللہ رات یہاں بہت آرام سے گزری، اتفاق سے اکل کنواں کے مدرسہ اشاعت العلوم کا ایک وفد گجرات کے مدارس کا دورہ کرر ہا تھا، یہ حضرات بھی رات کو جامعہ کفلیتہ آ گئے۔ قاری اسماعیل نے کہا اس وفد میں شریک علماء آپ سے ملنا چاہتے ہیں، میں نے کہا کہ بلا لیجئے، یہ سب جوان عالم تھے، میں نے پوچھا کہ یہ دورہ کس سلسلہ کا ہے تو ان لوگوں نے بتلایا کہ ہمارا مقصد گجرات کے مدارس کے طریقہ تعلیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے تاکہ مدرسہ اکل کنواں کے تحت چلنے والے مدارس ومکاتب میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ حضرات ڈابھیل کے لئے روانہ ہوگئے، چونکہ آج مجھے سورت جانا تھا، اس وجہ سے سورت جانے کے لئے ہم اپنا سامان درست کرنے میں لگ گئے۔

قاری محمد صالح سلمہ کو بھی سورت کسی صاحب کی عیادت کو جانا تھا اس وجہ سے طے ہوا کہ میں ان کے ساتھ ہی ان کی گاڑی سے سورت جاؤں گا، مگر جامعہ کے ایک طالب علم نے اپنے بھائی کو فون کیا کہ مولانا غازیپوری آئے ہوئے ہیں وہ ہمارے محمد کریم چچا کے استاذ ہیں (۱) سورت جار ہے ہیں تو ان کا فون آیا کہ میں خود ان کو لینے آرہا ہوں، ہم تیار ہی تھے کہ آدھا پون گھنٹہ کے بعد وہ اپنی گاڑی لے کر آئے

---

(۱) یہ محمد کریم میرے ڈابھیل کے زمانہ کے شاگرد ہیں، کریم سورتی کے نام سے مشہور تھے، یہ اپنے ساتھیوں کو کتابوں کا تکرار کراتے تھے، ان کی تکرار طلبہ میں بہت مقبول تھی، اب سورت میں یہ تجارت میں لگے ہوئے ہیں۔

بات چیت سے بہت سنجیدہ معلوم ہو رہے تھے، نو جوان تھے بات چیت بہت سلیقہ سے کرتے تھے، اور نماز وروزہ کے پابند معلوم ہوتے تھے، ان کی گاڑی بھی بہت آرام دہ تھی، میں، مولوی محمد صالح اور ان کا لڑکا عزیزم محمد سلمہ ہم تینوں ان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے سورت مولانا ارشد میر کے گھر پہونچے جہاں ہمارا انتظار ہو رہا تھا، اور وہ صاحب اپنے گھر یہ کہہ کر روانہ ہو گئے کہ اگر گاڑی کی ضرورت ہو تو مجھے فون کردیں میں حاضر ہو جاؤں گا، ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا، ہمیں اب ان کی گاڑی کی ضرورت نہیں تھی۔

دوپہر کا کھانا ہم نے مولانا ارشد میر کے گھر کھایا، پھر مولانا محمد صالح اپنے لڑکے کے ساتھ اسپتال بیماری آدمی کی عیادت کو چلے گئے اور میں نے قیلولہ کی سنت ادا کرنے اور اپنی تھکان رفع کرنے کے لئے اپنا بستر سنبھالا اور عصر تک خوب آرام کیا،

مولانا ارشد میر ایک اسکول کی تعمیر کرا رہے ہیں، اس کے تعاون کے سلسلہ میں ان کو عصر بعد ایک صاحب سے ملنے جانا تھا، مجھ سے کہا کہ مولانا آپ کو بھی چلنا ہے، مگر ان کی بات کو بہت صبر وضبط سے سننا ہوگا وہ بہت عجیب وغریب قسم کے آدمی ہیں، مجھے عجیب وغریب قسم کے آدمیوں سے وحشت ہوتی ہے، اگرچہ میں ان کی محبت میں انکار نہیں کر سکا میں نے کہا کہ آپ فرما رہے ہیں تو چلوں گا، چنانچہ عصر بعد میں اور مولانا ارشد اور ارشد صاحب نے ایک صاحب سے اور کہہ رکھا تھا وہ ہم تینوں ان عجیب وغریب صاحب سے ملنے گئے۔ قلب شہر سے کافی فاصلہ پر ان کا بنگلہ تھا، مالدار ہندوؤں کی آبادی تھی، ان صاحب کے گھر کے سوا کوئی ایک مسلمان کا گھر نہیں تھا، ہم لوگ جب ان کے بنگلہ میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک صاحب بہت لمبے تڑنگے، جھولے پر بیٹھے جھولا جھول رہے ہیں، آدھی ران تک کا ایک کپڑا جنگھیا نما ان کے بدن پر ہے، اور بدن پر صرف ایک بنیائن ہے۔ جب ہم لوگوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی تو وہ صاحب میری طرف مخاطب ہو کر فرماتے ہیں یہ کون ہیں یہ کیوں آئے ہیں، اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ لوگوں کا آنا کیسے ہوا؟ ان

لوگوں نے تو کہا آپ سے اسکول کے سلسلہ میں بات ہوئی تھی اور آپ نے آج اس وقت کا ملاقات کے لئے وقت دیا تھا، اور میں نے کہا کہ گھبرائیے نہیں میں چندہ والا آدمی نہیں ہوں میں ان لوگوں کے ساتھ آ گیا ہوں، اتنی گفتگو کے بعد وہ صاحب اپنے رنگ میں آ گئے اور مسلمانوں کو گالیاں دینی شروع کی پھر علماء کی طرف آئے اور ان کو بھرپور سنانے لگے، یہ علماء سب مکار ہیں، جھوٹے ہیں، بددیانت ہیں، ہم نے فلاں مدرسہ کو اتنا دیا وہ کھا گئے، فلاں مسجد کے لئے اتنا دیا مسجد کے امام اس کو کھا گئے، ہندوستان کا ملک نہایت گندہ ملک ہے، یہ ملک کبھی ترقی نہیں کرسکتا، اور مسلمان تو بالکل ترقی نہیں کرسکتا، مسلمان مارا جاتا ہے کاٹا جاتا ہے، بہت اچھا ہوتا ہے، ہندوستان سے سارے مسلمانوں کو ختم کردینا چاہئے۔ میں نے دیکھو مسلمانوں کی آبادی سے ہٹ کر اپنا بنگلہ بنایا ہے، اس محلّہ میں صرف میں ہی ایک مسلمان ہوں، یہ میرا ملازم ہندو ہے میں ان سب کو بہت بڑی تنخواہ دیتا ہوں، میں نے اپنے محلّہ کے ہندوؤں سے کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کے گھروں کو جلادو آگ لگادو، میری بیوی عیسائی ہے وہ کہتی ہے کہ ہندوستان بڑا گندہ ملک ہے اور یہاں آنا نہیں چاہتی وہ لندن میں رہتی ہے، یہ میرے دو کتے ہیں اور میرے لئے روتے ہیں، آج تک کوئی آدمی میرے لئے نہیں رویا، میرا باپ ایسا تھا ویسا تھا، اس نے مجھے پیدا کر کے مجھے چھوڑ دیا اس نے مجھے کیوں پیدا کیا، محض اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے، اس نے مجھے پیار نہیں دیا بھائیوں نے پیار نہیں دیا، میں مارا مارا پھرتا رہا، ٹھیلہ چلایا رکشہ چلایا، پھیری کرتا رہا، اور آج جو کچھ میں نے کمایا ہے، وہ سب میں نے اپنی محنت سے کمایا آج میرے پاس اتنی دولت ہے کہ مجھے خود پتہ نہیں، مولوی کیا جنت میں جائے گا وہ تو ایسا ہے اور ویسا ہے، دیکھو میں جنت میں ہوں، یہ میرے کتے ہیں یہ ملازم ہیں اور یہ میرا چمن ہے میں اس جنت میں رہتا ہوں۔ وہ شخص بولے جا رہا تھا، مسلمانوں کو علماء کو اور جوش میں آ کر سارے ہندوستانیوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا، مولانا ارشد میر اور ان کے ساتھی تو کچھ کہہ نہیں پا رہے تھے، جب میں نے دیکھا کہ وہ حد سے آگے بڑھ رہا ہے، تو میں نے

سوچا کہ اب اس کو لگام دینی چاہئے اور اس کی بات کا رخ موڑنا چاہئے تو میں نے اس سے کہا کہ آپ صرف بولتے چلے جارہے ہیں، مجھے سخت پیاس لگی ہے، پانی پلوایئے تو اس نے ملازمہ کو آواز دے کر کہا کہ مولانا کو پانی پلاؤ، میں نے کہا ٹھنڈا پانی منگوایئے تو اس نے ملازمہ سے کہا کہ مولانا کو فریج کا پانی ٹھنڈا پلاؤ، میں نے ایک گلاس پانی پی کر ان سے پھر کہا کہ کمال ہے جناب اس گرمی کے زمانہ میں آپ صرف سادہ پانی پلارہے ہیں، تو اس نے پھر ملازمہ کو بھیجا اور کہا کہ نارنج کا شربت پلاؤ اور سب کے لئے لاؤ، چنانچہ سب نے نارنج کا لذیذ مشروب پیا، اور اب پھر وہ بکنے لگا کہ میرے اس بنگلہ میں ایسا کیلا پھلتا ہے جو آپ کو کہیں نہیں ملے گا اور ناریل کا پانی تو بس پینے سے تعلق رکھتا ہے۔ پورے گجرات میں ناریل کا یہ پانی اپنی نوعیت کا واحد پانی ہے، میں نے اس سے کہا کہ آپ نے ناریل کے پانی کی تعریف کر کے میری اشتہا بڑھادی ہے، ذرا میں بھی تو اس کو دیکھوں، تو اس نے ملازمہ سے کہا تو وہ آدھا گلاس پانی لائی، میں نے کہا کہ یہ کیا، صرف آدھا گلاس تو اس نے کہا کہ یہ صرف آپ کے کہنے پر منگایا ہے میں اپنے ناریل کا پانی کسی کو نہیں پلاتا، یہ اس لئے کہ میں اس پانی کے علاوہ سادہ پانی نہیں پیتا ہوں۔

یہی تو میری تندرستی کا راز ہے، جب مولانا ارشد میر اور ان کے ساتھی نے دیکھا کہ اس کا رخ بدل چکا ہے تو انہوں نے اسکول کے وہ کاغذات جس کو وہ اپنے ساتھ لائے تھے ان کو اس آدمی کو پیش کیا، وہ ان کو بلا دیکھے ایک طرف رکھتا رہا، مغرب کا وقت قریب ہورہا تھا، میں اس کی جنت پر لاحول پڑھتا ہوا جو ایک ہندو ملازم، ایک ہندو ملازمہ اور دو کتے اور چند درختوں پر مشتمل تھی، باہر واپس آگیا اور دل میں سوچتا رہا کہ یہ یہاں اپنی اس جنت میں ہے اور اس کی بیوی لندن میں کسی اور جنت میں ہوگی۔ کچھ دیر بعد مولانا ارشد میر وغیرہ بھی آگئے، میں نے پوچھا کیا ہوا تو انہوں نے کہا اس نے اس جگہ کو دیکھنے کا وعدہ کیا ہے کہ میں خود آکر دیکھوں گا پھر کوئی بات ہوگی۔

☆☆☆☆☆

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

محمد اجمل مفتاحی

بیٹا: ابا جی!

باپ: جی بیٹا!

بیٹا: ابا جی! آپ کو معلوم ہے، آج پھر شیخ جمن حفظہ اللہ اور شیخ کلو حفظہ اللہ میں زبردست تکرار ہوگئی، فجر بعد دونوں بھڑ گئے اور مجمع جمع ہو گیا۔

باپ: بیٹا! یہ دونوں ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں، اور جماعت بدنام ہورہی ہے، آج ان کا جھگڑا کس بات پر تھا۔

بیٹا: ابا جی! آج شیخ کلو نے فجر کی نماز میں جب جب تکبیر کہی تب تب رفع یدین کیا شیخ جمن حفظہ اللہ ان کے بغل ہی میں تھے، اس پر ان کو اعتراض ہوا اور دونوں حفظہ اللہ میں بحث و تکرار ہونے لگی، بھیڑ ان کی تکرار سے مزہ لے رہی تھی۔

باپ: شیخ جمن حفظہ اللہ کو بحث نہیں کرنا چاہئے، ان کو معلوم نہیں کہ خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ جزء رفع الیدین میں ہر تکبیر کے وقت والی بھی حدیث ذکر کی ہے۔

بیٹا: جی ابا جی! شیخ کلو حفظہ اللہ یہی کہہ رہے تھے کہ جب رفع یدین کرنا نماز کی زینت ہے تو ہم صرف تین ہی جگہ کیوں رفع یدین کریں، ہر تکبیر کے وقت کیوں نہ رفع یدین کریں، تاکہ ہماری نماز پوری زینت والی ہو، یا پھر صرف ایک جگہ رفع یدین کریں جیسا احناف کیا کرتے ہیں۔ ایک جگہ والی رفع یدین تو اجماعی ہے، شروع نماز میں رفع یدین کرنا سب کے نزدیک سنت ہے، اس کے علاوہ جگہوں پر رفع یدین کرنا اختلافی ہے۔

باپ: بیٹا! شیخ کلو کا کہنا برحق ہے، اور وہ اس مسئلہ میں راہ حق و صواب پر ہیں۔

بیٹا: ابا جی! جب یہی راہ حق ہے اور یہی راہ صواب ہے اور شیخ کلو کا کہنا برحق ہے تو پھر ہمارے بڑوں نے اس راہ حق و صواب کو کیوں چھوڑ رکھا ہے۔

باپ: پتہ نہیں بیٹا!

ظفرؔ بجنوری

''ظفرؔ بجنوری'' عوام کے یہاں غالباً غیر مانوس نام ہے، بلکہ شاعری کی دنیا میں ''گم نام'' نام کہا جائے تو غالباً غلط نہ ہوگا، مگر دیو بندی حلقہ میں یہ نام بہت معروف ہے، اور ظفرؔ بجنوری جس شخصیت کا نام ہے وہ بڑی مقبول، محبوب اور بڑی باوقار علمی شخصیت ہے۔ ظفرؔ بجنوری دارالعلوم دیو بند کے استاذ حدیث، ایضاح البخاری، شرح بخاری کے مرتب حضرت مولانا ریاست علی بجنوری دامت برکاتہم ہیں۔

مولانا ریاست علی صاحب جس طرح ایک کامیاب مدرس، دارالعلوم دیو بند کے مقبول استاذِ حدیث اور معروف صاحبِ قلم اور بہترین نثر نگار ہیں، اسی طرح حضرت مولانا ایک بہترین شاعر ہیں اور شاعری کے جملہ اوصاف پر قابو یافتہ ہیں، ان کی زبان سے نکلی ہوئی غزل ہو یا نعت یا قطعہ یا مرثیہ یا تہنیت نامہ ہر صنف میں مولانا کا کلام استاد شاعروں کے مقابل کا ہوتا ہے، مولانا نے دارالعلوم کا جو ترانہ لکھا ہے وہ حضرت مولانا کی قادر الکلامی کی بین دلیل ہے۔ یہ ترانہ شاعری کی معراج ہے، جس نے مولانا ریاست علی صاحب کی شخصیت کو جاویدگی عطا کردی ہے، اور ان شاء اللہ روز قیامت ان کا یہ ترانہ ان کی مغفرت کا ذریعہ بنے گا، اور اکابر دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا دامت برکاتہم کو گلے لگائیں گے۔

نغمۂ سحر کے نام سے حضرت مولانا کے کلام کا ایک منتخب مجموعہ شایع ہوا ہے، اس کو پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم غالب، مومن، ذوق کے زمانہ میں ہیں، ہر نعت ہر غزل ہر مرثیہ جملہ اصناف شاعری کا مرقع بلکہ شاندار مرقع ہے۔ میں جب لکھنے پڑھنے سے تھک جاتا ہوں تو مولانا کے اشعار سے حظ حاصل کرتا ہوں، چند اشعار گنگنا لینے سے سستی اور تکان غائب ہو جاتی ہے۔ لیجئے آپ بھی ان کی ایک نعت سے حظ حاصل کیجئے دیکھئے کیسی پاکیزہ اور منتخب نعت ہے۔ ظفرؔ بجنوری کی شاعری کا جوہر اس میں چمک رہا ہے، اس طرح کی نعت کہنے والے اب شاعری کی دنیا میں بہت کم لوگ ہیں۔

از ظفر بجنوری

نعت شریف

تیرگی کیا ہے؟ نظر کے ٹھوکریں کھانے کا نام
زندگی ہے آپ کے احسان فرمانے کا نام

صبح صادق آپ کے نور جبیں سے مستنیر
رات ٹھہرا کا کل مشکیں کو لہرانے کا نام

ساقی رحمت، شرابِ عشق، مینائے یقین
کعبہ اقدس ہے اک آباد میخانے کا نام

آپ کی چشم کرم کا فیض ہے صہبائے عشق
مصلحت کو رکھدیا ہے جام وپیمانے کا نام

دیکھ کر محفوظ سینے میں اشارے کا اثر
رکھدیا اہل نظر نے چاند ویرانے کا نام

حسن ہے اس نور عالم تاب کا ذوق نمود
عشق ہے ذوق طلب پر آگ برسانے کا نام

آپ کا ہر نقش پا ٹھہرا صراط مستقیم
کفر ٹھہرا آپ کے قدموں سے ہٹ جانے کا نام

جس سے یہ فرش زمیں عرش بریں سے بڑھ گیا
روضۂ اطہر ہے اس رحمت کے کاشانے کا نام

☆☆☆☆☆

مولانا مفتی ذاکر حسین صاحب

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا

جلد ۱۵

دو ماہی دینی وعلمی مجلّہ

شمارہ ۳

زمزم

جمادی الاولیٰ ،جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۱۰۰/روپے

پاکستان کے لئے .... پاکستانی ۲۵۰/روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

ترسیل زر کیلئے اکاؤنٹ نمبر Punjab National Baink 0662010100011488 صرف محمد ابوبکر لکھا جائے

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور۔ یوپی

Pin. 233001 ZAKIR HUSAIN Mob.9453497685

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

ضروری اعلان

زمزم کے قارئین کو معلوم ہوگا کہ اس کے بانی و مدیر حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری ۸ر فروری ۲۰۱۲ء کو اپنی مدت حیات پوری کر کے آغوش رحمت میں پہنچ گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

''زمزم'' کا پیش نظر شمارہ حضرت مولانا مرحوم نے اپنی عمر کے بالکل آخر وقت میں تیار کرلیا تھا، جس کو اس وقت شائع کیا جارہا ہے۔ اس کے آخر میں حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے تاثرات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا غازی پوری مرحوم کی مجاہدانہ زندگی اور علمی سرگرمیوں کا تقاضا ہے کہ آپ کے علمی کارناموں سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ اس لئے مولانا مرحوم کی حیات، شخصیت اور کارناموں کے تعارف کے لئے ''زمزم'' کا خاص نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اہل علم وقلم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے تاثرات اور مقالات ومضامین لکھ کر کم سے کم مدت میں ادارہ کے پتہ پر روانہ فرمادیں۔

جزاھم اللہ خیرا لجزاء

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرب حکمرانوں کا ظلم وجور اور ان کی بددینی،

اسلام سے دشمنی اور اس کا خدائی انتقام

اللہ تعالیٰ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی اور خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں آج کل یہ مثالیں عرب حکمرانوں پر صادق آرہی ہیں، مصر میں جمال عبدالناصر رہا ہو شام میں حافظ الاسد رہا ہو، عراق کا صدام رہا ہو تونس کا زین العابدین ہو، لیبیا کا قذافی رہا ہو، یمن کا صالح اور ابھی قریب میں مصر کا حسنی مبارک، اور اب شام میں حافظ الاسد کا ظالم بیٹا بشار ہو یہ سارے حکمراں جنہوں نے عرب حکومتوں پر قبضہ کر رکھا تھا، یا اب بھی بعض قابض ہیں، یہ سب کے سب اسلام کے باغی، شریعت محمدیہ کے دشمن، خدا اور اس کے رسول سے بیزار، نہایت ظالم اور نہایت لٹیرے، نہات عیاش ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم اور اپنے ملک کے لئے کیا تو کچھ بھی نہیں، مگر ملک کی دولت کو خوب لوٹا، اور اپنا خزانہ خوب بھرا، خوب عیاشیاں کیں اور اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آوز کو نہایت بے دردی سے دبایا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے ظلم وجور کو دیکھ رہا تھا، اور جب ان حکمرانوں میں سے بعض پر خدائی قہر نازل ہوا تو دنیا نے دیکھا کہ یہ فرعون اور شداد کے نمونے حکمراں کیسی ذلت کی موت مرے اور جو بچے ہیں ان کی زندگی کیسی ذلت کی گذر رہی ہے اور اب بھی جو زور زبردستی سے اپنا اقتدار جمائے ہوئے ہیں وہ جلد ہی اپنے انجام کو پہونچنے والے ہیں۔

مسلمان بڑی جذباتی قوم ہے، امریکہ سے اس کی نفرت حد سے بڑھی ہوئی ہے، جو اپنی جگہ بالکل درست ہے امریکہ وہ جابر وظالم اور سفاک ملک ہے کہ اس سے ہر مسلمان کو نفرت ہونی ہی چاہئے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امریکہ سے نفرت

کرنے میں مسلمان حکمرانوں کے ظلم وجور اور ان کی بد دینی اور ان کی خدا بیزاری سے صرف نظر کرکے محض اس بنا پران کے گن گائے جائیں کہ یہ حکمراں اپنی گیدڑ دھمکیوں سے امریکہ پر برسنے والے تھے، اس گیدڑ دھمکیوں کو دیکھ کر صدام کو سب سے بڑا مجاہد کہا گیا اور قذافی کو "مرد آہن" کا مسلمانوں نے خطاب دیا، اوروں کو تو اس وقت چھوڑ یئے صرف قذافی کو مثالاً لیجئے کہ اس کا دینی حال کیا تھا، اور اسلام کا کتنا بڑا دشمن تھا، کیسا خدا اور رسول بیزار تھا (اور اسی پر دوسرے حکمرانوں کو بھی قیاس کرلیں) اس کے کچھ حالات کویت سے شایع ہونے والے مجلہ المجتمع میں شائع ہوئے ہیں جس سے البعث الاسلامی لکھنؤ نے شایع کیا ہے۔ مجلہ کہتا ہے:

لیبیا کا فرعون قذافی جو حکومت پر تقریباً بیالیس سال قابض رہا، اس مدت میں اس نے ظلم، قتل وغارت گری اخلاقی جرائم اور ان لڑکیوں کے ساتھ جن کو اس نے اپنی حفاظت کے لئے رکھا تھا ان کے ساتھ غیر اخلاقی مجرمانہ حرکتیں کرتا تھا، ان کے ساتھ جس طرح سے ہوتا رہتا، اور جتنا ان کے ساتھ غیر اخلاقی فعل کرسکتا تھا کرتا رہا اس فرعون وقت نے اللہ کی شریعت اور اس کی کتاب میں دخل اندازی کی، اس نے یہ آواز لگائی کہ سورہ اخلاص سے لفظ "قل" کو نکالدو، معوذتین سے اس لفظ "قل" کو نکالدو، اس نے سنت کا بالکل انکار کردیا اور اس کی جگہ اپنی کتاب "گرین بک" کو رکھا جو ایک بے حقیقت سی کتاب ہے۔ اور یہ فرعون کتاب اللہ کو اپنے جوتوں سے روندا کرتا تھا، اور ہجری تاریخ کو بدل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات کو مقرر کیا، اور اس طرح کی کتنی اس نے دین وشریعت کے بارے میں مجرمانہ حرکتیں کیں اور یہ فرعون اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں سے کہتا تھا کہ محمد کون تھے، ان کی حقیقت ایک ڈاکیہ (پوسٹ مین) کی تھی اور بس، آیا اور پھر چلا گیا (نعوذ باللہ من کل ذلک)

یہ تھا لیبیا کا معمر قذافی، وقت کا فرعون، کمیونسٹ مزاج، ملحد اور بے دین اللہ کی شریعت اور اس کی کتاب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذاق اڑانے والا، اور جس کو مسلمانوں نے جذبات کی رو میں "مرد آہن" کا خطاب دیا تھا۔

پھر جب لیبیا پر بیالیس سال حکومت کرنے والے حکمراں پر اللہ کا غضب نازل ہوا، اور جو لاٹھی بے آواز تھی اس میں حرکت پیدا ہوئی تو دنیا نے دیکھا کہ اس فرعون کا کتنا عبرتناک انجام ہوا کہ چوہوں کی طرح پناہ کے لئے بل تلاش کرتا رہا، مگر تلاش کرنے والے بھی اس کی تلاش میں رہے اور اپنے ہی قوم کے ایک سپاہی کے ہاتھوں وہ فرعون وقت ذلت کی موت مرا۔

"وفی ذلک عبرۃ لاولی الابصار" فلیعتبر المعتبرون

❀❀❀❀❀

(ص ۷ کا بقیہ)

اوران کی خودداری اور عزت نفس کو کس طرح کچلتے ہیں وہ کوئی کہنے والی بات نہیں ہے۔ ہم اپنا خود محاسبہ کر کے فیصلہ کریں کہ خادموں اور ملازموں کے ساتھ جو ہمارا سلوک ہوتا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادموں کے ساتھ سلوک ہوا کرتا تھا، ان دونوں سلوکوں کے درمیان کتنا فرق ہے۔

(۵)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز تم میں کا وہ شخص مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا، جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھا ہے اور مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوگا جو بلا وجہ اور ناحق کثرت سے بکواس کرنے والا ہے اور جو تکلف اور تصنع سے بات کرنے والا ہے اور جو متکبرانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔

اس حدیث میں جو اللہ کے رسول کو جو بات پسند تھی اور جو باتیں آپ کو ناپسند تھیں اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے سب واضح ہے۔ اچھے اخلاق کی وجہ سے قیامت کے روز آدمی اللہ کے رسول سے قریب ہوگا اور جو تصنع وتکلف سے اور متکبرانہ انداز میں بات چیت کرتا ہے اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ آخرت میں اللہ کے رسول کی مجلس سے دور ہوگا یہ کتنی بڑی بدبختی اور سوئے قسمت کی بات ہے۔

❀❀❀❀❀

نبوی ہدایات

<u>محمد ابوبکر غازی پوری</u>

(۱)......حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تھا تو ان کو چند ہدایات کی تھیں، ان میں سے ایک ہدایت یہ تھی:

اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها وبين الله حجاب. (ترمذی شریف)

یعنی معاذ! تو مظلوم کی بددعا سے بچ، اس لئے کہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا ہے، یعنی وہ بددعا فوراً قبول ہوتی ہے۔

کسی پر ظلم کرنا انتہائی درجہ کی بری حرکت ہے۔ خصوصاً کمزوروں کے ساتھ تو آدمی کو بہت زیادہ لطف وکرم کا معاملہ کرنا چاہئے، اگر ان سے کچھ زیادتی بھی ہو جائے تو نرمی کا معاملہ کر کے اس سے درگزر کرنا چاہئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ظلم قیامت کے روز کی تاریکیاں ہیں، یاد رہے کہ ظلم کرنا نہ اپنے پر جائز ہے نہ پرائے پر یعنی اس بارے میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(۲)......حضرت سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **الاناة من الله، والعجلة من الشيطان.** (ترمذی)

یعنی تحمل اور صبر وضبط سے کام لینا، اور جلدی نہ کرنے کی انسان میں جو عادت ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، اور جلدی بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

اس حدیث میں دو لفظ استعمال کیا گیا ہے ''اناة، اور عجلة'' عجلة کا مفہوم تو واضح ہے، اسی کے مقابل کا لفظ اناة ہے، یعنی کسی کام میں جلدی نہ کرنا اور فوری قدم اٹھانے کے بجائے سوچ وبچار کر کے بلکہ لوگوں سے مشورہ بھی کر کے اس کو انجام دینا عجلت میں کبھی انسان کوئی کام کرتا ہے، بعد میں اس کو شرمندگی یا افسوس ہوتا ہے۔ اس لئے اناة کا حکم دیا گیا ہے اور جلدی بازی سے منع کیا گیا ہے۔ اناة کو عقل مندی کی

علامت بتلایا گیا ہے اور عجلت اور جلدی بازی کی خصلت کو جہل اور بے وقوفی کی علامت بتلایا گیا ہے۔

مگر عدم عجلت کا یہ حکم دنیاوی کاموں کے لئے ہے، خیر اور اخروی کاموں میں جلدی کرنا ہی بہتر ہے۔

(۳)......حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اعطی حظه من الرفق فقد اعطی حظه من الخير، ومن حرم حظه من الرفق فقد حرم حظه من الخير. (ترمذی)

یعنی جس شخص کو نرمی کا حصہ ملا اس کو اس کے خیر کا حصہ ملا، اور جو نرمی کے حصہ سے محروم کیا گیا وہ خیر اور بھلائی کے حصہ سے محروم کیا گیا۔

اس حدیث سے لوگوں کے ساتھ نرم معاملہ کرنے کی خوبی کا پتہ چلتا ہے اور یہ عادت اسی کی ہوتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس کے خیر کے حصہ سے محروم کرتا ہے، وہ شخص بھلائی کے حصہ سے بھی محروم کردیا جاتا ہے۔

(۴)......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، میں نے کوئی کام کیا تو کبھی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار نہیں کیا، اور نہ یہ کہا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا، اور کبھی کسی کام کو چھوڑ دیا تو یہ نہیں کہا کہ تو نے اس کام کو کیوں چھوڑا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر انسان تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا سلوک تھا، دس سال کی مدت کوئی کم نہیں ہوتی ہے۔ اس پورے زمانہ میں حضرت انس کے ساتھ کس حسن اخلاق سے پیش آتے رہے، اور ہم اپنے خادموں اور ملازمین کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں، (بقیہ ص ۵ پر)

آٹھویں قسط

محدثین کی قوت حفظ تاریخ کی روشنی میں

ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ

ہشیم بن بشیر ابو معاویہ سلمی بڑے محدث ہیں، ان کو زہری، یونس بن عبید، ایوب سختیانی وغیرہ سے تلمذ حاصل ہے۔ مالک بن انس، سفیان ثوری، شعبہ، عبداللہ ابن مبارکؒ وغیرہ اجلۂ محدثین نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، بیس ہزار حدیث کے آپ حافظ تھے۔ حدیث سننے کا شوق بچپن ہی سے تھا، ان کے والد کو پڑھانے کا ذوق نہیں تھا، وہ ان کو طلب علم سے منع کیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ یہ کوئی دوسرا مشغلہ اختیار کریں، اتفاق سے یہ ایک دفعہ بیمار ہوئے، ابوشیبہ کی مجلس درس میں یہ حاضر ہوا کرتے تھے، ابوشیبہ فقیہ اور قاضی وقت بھی تھے۔ ایک روز انہوں نے جب ان کو غیر حاضر پایا تو نہ آنے کا سبب معلوم کیا، ان کو بتلایا کہ وہ بیمار ہو گئے ہیں، اسی وقت قاضی ابوشیبہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ چلو ہم ان کی عیادت کریں، چنانچہ انہوں نے اصحاب علم کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے اس محبوب شاگرد کی عیادت کی اس وقت کسی کے دروازہ پر قاضی وقت کا پہونچنا بڑی بات تھی۔ ان کے والد یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنے لڑکے سے کہا کہ میں تم کو حدیث سیکھنے سے منع کرتا تھا اب تم اس علم کو حاصل کرو، مجھے کہاں توقع تھی کہ قاضی شہر بھی ہمارے دروازہ پر آئیگا۔

ہشیم نہایت باکمال اور رعب وجلال والے محدث تھے، حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے ہشیم سے زیادہ کسی اور کو بلند طبیعت نہیں پایا، علمی جلال وہیبت کا عالم یہ تھا کہ عبداللہ صاحبزادۂ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ میں ہشیم کی مجلس میں چار پانچ سال رہا، لیکن ان کی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ میں دو مرتبہ کے علاوہ ان سے کچھ سوال نہیں کرسکا۔

لوگوں نے کہا ہے کہ ان کا مقام قوتِ حفظ میں سفیان ثوری سے اونچا ہے وہ

بہت سی ایسی حدیث پر قابو یافتہ تھے، جو سفیان کی دسترس سے باہر تھی، یحیی بن ایوب فرماتے ہیں کہ ہشیم کا بیان ہے کہ جس محدث سے میں پچاس یا اس کے قریب حدیثیں سنتا تھا، اس کو لکھتا نہیں تھا، خطیب کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسی وقت یاد ہو جاتی تھیں۔

حاتم مؤدب فرماتے ہیں ایک دفعہ ہشیم سے سوال کیا گیا کہ آپ ایک مجلس میں کتنی حدیث یاد کر لیتے ہیں تو فرمایا کہ میں سو حدیثیں ایک مجلس میں یاد کر لیا کرتا تھا اور اگر مجھ سے اس کے ایک ماہ بعد پوچھا جاتا تو میں اس کو سنا سکتا تھا، اور عجیب تر بات یہ ہے کہ آپ کے حافظہ پر مرورِ زمانہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، ابن مبارکؒ فرماتے ہیں: **من غیر الدهر حفظه لم یغیر حفظ هشیم**، زمانہ سب کے حفظ میں تغیر کر دیتا ہے، لیکن ہشیم کے حفظ میں وہ کچھ تغیر نہیں کر سکا، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ پورے عراق میں حدیثوں کا اتنا اچھا حافظ دوسرا نہیں تھا، اخیر عمر میں عبادت و ریاضت کی طرف توجہ زیادہ تھی، لکھا ہے کہ دس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

(تاریخ بغداد ترجمہ ہشیم ج ۱۴ ص ۸۵)

یحییٰ بن یمان ابو زکریا عجلی رحمۃ اللہ علیہ

ابو زکریا عجلی علم حدیث کی بلند پایہ شخصیت، امامت فی الحدیث کے وصف اور علم رجال میں فرد فرید تھے، وطن آپ کا کوفہ تھا، وقت کے مشاہیر محدثین سے علمی استفادہ کیا اور علم حدیث اور معرفت رجال میں کمال حاصل کیا، چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں، سفیان ثوریؒ، معمر راشد، اشعث، امام ابو حنیفہؒ۔

آپ سے مشاہیر امت نے حدیث کا سماع کیا، جن میں مندرجہ ذیل ائمہ حدیث ہیں۔ محمد بن عیسیٰ، یحییٰ بن معین، حسن بن عرفہ وغیرہ۔

زہد فی الدنیا میں آپ یکتائے روزگار تھے، عسرت کی زندگی کو فراخی اور وسعت کی زندگی پر ترجیح دیتے تھے، بدن پر اتنا بھی کپڑا نہیں ہوتا تھا کہ پورا بدن

ڈھک جاتا، بس کسی طرح شرم گاہ کی ستر پوشی کرلیا کرتے تھے، ایک ایک کپڑے پر کئی کئی پیوند ہوتے۔ بشیر بن حارث فرماتے ہیں کہ میں یحییٰ بن یمان کے پاس بیٹھا تھا انہیں میری پوشاک پر حیرت ہوتی تھی اور میں ان کے کپڑے دیکھ کر استعجاب میں تھا فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک دفعہ ایک جراب (موزہ کی ایک قسم ہے) تھا، اس سے میں نے کسی طرح اپنی شرم گاہ چھپا رکھی تھی، دوسرا کپڑا نہیں تھا، جس سے میں بدن کے بقیہ حصہ کو چھپاتا۔

آپ کی یہی راہبانہ زندگی تھی، جس کی وجہ سے آپ کو لوگ کوفہ کا راہب کہتے تھے۔

قوت حافظہ آپ کی نہایت اونچے درجہ کی تھی، عالم یہ تھا کہ ایک ایک مجلس میں پانچ پانچ سو حدیثیں یاد کرلیا کرتے تھے۔ وکیع بن جراح کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھیوں میں یحییٰ بن یمان سے بڑھ کر کوئی دوسرا حافظ حدیث نہیں تھا، وہ ایک مجلس میں پانچ سو حدیثیں یاد کرلیا کرتے تھے۔

اخیر عمر میں آپ کے حافظہ میں تغیر پیدا ہوگیا تھا اور پھر قوتِ حافظہ میں ان کی قائم مقامی ان کے لڑکے نے کی۔

ابو ہاشم رفاعی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن یمان کہا کرتے تھے کہ مجھے امام ثوری کی صرف تفسیر کے سلسلہ کی چار ہزار حدیثیں یاد ہیں، فرماتے تھے کہ میں امام ثوری کی مجلس میں کبھی لکھنے کی تختیاں لے کر نہیں گیا اور کبھی کبھی ستر ستر حدیث سن کر واپس ہوتا اور بعد میں اپنے ساتھیوں کو ان کا زبانی املاء کرادیتا۔

ابن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع کو کہتے سنا کہ یحییٰ بن یمان سفیان کی مجلس میں حدیث کو سنا کرتے اور ہر حدیث پر ایک گانٹھ دے دیا کرتے تھے اور گھر آکر ایک ایک گانٹھ کھولتے جاتے اور حدیث لکھتے جاتے، محمد بن عمار کہتے ہیں کہ یحییٰ بن یمان ہم سے زبانی حدیثیں بیان کرتے تھے۔ ان کی ثقاہت اور عدالت کی گواہی محدثین کی ایک جماعت نے دی ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۲۰)

بارہویں قسط

مولانا داؤد راز کی تشریح بخاری

<u>محمد ابوبکر غازی پوری</u>

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے۔ باب شهادة المختبى یعنی چھپے ہوئے انسان کی گواہی، اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ابن صیاد کا ذکر ہے اس کا آخری حصہ یہ ہے۔ ابن صیاد کی ماں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درختوں کی آڑ لئے ہوئے چلے جا رہے ہیں تو اس نے ابن صیاد سے کہا کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں تو (ابن صیاد جو بڑبڑا رہا تھا) وہ ہوشیار ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتی تو اصل حقیقت ظاہر ہو جاتی۔

اس حدیث میں چھپے آدمی کی گواہی کا کوئی ذکر نہیں ہے، شرعی گواہی کا ایک خاص مفہوم ہوتا ہے۔ مگر راز صاحب فرماتے ہیں: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چاہا چھپ کر اس کی بات سنیں اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے، یہی واقعہ یہاں مذکور ہے، اس سے حضرت امام نے ترجمۃ الباب کو ثابت فرمایا ہے۔ (ص ۲۳ ج ۴)

ذرا راز صاحب فرمائیں کہ اس پوری حدیث میں شہادت کا کہاں ذکر ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے یا کسی کے خلاف کوئی شہادت دی تھی راز صاحب کا یہ بہت پرانا مرض ہے کہ وہ امام بخاری کی فقاہت اور ان کو فقیہ اعظم ثابت کرنے کے لئے زبردستی حدیث کو باب کے مطابق بناتے ہیں، اگر اسی کا نام فقاہت ہے تو اللہ خیر کرے۔

حضرت امام بخاری نے اس بات کے تحت رفاعۃ قرظی کی بیوی کی طلاق کے سلسلہ کی مشہور حدیث ذکر کی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ رفاعہ نے اس کو طلاق مغلظہ

دے دیا تھا، تو اس عورت نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے شادی کی مگر وہ اس کی صحبت پر قادر نہیں تھے، تو وہ عورت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے آنحضور سے عبدالرحمٰن کا حال بیان کیا کہ ان کا آلہ تناسل تو بیکار ہے، تو آنحضور نے اس سے پوچھا کہ کیا تم واپس رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ تمہارا عبدالرحمٰن مزہ نہ چکھ لے اور تم ان کا مزہ نہ چکھ لو، اس گفتگو کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے دروازہ پر کھڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے، جب خالد نے اس عورت کی اس بے باکانہ بات کو سنا تو انہوں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ دیکھو نا! یہ عورت آنحضور سے کیا کہہ رہی ہے۔

راز صاحب فرماتے ہیں کہ اسی آخری جملہ سے حدیث سے باب کی مطابقت ثابت ہو رہی ہے۔ یعنی چھپا شخص جب گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی۔ (ص ۱۲۳ ج ۴)

اس حدیث میں بھی نہ شہادت کا ذکر ہے نہ خالد کے چھپنے کا ذکر ہے، وہ تو اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے، اگر وہ چھپے ہوتے تو حضرت ابوبکر سے ہم کلام کیسے ہوتے، امام بخاری کو پتہ نہیں چلا کہ اختباء الگ مفہوم رکھتا ہے اور انتظار کا مفہوم الگ ہوتا ہے۔

اگر راز صاحب میں بھی دم خم ہے تو وہ بتلائیں کہ اختباء اور انتظار کا مفہوم ایک ہے، یا ثابت کریں کہ اس حدیث میں کس کے لئے شہادت یا کس کے خلاف شہادت کا ذکر ہے۔

راز صاحب فرماتے ہیں: مدت رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی مدت) حولین کاملین (یعنی پورے دو سال) خود قرآن مجید سے ثابت ہے یعنی پورے دو سال، اس سے زیادہ پلانا غلط ہوگا، حنفیہ کے نزدیک یہ مدت تین ماہ اور زائد تک ہے

جواز روئے قرآن مجید صحیح نہیں ہے۔ (ص ۱۲۹ ج ۴)

معلوم ہوتا ہے کہ راز صاحب پر غیر مقلدیت کا نشہ بڑے زور کا چڑھا ہوا ہے، اور اسی زور کے نشہ کی وجہ سے ان کے منہ سے کیا نکل رہا ہے، ان کو اس کا پتہ بھی نہیں چل رہا ہے۔ ذرا راز صاحب اس کتاب کا نام تو لیں جس میں حنفیہ کے نزدیک مدت رضاعت تین ماہ ہو؟ اپنی طرف سے مسئلہ گڑھ کر حنفیہ کے سر تھوپنا یہ راز صاحب جیسے شریف اہل حدیث لوگوں کا کام ہے۔

راز صاحب کا یہ فرمانا بھی جہالت کی انتہاء ہے کہ دو سال سے زیادہ دودھ پلانا غلط ہوگا۔ راز صاحب فرمائیں کہ یہ مسئلہ انہوں نے کہاں سے نکالا، کس نے دو سال سے زیادہ دودھ پلانے کو غلط کہا ہے۔ کیا یہ امام بخاری کا مذہب ہے، یا حافظ ابن تیمیہ کا، یا کسی اور امام اور مجتہد کا، کیا یہ مذہب کسی صحابی یا تابعی کا ہے؟ راز صاحب کسی تفسیر کی طرف رجوع کریں تب ان کو اس آیت کا شاید صحیح مفہوم سمجھ میں آ جائے۔

راز صاحب فرماتے ہیں:

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو فتنہ انکار حدیث کے بانی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حدیث نبوی کو ظنیات کے درجہ میں رکھ کر ان کی اہمیت کو گرا دیا، اللہ ان فقہاء پر رحم کرے جو اس تخفیف حدیث کے مرتکب ہوئے جنہوں نے فتنہ انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا۔ (ص ۱۵۵ ج ۴)

راز صاحب نے حضرات احناف کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ راز صاحب اتنے بے شرم واقع ہوئے ہیں کہ چاند پر تھوکتے ہیں۔ کیا راز صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ برصغیر میں جتنے منکرین حدیث ہوئے ہیں وہ سب کے سب غیر مقلد تھے، عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراجپوری، نیاز فتح پوری، دو قرآن والا برق جیلانی، سرسید احمد خان پاکستان کا مسعود مسعودی فرقہ والا اور اس طرح کے قدیم وجدید جتنے منکرین حدیث ہیں سب کے سب غیر مقلد تھے، ایک حنفی آپ کو منکر حدیث نہیں ملے گا۔ اپنے اس

عیب کو چھپانے کے لئے راز صاحب احناف کو انکار حدیث کے الزام سے متہم قرار دے رہے ہیں، حالانکہ راز صاحب کو پتہ ہے کہ احناف کا مذہب تو یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی معتبر ہے اور اگر کوئی صحیح حدیث نہ ہو تو اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا۔ جب کہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ ضعیف حدیث کا مطلقاً انکار کرتے ہیں اور حدیث صحیح بھی ہو تو اگر وہ حدیث ان کے خود تراشیدہ مذہب کے خلاف ہے تو اس کا انکار بڑی بے باکی سے کرتے ہیں، غیر مقلدین صحیح حدیث کا کس طرح انکار کرتے ہیں اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) رفع یدین کی حدیث ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ مصر کے مشہور ومعروف وشارح حدیث علامہ شاکر نے فرمایا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور غیر مقلدین جو اس کو ضعیف بتلاتے ہیں وہ بلاوجہ کی بات ہے۔ علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم شریف کے راوی ہیں۔ علامہ شاکر یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں وہ انصاف کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، انہوں نے اس حدیث کو محض اپنے مذہب کی خاطر ضعیف قرار دیا ہے۔
غیر مقلدین کے مشہور پاکستانی عالم مولانا عطاء اللہ حنیف نسائی شریف کی تعلیقات میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں انصاف کی بات یہ ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ شوکانی غیر مقلد ہیں بلکہ غیر مقلدوں کے امام ہیں، جگہ جگہ راز صاحب کی اس کتاب میں ان کی کتابوں کا حوالہ خاص طور پر نیل الاوطار کا حوالہ ملتا ہے یہ شوکانی صاحب نیل الاوطار میں فرماتے ہیں:

علامہ عراقی نے نماز کے شروع میں رفع یدین کی روایات نقل کرنے والے صحابہ کرام کو شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس تک پہونچ گئی انہی میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں

علامہ شوکانی کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وجمع العراقی عدد من روی رفع الیدین فی ابتداء الصلوٰۃ فبلغوا خمسین صحابیاً منھم العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ (ص۱۹۱ ج۲)

اور اسی بات کو دوسرے مشہور غیر مقلد عالم علامہ صنعانی نے بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں دہرایا ہے، بلکہ انہوں نے علامہ بیہقی کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سنت یعنی رفع یدین نہ کرنے والی سنت کے علاوہ کسی اور سنت پر خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ اور صحابہ کرام کا اتفاق و عمل ثابت نہیں ہے۔ (ص ۲۷۴ ج۱)

ان تمام حقیقتوں کے باوجود متعصب غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس صحیح روایت کا انکار کرتے ہیں، بلکہ حضرت ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی رسول کے متعلق بدکلامی و بدزبانی کرتے ہیں۔

(۲) مسلم شریف کی یہ روایت باب التشھد فی الصلوٰۃ میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو (اس خطبہ یا تقریر میں) ہماری نماز سکھلائی (کہ کیسے ہم نماز پڑھیں) تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنی صفوں کو سیدھی رکھو، پھر تم میں کا کوئی امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنا شروع کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم بھی آمین کہو، الخ

اس حدیث پاک میں جو صحیح مسلم کی حدیث ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم مذکور ہے کہ امام جب نماز میں قرأت شروع کرے تو مقتدی خاموش رہیں اور یہی حکم قرآن کا بھی ہے، مگر غیر مقلدین نہ قرآن کا حکم مانتے ہیں نہ صحیح حدیث کا، یہ ایسے اہل حدیث ہیں کہ یہ منکر قرآن بھی ہیں اور منکر حدیث بھی ہیں، اور پھر بھی ان کا آدمی لن ترانیاں ہانکنے میں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑتا ہے۔ جبکہ قرأت خلف الامام

کے سلسلہ کی کسی ایک حدیث میں بھی صراحت کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھنے کا مقتدی کو حکم نہیں ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم والی حدیث غیر مقلدین چھوڑا کرتے ہیں اور جس میں آپ کا صریح کوئی حکم نہیں ہے ان احادیث پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں۔

(۳) مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتویٰ پوچھا کہ کیا امام کے ساتھ مقتدی قرأت کرے گا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ **لاقراءۃ مع الامام فی شیئی**، یعنی کسی نماز میں امام کے ساتھ مقتدی کو قرأت نہ کرنی چاہئے۔

مسلم شریف کی اس صحیح حدیث کا بھی غیر مقلدین انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زید بن ثابت کا فتویٰ ہے، ہم اس کو نہیں مانتے، ان بدبختوں سے کوئی پوچھے کہ کیا حضرت زید کا یہ فتویٰ ان کی طرف سے تھا، شریعت کے مسائل میں صحابہ کرام اپنی طرف سے کوئی فتویٰ نہیں دیا کرتے تھے۔ اگر حضرت زیدؓ کا یہ فتویٰ اپنی طرف سے ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے حکم کی روشنی میں نہ ہوتا تو اتنی قطعیت کے ساتھ حضرت زید فتویٰ نہ دیتے، صحابہ کرام کا یہ طریقہ نہیں تھا، مگر وہ غیر مقلد ہی کہاں جو اپنی بات کے آگے قرآن کو نہ ٹھکرائے، حدیث رسول کو نہ ٹھکرائے، صحابی کے فتویٰ کو نہ ٹھکرائے، یہی تو اصل غیر مقلدیت ہے اور غیر مقلدوں کی تو یہی شان ہے، انکار حدیث کا دروازہ غیر مقلدوں کی اسی شان سے کھلا ہے۔

(۴) ترمذی شریف میں صبح کی نماز اجالے میں پڑھی جانے کی ایک حدیث ہے جس کے راوی حضرت رافع بن خدیج ہیں، رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ **اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر** یعنی جب فضا روشن ہو جائے تو فجر کی نماز پڑھو اس میں اجر زیادہ ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ صحابہ وتابعین میں سے بہت سے لوگوں کا یہی مذہب ہے اور یہی مذہب امیر المومنین فی الحدیث سفیان ثوری

کا بھی ہے۔امام ترمذی کے الفاظ ملاحظہ ہوں: وقد رأی غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والتابعین الاسفار بصلوٰۃ الفجر وبہ یقول سفیان الثوری، غرض یہ صحیح حدیث فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کے بارے میں نص صریح ہے، غیر مقلدوں میں اگر انکار حدیث کا اور اتباع نفس کا جرثومہ نہ ہوتا تو وہ اس صحیح حدیث کو بلا چوں چرا تسلیم کر لیتے مگر غیر مقلدوں کے اصاغر واکابر نے بالاتفاق اس صریح حدیث کو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ٹھکرا دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بخاری شریف میں یہ ارشاد موجود ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مزدلفہ میں پڑھی، یہ آپ کا معتاد وقت نہیں تھا، یعنی عام طور پر آپ اسفار ہی میں پڑھا کرتے تھے، بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے الفاظ آپ بھی سن لیں۔ مارأیت رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ بغیر میقاقھا الا صلوٰۃ جمع بین المغرب والعشاء مر صلی الفجر قبل میقاتھا، یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز معتاد وقت سے پہلے پڑھتے نہیں دیکھا، صرف ایک نماز کو میں نے (حج کے موقع پر) دیکھا کہ آپ نے مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا اور فجر کی نماز عام معتاد وقت سے پہلے (اندھیرے میں) ادا کی، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود آنحضرت کے سفر وحضر کے ساتھی تھے وہ تو یہ فرمائیں کہ آنحضور کا فجر کی نماز پڑھنے کا کس وقت میں معمول تھا اور اپنا زندگی بھر کا مشاہدہ نقل کریں اور غیر مقلدین کو فجر کی نماز اسفار میں ادا کرنے میں تکلف ہو، اللہ رے یہ شان غیر مقلدیت،

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک جس میں یہ حکم ہے کہ فجر کی نماز اجالے میں ادا کرو اور فجر کی نماز کے بارے میں اللہ کے رسول کا معمول کیا رہا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جو مشاہدہ امام بخاری نے نقل کیا ہے اس سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کی ادائیگی اجالے میں مستحب اور اولیٰ ہے اور اس میں حسب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجر زیادہ ہے مگر دیکھئے غیر مقلد محدث صاحب جن کا نام نامی اسم گرامی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ہے کیا فرماتے ہیں اور کیسی جرأت وہمت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث سے فجر کی نماز اجالے میں پڑھنے کا استحباب ثابت نہیں ہوتا ہے، اور جس نے اس کو دلیل بنایا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۴۴ ج ۱)

غیر مقلدین کی احادیث صحیحہ کے اور ارشادات نبویہ کے انکار اور رفض ورد کی انہیں جرأتوں نے منکرین حدیث کے لئے انکار حدیث کا دروازہ کھولا ہے۔

مگر راز صاحب جیسے غیر مقلدیت کی اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو فقہائے احناف کے طرز عمل سے جن کے نزدیک ضعیف اور مرسل روایت بھی قابل احتجاج اور قابل عمل ہے انکار حدیث کا دروازہ کھلتا نظر آتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اب تک کی مثالوں سے آپ نے یہ معلوم کیا کہ غیر مقلدین صحیح احادیث کا انکار کر کے انکار حدیث کا دروازہ کس طرح کھولتے ہیں، اب ایک مثال لیجئے کہ جو حدیث بالکل ضعیف اور موضوع کے قریب ہوتی ہے اگر وہ ان کے مذہب کے مطابق ہوتی ہے تو وہ اس کو کس طرح قبول کر لیتے ہیں، ان کے اس طرز عمل سے حدیث کے بارے میں شک کی ذہنیت پیدا ہوتی ہے اور انکار حدیث کا دروازہ کھلتا ہے ضعیف حدیث کے قبول کرنے کی مثال ملاحظہ ہو۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ ایام محرم میں خوب کھاؤ اور پیو اور اپنے اہل وعیال کو بھی خوب کھلاؤ پلاؤ، غیر مقلدین اس بارے میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں

وہ یہ ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وسع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہٗ

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی یوم عاشورہ کے دن اپنے بال بچوں پر کھانے پینے میں وسعت کرے گا تو سال بھر اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت پیدا کرے گا۔

یہ حدیث بالکل ضعیف اور موضوع کے قریب ہے مگر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اگرچہ محدثین نے ضعیف اور نا قابل احتجاج قرار دیا ہے اور بعض نے موضوع بنایا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے اور کثرت طرق کی وجہ سے وہ حسن اور قابل احتجاج ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۷۶ ج ۱)

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کے اس فتویٰ پر شیخ الکل فی الکل مولانا نذیر حسین میاں صاحب کا بھی دستخط ہے، جو اس بات کا اعلان ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ اجماعی اور اتفاقی فیصلہ ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بخاری تک کی صحیح حدیث کو غیر مقلدین نے ٹھکرادیا ہے اور جب بات کھانے پینے کی ہوئی تو ایک ضعیف حدیث اور اتنی ضعیف کہ محدثین نے اس کو من گھڑت اور موضوع تک کہا ہے، وہ غیر مقلدین کے اکابر کے نزدیک کس طرح قابل قبول ہوگی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کی ہی حرکتوں سے کھلتا ہے۔

❀❀❀❀❀

محمد اجمل مفتاحی

قسط هفتم

فضائل ابو حنیفہ

امام ابو حنیفہ کا فتویٰ دینے سے احتراز

خالد بن زیات کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ فتویٰ دینے والے تین قسم کے ہوتے ہیں، جس نے ٹھیک ٹھیک فتویٰ دیا اس نے اپنے آپ کو بچالیا، اور جس نے بلا علم اور بلا قیاس فتویٰ دیا وہ خود بھی ہلاک ہوا، اور جس کو فتویٰ دیا اس کو بھی ہلاک کیا۔ تیسرا وہ شخص جو صرف اپنی فضیلت جتانا چاہتا ہے، نہ اس کے پاس علم ہوتا ہے اور نہ وہ اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ سورج کی پوجا قیاس ہی کی وجہ سے کی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ تم کو معاف کرے، پہلے سمجھ حاصل کرو پھر سنت کو سامنے رکھ کر قیاس کرو اور اللہ سے حق کی توفیق بھی مانگو۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری تمنا یہ ہوتی ہے کہ ہم جیسے بیٹھتے اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور ہم سے فتویٰ نہ لیا جاتا۔

اسحٰق بن حسن الکوفی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ریشم کے بازار میں آکر لوگوں سے پوچھا کہ ابو حنیفہ فقیہ کہاں ملیں گے؟ حضرت امام ابو حنیفہ نے اس کی بات سنی تو اس سے کہا کہ ابو حنیفہ فقیہ نہیں ہیں وہ زبردستی کے مفتی بن گئے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کا والدہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا اوران کے ساتھ حسن سلوک کرنا

حجر بن عبدالجبار حضری کہتے ہیں کہ کوفہ کی مسجد میں زرعہ نامی ایک قصہ گو واعظ تھے، ان کی قصہ گوئی اور وعظ کی شہرت ہوئی، امام ابو حنیفہ کی والدہ کو بھی ان سے

عقیدت ہوگئی۔ایک دفعہ ان کو کسی مسئلہ کے بارے میں فتویٰ معلوم کرنا تھا، امام صاحب نے ان سے مسئلہ معلوم کر کے فتویٰ بتلایا، تو ان کی والدہ نے کہا کہ میں تو زرعہ ہی سے فتویٰ لوں گی، امام صاحب نے کہا کہ ان کے پاس فقہ اور علم نہیں وہ کیا فتویٰ دیں گے تو ان کی والدہ نے کہا کہ میں تو انہیں کی بات مانوں گی، تو امام ابوحنیفہ نے اپنی والدہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو لے کر زرعہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ یہ میری والدہ ہیں وہ آپ سے فتویٰ پوچھنا چاہتی ہیں تو زرعہ نے کہا کہ آپ سے بڑا فقیہ اور عالم کون ہے، آپ ان کو مسئلہ بتلادیں تو امام صاحب نے کہا کہ وہ تو تم ہی سے فتویٰ حاصل کرنا چاہتی ہیں میں نے ان سے یہ اور یہ کہا تھا، تو جیسا امام صاحب نے کہا اسی کو واعظ صاحب نے حضرت امام کی والدہ کے سامنے دہرادیا، اب ان کی والدہ کو اطمینان ہوگیا۔

حسن بن مالک کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کہا کرتے تھے کہ جب مجھے کوڑا مارا جاتا تھا تو مجھ کو اس کی اتنی تکلیف نہیں ہوا کرتی تھی جتنی اس تصور سے تکلیف ہوتی تھی کہ جب میری والدہ کو میرے اوپر کوڑا پڑنے کی خبر ہوتی ہوگی تو وہ کس قدر تکلیف محسوس کرتی ہوں گی۔

خرید وفروخت میں امام ابوحنیفہ کی دیانت داری حسن عمل اور پاکیزہ مال کی رعایت

حبان حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے پاس ایک عورت ایک کپڑا بیچنے کے لئے لائی، امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ اس کو کتنے میں بیچو گی تو اس عورت نے کہا کہ سو درہم میں، تو امام صاحب نے کہا کہ اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے۔اس کی قیمت اس سے زیادہ کہو، تو اس نے کہا کہ دوسو، تو امام صاحب نے کہا یہ قیمت بھی کم ہے، پھر اس نے تین سو درہم بتلائی، تو امام صاحب نے کہا کہ یہ کپڑا اس سے زیادہ کا نہیں ہے، پھر امام صاحب نے اس کپڑے کو چار سو

درہم میں خریدا۔

خالد بن یزید کا بیان ہے کہ امام صاحب کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ مجھے آپ کا پتہ بتلایا گیا ہے مجھے دو قسم کا کپڑا چاہئے۔ ایک اپنی والدہ کے لئے اور ایک اپنی بیوی کیلئے، اور برائے مہربانی معاملہ کرنے میں میرے ساتھ احسان کریں (یعنی مجھے نقصان نہیں ہونا چاہئے) تو امام صاحب نے اس سے کپڑوں کی قیمت لے کر اس سے کہا کہ کیا تم مجھ کر دو جمعہ تک کی مہلت دو گے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں میں دو جمعہ کے بعد آ کر کپڑا لے جاؤں گا، جب وہ دوسرے جمعہ کو آیا تو امام صاحب نے اس کا مطلوبہ کپڑا بھی دیا اور ایک دینار بھی دیا، اور اس سے کہا کہ میرا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے۔ میں نے تمہاری رقم سے کچھ مال خرید لیا، اور پھر اس کو بیچ کر تمہارے ہی پیسے سے تمہارے لئے دونوں کپڑے خریدے، اور ایک دینار نفع بھی کمایا جو تمہارے ہی مال سے بطور نفع حاصل ہوا ہے۔ لوگوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیا اس آدمی سے آپ کی جان پہچان پہلے سے تھی؟ تو امام صاحب نے کہا کہ نہیں، مگر جب اس نے مجھ سے یہ کہا کہ میرے ساتھ احسان کیجئے گا کہ خریدنے میں میرا نقصان نہ ہو تو مجھے اس کا خیال رکھنا ہوا کہ اس کو فائدہ ہو نقصان نہ ہو،

محمد بن شجاع کہتے ہیں کہ حماد بن ابی حنیفہ اور میں داؤد طائی کے پاس گئے جب ملاقات ختم ہوئی اور ہم واپس لوٹنے لگے تو حماد نے اپنی آستین سے ایک تھیلی نکالی جس میں چار سو درہم تھے، اور داؤد سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو اس وقت تنگی درپیش ہے، میرے درمیان اور آپ کے درمیان جو دوستی کا رشتہ ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ اس لئے اس رقم کو آپ لے لیں اور اپنی ضرورت میں اسے کام میں لائیں اور کہا یہ میری کمائی کا مال نہیں ہے بلکہ مجھے میرے والد ابو حنیفہ کی میراث میں سے یہ رقم ہے۔ جب داؤد نے ان سے یہ سنا کہ یہ رقم امام ابو حنیفہ کے میراث سے ہے تو بار بار حماد سے پوچھتے کہ امام صاحب کے میراث کے مال سے یہ رقم ہے۔ یعنی اس

کے طیب اور پاکیزگی کی وجہ سے چاہتے تھے کہ وہ اس رقم کو لے لیں، مگر پھر اس نے کہا کہ اگر میں کسی چیز کا بوسہ لیتا تو اس مال کو چوم لیتا، اور اس رقم کو بار بار عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے حماد سے کہا کہ اگر ہدیہ لینے کا میرا دستور ہوتا تو میں اس رقم کو ضرور قبول کر لیتا۔

امام صاحب کا پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرہ

یزید بن کمیت کہتے ہیں کہ امام صاحب کا ابوحماد نام ایک پڑوسی تھا جس کے اطوار اچھے نہیں تھے، اونٹ کا گوبر اور کانٹے چنا کرتا تھا اور انہیں کو بیچ کر اپنا پیٹ پالتا تھا، کبھی شراب پی کر نشہ میں یہ شعر گاتا۔

"اضاعونی وای فتی اضاعوا"

لوگوں نے مجھے ضایع کر دیا، اور کیسے نوجوان کو ضایع کیا

ایک رات امام صاحب کو ابوحماد کی یہ آواز سنائی نہیں دی، تو انہوں نے پڑوسیوں سے پوچھا کہ وہ نوجوان کہاں گیا جو "اضاعونی وای فتی اضاعوا" گایا کرتا تھا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس کو قید کر دیا گیا ہے، تو امام صاحب نے صبح کوفہ کے گورنر کے پاس آدمی بھیج کر اس کو قید سے آزاد کرایا، اور اس سے کہا کہ ابوحماد دیکھو تمہارے پڑوسیوں نے تم کو ضایع نہیں کیا اور اس کو سو درہم بھی عطا کیے۔

محمد بن سعدان معتز امیر المومنین کا معلم تھا اس نے بیان کیا کہ ابواسید نامی ایک شخص ابوحنیفہ کے پاس اٹھا بیٹھا کرتا تھا اور وہ بھول بھولکڑ قسم کا آدمی تھا، ایک روز وہ امام صاحب کے پاس بیٹھا تھا اس کے بغل میں ایک صاحب اور تھے تو ابواسید نے اس سے کہا کہ ذرا اپنا کرتا کنارے کرو، میں پیشاب کرنا چاہتا ہوں، حالانکہ وہ کہنا چاہا کہ میں تھوکنا چاہتا ہوں، تو اس آدمی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ سن رہے ہیں کہ ابواسید کیا کہہ رہا ہے، تو ابواسید نے غصہ میں کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ علماء کی مجلس میں سکون اور کم وقار کے ساتھ بیٹھا کرو، اس کی اس بات سے امام

صاحب کو ہنسی آ گئی۔ ایک روز وہ امام صاحب کے پاس تھا کہ کچھ لوگ ایک موٹی لکڑی لیکر کے گزرے تو ابو اسید نے کہا کہ کاش یہ مجھے مل جاتی، تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کا تم کیا کرو گے؟ تو اس نے کہا کہ میں اس کا ختنہ کروں گا اور اپنے بیٹے کو ذبح کروں گا۔ ایک روز ابو اسید جمعہ کی تیاری کر کے نکلا اور دن سینچر کا تھا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ کیا تم سینچر کے روز جمعہ پڑھو گے، تو اس نے کہا کہ میں آج کا دن جمعہ کا دن ہی سمجھ رہا تھا۔ ایک دفعہ مریض ہوا تو امام صاحب اس کی عیادت کو گئے اور اس سے پوچھا کہ لوگوں نے تم کو آج کیا کھلایا تو اس نے کہا کہ نچوڑے ہوئے انار کے بچے حصہ کا شربا، تو امام صاحب ہنس پڑے اور کہا کہ تب تو تم ٹھیک ٹھاک ہو۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ باین علم و فضل ایسے لوگوں سے بھی دل تنگ نہیں ہوتے تھے اور ان کو اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے پر صبر کرتے تھے، تا کہ وہ شکستہ دل نہ ہوں۔

خدا کے دربار میں امام ابوحنیفہ کا حسن قبول اور رفعت منزلت

محمد بن ابی رجاء کہتے ہیں کہ میرے والد نے امام محمد کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے بخش دیا، تو والد صاحب نے ان سے پوچھا کس وجہ سے تمہاری بخشش ہوگئی؟ تو امام محمد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تم کو علم کی دولت سے اسلئے نوازا تھا کہ ہم تمہاری مغفرت کر دیں گے۔ والد صاحب نے امام ابو یوسف کے بارے میں پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم سے ایک درجہ اوپر ہیں، پھر امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا تو امام محمد نے کہا کہ وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

حضرت جعفر بن حسن نے امام صاحب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے رب نے ہماری بخشش فرما دی، پوچھا کیسے؟ تو ابوحنیفہ نے کہا کہ اس وجہ سے کہ میرے بارے میں

لوگ وہ بات کہا کرتے تھے جو میرے اندر نہیں تھی، (یعنی وہ لوگ میری غیبت کرتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی غیبت کرنے کو میرے لئے ذریعہ بخشش بنادیا۔

اشعار میں امام صاحب کی تعریف اوران کا مرثیہ

حضرت سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا کہ سادر وراق نے امام ابوحنیفہ کی شان میں اشعار پڑھے۔

(۱)اذا ما الناس قایسونا بابدة من الفتوىٰ طريقة

(۲)اتیناهم بمقیاس صلیب مصیب من طراز ابی حنیفه

(۳)اذا سمع الفقیه وعاها واثبتها بحبر فی صحیفة

(۱) یعنی جب لوگوں نے مشکل اور عجیب مسئلہ میں ہم سے قیاس میں مقابلہ کیا۔

(۲) تو ہم نے ان کے سامنے ابوحنیفہ کے طرز کا درست اور ٹھیک قیاس پیش کیا۔

(۳) جب اس کو کسی فقیہ نے سنا تو روشنائی سے اس کو کتاب میں ضبط کرلیا۔

اس کے بعد ایک ولیمہ کی دعوت میں جب وراق گئے تو وہاں امام ابوحنیفہ بھی تھے، اس کو دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور اپنے ہی قریب کی جگہ کشادہ کر کے ان کو بٹھلایا۔

شبابۃ بن سوار کہتے ہیں کہ امام شعبہ ابوحنیفہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور سادر وراق کے ان اشعار کو پڑھا کرتے تھے۔

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے ہمیں عبداللہ بن مبارک کے ان اشعار کا املا کرایا۔

رأيت ابا حنيفة كل يوم يزيد نبالة ويزيد خيرا

وينطق بالصواب ويصطفيه اذا ماقال اهل الجور جورا

يقاسي من يقاسه بلب فمن ذا تجعلو نه به نظيرا

كفانا فقه حماد وكانت مصيبتنا به امرا كبيرا

فرد شماتة الاعداء عنا وابدى بعده علما كثيرا

اذاما المشکلات تدافعتها رجال العلم کان بها بصیرا

زید بن بشیر کہتے ہیں کہ میں امام محمد بن حسن کے پاس تھا، ان کی خدمت میں خلیفہ کا درباری شاعر حاضر ہوا، اور اس نے ان سے کہا کہ اے ابوعبداللہ آج مجھے شیخ کی یاد آئی یعنی امام ابوحنیفہ کی (ابوعبداللہ حضرت امام محمد کی کنیت ہے) تو مجھے حضرت ابوحنیفہ کی شان میں چند شعر کہنے کی اجازت ہو تو سناؤں، امام محمد نے کہا کہ سناؤ تو اس نے ان کی خدمت میں یہ تین شعر پیش کئے۔

وضع القیاس ابوحنیفہ کلہ فاتی باحسن منظر وقیاس

وبنی علی الاثار اساس قیاسہ فجرت غوامضہ علی الاساس

فالناس یتبعون فیہ قولہ لما استبان صوابہ للناس

حضرت امام ابوحنیفہ نے قیاس کو وضع کیا تو بہترین اس کا منظر پیش کیا۔
احادیث پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تو قیاس کی باریکیاں شرعی بنیاد پر قائم ہوئیں، لوگ ان کے قول کی اتباع کرتے ہیں، اس لئے کہ لوگوں کو اس کا صواب ہونا خوب معلوم ہو گیا ہے۔

ابوعاصم الرقی خلنجی سے نقل کرتے ہیں کہ جس رات ابوحنیفہ کا انتقال ہوا تو ایک جن نے ان اشعار سے ان کا مرثیہ پڑھا، لوگ آواز سن رہے تھے مگر آواز والے کو دیکھ نہیں رہے تھے، جن نے کہا:

ذھب الفقہ فلا فقہ لکم فاتقوا اللہ وکونوا خلفا

مات نعمان فمن ھذاالذی یحی اللیل اذا ماسدفا

فقہ کا علم چلا گیا اب فقہ کا علم تمہارے لئے نہیں رہا، سو اللہ سے ڈرو اور ابوحنیفہ کی جگہ سنبھالو، نعمان کی وفات ہو گئی، اب کون ہے جب رات تاریک ہو گی تو اس کو زندہ رکھے گا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی امام صاحب کی شان میں ہیں۔

الایا حیفۃ تعلوہ حبفۃ واعیی قارئا مافی الصحیفۃ

اب گلے میں ابھرنے والی رگ جس نے کتاب میں جو لکھا ہے اس

کو پڑھنے سے عاجز کر دیا ہے۔

امثلک لاھدیت ولست تھدی   تعیب اخاالعفاف ابی حنیفة

تیرے جیسا آدمی جو ہدایت سے محروم ہے اور وہ ہدایت سے محروم ہی رہے گا، عفاف و پاکدامن والے ابوحنیفہ کی خوردہ گیری کرتا ہے۔

تعیب مشمرا سھراللیابی   وصام النھار للہ خیفة

تو ایسے آدمی کی خوردہ گیری کرتا ہے جو راتوں کو جاگنے والا تھا اور دن میں اللہ کے لئے ڈر کر روزہ رکھنے والا تھا۔

وصان لسانه عن کل افک   ومازالت جوارحه عفیفة

جس نے اپنی زبان کو ہر جھوٹ سے بچا کر رکھا اور جس کے اعضاء بدن اور جوارح ہمیشہ پاک دامن رہے۔

یعف عن المحارم والملاھی   ومرضاۃ الالہ له وظیفة

جو ہمیشہ حرام اور لغو باتوں سے بچتا رہا اور اللہ کو راضی کرنا اس کا وظیفہ رہا ہے،

امام ابوحنیفہ کی وفات کے بارے میں

ابوحسان بن الحسن زیادہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کی وفات رجب ۱۵۰ھ میں بغداد میں ہوئی، ان کی عمر ستر سال کی تھی، خیزران نامی مقبرہ میں ان کو دفن کیا گیا امام صاحب کی وفات کی خبر جب ابن جریج کو پہونچی تو انا للہ پڑھا اور کہا کہ کیسا علم چلا گیا، اسی سال ابن جریج کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوحنیفہ کی وفات ہوئی وہ زمانہ جعفر منصور کی حکومت کا تھا، اہل سیر کہتے ہیں کہ امام صاحب کی وفات جیل میں ہوئی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کو زہر دیا گیا تھا۔

''بلبلان نالان'' کی داستانِ

دجل وفریب کے کچھ نمونے

<u>محمد ابوبکر غازیپوری</u>

عالم اسلام اس وقت جن عظیم فتنوں سے دوچار ہے، اس میں سے ایک بڑا فتنہ غیر مقلدیت اور سلفیت کا بھی ہے، نوجوان نسل اس فتنہ کا شکار ہے اور شکار ہوتی جارہی ہے۔ کتاب وسنت کا نام لے کر غیر مقلدیت اور سلفیت نے پورے عالم اسلام میں انتشار برپا کررکھا ہے، اب یہ انتشار یورپ اور امریکہ کے مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگیا ہے۔ ہمارے پاس جو اطلاعات ہیں برطانیہ بطور خاص اس انتشار کا شکار ہے، قادیانیت اور سلفیت کے اس ملک میں بڑے بڑے مراکز قائم ہیں ہندوستان میں یوں تو جگہ جگہ غیر مقلدیت نے اپنا ڈیرہ جمارکھا ہے اور غیر مقلدین کا طائفہ ہندوستان کے ان علاقوں میں جہاں ان کا مضبوطی سے کوئی دفاع کرنے والا نہیں ہے وہاں یہ طبقہ بڑا سرگرم ہے اور کتنے نوجوانوں کو اس نے بے راہ بنادیا ہے۔ پیسے کے زور پر اس نے مسجد ضرار کا ایک جال بچھا رکھا ہے جہاں غیر مقلدین کی ایک مسجد نہیں تھی وہاں کئی کئی مساجد اب ہوگئی ہیں۔

اور خطرناک ترین بات یہ ہے کہ اکابر کی تصانیف کو اور خود اپنے قدیم علماء کی کتابوں کو ان میں کتر بیونت کرکے ان کو بے اعتبار اور نا قابل اعتماد بنادیا ہے، اکابر کی شان میں اس کی جرأت قابل داد ہے۔ احادیث کے باب میں اس کا ایک خاص مذہب ہے وہ یہ کہ جس حدیث کو چاہا قبول کرلیا اور جس کو چاہا رد کردیا، طبیعت چاہی تو ضعیف احادیث کو اپنا مسلک بنالیا اور انکار حدیث کا نشہ چڑھا تو بخاری ومسلم کی احادیث کو بھی پس پشت ڈالدیا، تقلید کو حرام اور ناجائز بتلا کر اپنے طائفہ کے سوا سارے

اہل سنت والجماعت کو اس طائفہ نے گمراہ قرار دیا، غرضیکہ آج غیر مقلدیت مسلمانوں کے لئے اور اسلام کے لئے فتنہ بنی ہوئی ہے۔ صحابہ کرام تک کو ان بدراہوں نے نہیں بخشا، خلفائے راشدین کو اپنے گندے خیالات اور بدزبانی کا نشانہ بنایا، اور ان کی سنتوں کو ضلالت و بدعت کہا، جس پر ان کے بعض علماء کا خود ضمیر چیخ اٹھا، تمام اہل تصوف اس طائفہ کے نزدیک ضال اور گمراہ ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

دجل وفریب، خیانت اور بے ایمانی میں اس کے کرتوت نا قابل بیان ہیں

آج کی صحبت میں ان غیر مقلدوں کے دجل وفریب پر کچھ روشنی ڈالنی ہے، تاکہ جو لوگ ان کو پارسا اور کتاب وسنت والا مسلمان سمجھتے ہیں ان پر ان کی کچھ حقیقت واضح ہو، اس دجل وفریب کے کالے کرتوت میں بصد افسوس غیر مقلدین کے بعض بڑے بھی شریک ہیں جن کا دجل مجھے انتہائی گرانی کے ساتھ ظاہر کرنا پڑ رہا ہے۔

(۱) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اس طائفہ کے مشہور محدث اور ترمذی کے شارح اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی ایک کتاب ابکار المنن کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب میں مولانا مبارکپوری نے نہایت دیدہ دلیری سے ابن خزیمہ کی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث جو انتہائی ضعیف حدیث ہے اور اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ضعیف راوی ہے، اس ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اس کو مسلم شریف کی سند والی حدیث بتانے کی بھرپور کوشش کی ہے، یہ مولانا مبارکپوری کی یا تو انتہائی درجہ کی جہالت ہے یا ان کا انتہائی درجہ کا دجل ہے۔

لکھتے ہیں کہ:

فهذا السند بعينه سند مسلم (ابکار ص ۳۵۰)

یعنی پس یہ سند (ابن خزیمہ والی) بعینہ مسلم کی سند ہے۔

پھر کہتے ہیں، **فالظاهر ان حديث وائل بهذه الزيادة على صدره في صحيحه بهذا السند،**

یعنی وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابن خزیمہ والی حدیث بھی جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی زیادتی ہے اسی سند (مسلم کی) سے ہے۔

مولانا مبارکپوری کی اس مسلسل غلط بیانی اور فریب دہی پر ابکار کے غیر مقلد محشی سے بھی صبر نہ ہوسکا، اور اس کو اس کے انتہائی درجہ متعصب ہونے کے باوجود بھی کہنا پڑا، **لیس الامر کذالک بل اسنادہ ھکذا**، یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ سند اس طرح ہے، پھر اس نے ابن خزیمہ کی ضعیف سند ذکر کی ہے۔ پھر اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ:

مناقشة المؤلف لہ لیس ینبی علی الصواب، یعنی مؤلف مولانا مبارکپوری کی بات درست نہیں ہے۔

(۲) مولانا مبارکپوری نے اپنی اس غلط کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حافظ ابن قیم کی اس بارے میں صحیح بات کا غلط مطلب بیان کرنے کی سعی نامحمود کی ہے اور ابن قیم کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ان کو (ابن قیم کو) ابن خزیمہ کی صحیح سند (مسلم والی صحیح سند) کا پتہ نہیں تھا،

یہاں بھی محشی کو ٹوکنا پڑا، اور اس کو اعتراف کرنا پڑا کہ:

ماقالہ ابن قیم ھوا لصواب

یعنی ابن قیم نے جو بات کہی ہے وہی درست ہے۔

واما لسند الذی یزعمہ المؤلف لم اقف علیہ فی صحیحہ اور جس سند کا مؤلف دعویٰ کررہا ہے وہ سند مجھ کو ابن خزیمہ کی کتاب میں نہیں ملی۔

دیکھا آپ نے جماعت غیر مقلدین کی صف کا اتنا بڑا عالم اور محدث اور اس کے دجل وفریب کے یہ کرتوت۔

آسماں را حق بود   گر خوں ببارد بر زمیں

(۳) ان غیر مقلدوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ایسا شوق ہے کہ اس کے

لئے گندی سے گندی حرکت کرنے سے وہ باز نہیں آئے، چنانچہ غیر مقلدوں نے صحاح ستہ کا سعودیہ سے ایک مجموعہ ایک جلد کا شایع کیا ہے۔ اس میں ابوداؤد شریف میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کا اضافہ کر دیا ہے، جب کہ ابوداؤد شریف میں اس کا دور دور نشان نہیں ہے۔ (دیکھو ص ۱۲۷۹)

اوراس اضافہ کرنے والے کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ جس روایت کا اضافہ کیا ہے وہ مرسل روایت ہے، مرسل روایت غیر مقلدین کے مذہب میں ضعیف ہوتی ہے اس کا ان کے یہاں اعتبار نہیں ہوتا، یعنی اتنا بڑا پاپ کیا اور کوئی لذت بھی نہیں ملی گناہ بے لذت اسی کا نام ہے۔

(۴) مولانا مبارکپوری کا ایک اور بہت دلچسپ کھیل ہے، جب ان کا مطلب ہوتا ہے تو امام ترمذی کو من ائمة هذا الشان کے نام اور جلیل القدر لقب سے یاد کرتے ہیں، اور جب ان کے مطلب کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو ان کا اعتماد امام ترمذی پر ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن کیسے ہوگی اس میں تو محمد بن اسحٰق ہے، اور امام ترمذی کی سہولت پسندی تو مشہور ہے۔

ایک روایت کو امام ترمذی نے صحیح کہا تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اس کی صحت محل نظر ہے۔

ایک حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا تو صاف صاف کہہ دیا:

واما تحسين الترمذی فلا اعتماد عليه، یعنی ترمذی کے حسن کہنے پر اعتماد نہیں (ص ۶۸۴)

اوراس طرح مبارک پوری صاحب اپنی اس کتاب ابکار اور اپنی شرح تحفہ میں جگہ جگہ امام ترمذی پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے، لیکن جب اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے تو پھر امام ترمذی کا قول مقبول ہو جاتا ہے۔ مثلاً ابکار کا (ص ۴۳) دیکھو، ایک

روایت کو محدث ابن قطان نے ضعیف قرار دیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے، یہ حدیث غیر مقلدین کے مطلب کی ہے تو امام ترمذی کا قول قابل اعتبار ہو گیا حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ جفا (یعنی عدم مروت) میں سے ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے یہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے اور اس کے سنت ہونے پر ان کو کتنا اصرار ہے اس کو آپ ان کی شرح تحفۃ الاحوذی میں دیکھیں انہوں نے اس شرح میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اسلامی ادب کے خلاف نہیں ہے۔ امام ترمذی نے حضرت بریدہ کی حدیث کو غیر محفوظ کہا ہے، اور عینی نے اس کو صحیح سند سے مسند بزار سے نقل کیا ہے تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ **الترمذی من ائمة هذا الشان فقوله حديث بريدة في هذا غير محفوظ يعتمد عليه**، یعنی امام ترمذی اس فن (حدیث) کے اماموں میں سے ہیں، اس لئے ان کا یہ کہنا کہ بریدہ کی حدیث غیر محفوظ ہے اس پر اعتماد کیا جائے گا۔

دیکھئے امام ترمذی کا قول یہاں مبارکپوری صاحب کی نفس کی خواہش کے مطابق تھا، تو امام ترمذی کی کیسی تعریف کردی اور ان کا قول قابل اعتماد بن گیا غیر مقلدیت اسی کھیل تماشہ کا نام ہے۔

(۵) مولانا شوق نیموی نے ایک حدیث کی سند کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے، تو امام مبارکپوری صاحب علامہ نیموی پر برس پڑے اور ان کو صریح جھوٹا بتلایا۔ فرمایا کہ نیموی کا یہ کہنا کہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے، دعویٰ محض ہے، **بل هو عندی كذب صريح**، بلکہ یہ میرے نزدیک صریح جھوٹ ہے۔ جب کہ خود اس کتاب کا محشی کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کہا ہے کہ "محمد بن اسحٰق" سند کے بیچ میں ہے، اور پھر متعدد دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے۔

(۶) ایک روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا تو مولانا مبارکپوری اس کو

ضعیف بتانے کے لئے ایک چال چلے کہ اس کی سند میں ایک ضعیف کو داخل کر دیا اور پھر فرمایا: فی تحسین الترمذی نظر ،یعنی امام ترمذی کا ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے۔ جب کہ خود اس کا محشی کہتا ہے۔

هذا وهم من المؤلف فانه ليس من حديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده و لا من اسناده (ص۳۲۹)

یعنی یہ مؤلف کا وہم ہے،اس کی سند وہ نہیں ہے جو مؤلف بتلا رہے ہیں۔

یہ چند مثالیں موصوف محدث مبارکپوری کی کتاب ابکار سے نقل کی گئی ہیں ورنہ حضرت کے یہاں ان کی مہارت حدیث اور غیر مقلدیت کے کارناموں کی اتنی مثالیں ہیں کہ آدمی **سبحان ذی الملکوت والجبروت** پڑھنا شروع کر دے۔

(۷) ان بڑوں کو دیکھ کر چھوٹوں کا بھی یہی ذہن بن گیا ہے، بیروت سے تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی کی مشہور کتاب چھپی ہے۔اصل کتاب میں حافظ ذہبی نے امام ابوحنیفہ کا مبسوط اور شاندار تذکرہ کیا ہے،لیکن بیروت سے غیر مقلدوں نے جو کتاب چھاپی ہے،امام ابوحنیفہ کا تذکرہ ہی اڑا دیا ہے۔

(۸) مولانا امرتسری مرحوم فرماتے ہیں کہ مسلم شریف میں جہراً بسم اللہ پڑھنے کی حدیثیں بکثرت ہیں۔(فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۷۷ ج۱)

حالانکہ یہ بالکل صریح جھوٹ ہے، جہراً پڑھنے کی اس کتاب میں ایک روایت بھی نہیں ہے،کوئی غیر مقلد مولانا کی اس غلط بیانی کو قیامت تک صحیح نہیں ثابت کر سکتا، بلکہ معاملہ الٹا ہے۔بسم اللہ جہراً پڑھنے کی ایک روایت نہیں ہے بلکہ عدم جہر کی روایت ہے،جی ہاں غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

(۹) یہی حضرت شیخ الاسلام صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات بکثرت ہیں۔(ایضاً ص ۴۴۳)

یہ بھی دروغ بے فروغ ہے،ان دونوں کتابوں میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی

ایک روایت بھی نہیں ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ (ص۲۴۰ ج۱) پر لکھا ہے، کہ ''اہل حدیث نام خدا اور سول سے ثابت ہے'' اس جھوٹ پر کسی غیر مقلد کو شرم نہیں آتی، ایک صحیح وصریح حدیث یا قرآن کی ایک صریح آیت کو پیش کر کے اس جھوٹ کو صحیح ثابت کوئی کرے۔

(۱۰) اگر اس بارے میں آپ مولانا صادق سیالکوٹی کے کارنامے ملاحظہ فرمائیں گے تو دانتوں تلے انگلی دبالیں گے۔ حکیم صادق صاحب نے نماز کے بارے میں صلوٰۃ الرسول نامی ایک کتاب لکھی ہے، جس میں پچاسوں ضعیف حدیث بلکہ وہ حدیث جو موضوع کے قریب یا موضوع ہیں ذکر کی ہیں، مگر کسی ایک حدیث کے بارے میں نہیں کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

(۱۱) ان کی ایک حرکت اس کتاب میں یہ بھی ہے کہ جو احادیث اصل کتاب میں نہیں ہیں ان کو اصل کتاب کی طرف منسوب کر دیا ہے، یا تو اس کی وجہ ان کی جہالت ہے یا بد دیانتی اور بے ایمانی اور دجل وفریب ہے۔ خود اس کتاب کا محقق و معلق لکھتا ہے:

''بعض احادیث ایسی ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتابوں کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کتب میں نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ دوسری کتب میں موجود ہیں۔

پھر محقق نے ایسی بارہ احادیث کی نشاندہی کی ہے کہ ان کا ذکر حکیم صاحب نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کتابوں میں نہیں ہیں، (صلوٰۃ الرسول محقق ص۱۴)

(۱۲) حکیم صاحب نے اس کتاب میں نماز کی خوبیوں کے بیان میں چوبیس احادیث ذکر کی ہیں، اور لکھا ہے کہ انتخاب از صحاح ستہ یعنی یہ احادیث صحاح ستہ سے منتخب کی گئی ہیں، جب کہ ان میں سے چودہ احادیث کا ذکر صحاح ستہ میں نہیں ہے۔

(۱۳) بعض جگہ دو حدیثوں کو ملا کر ایک حدیث کر دیا ہے۔

(۱۴) بعض احادیث کے لئے جن کتابوں کا نام لیا ہے، وہ ان کتابوں میں تو کجا حدیث کی کسی کتاب میں وہ احادیث نہیں پائی جاتی ہیں، (محقق صلوٰۃ الرسول ص۱۵)

اور تعجب تو یہ ہے کہ غیر مقلدین نے اس کتاب کی زبردست پیمانہ پر تقسیم کی ہے اور اس کے اڈیشن پر اڈیشن انہوں نے چھاپے ہیں۔

(۱۵) نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب الحطہ بیروت سے غیر مقلدوں نے جب چھاپا تو ان تمام عبارتوں کو اس کتاب سے نکال دیا جن کا تعلق ابن وہاب سے تھا اور جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص دین اسلام میں ایک فتنہ بن کر ابھرا تھا، اور جس کا مشغلہ مسلمانوں کی تکفیر اور ان سے جنگ جدال تھا، میری عربی کتاب وقفة مع اللامذهبية میں ان حذف شدہ عبارتوں کو ظاہر کر دیا گیا ہے۔

(۱۶) نواب صاحب موصوف کی کتاب التاج المکلل کو غیر مقلدین نے ریاض سے شائع کیا تو اس میں دسیوں جگہ سے اس کی عبارت کو حذف کر دیا اور ناشر نے نہایت بے شرمی سے کہا کہ ہم نے ان عبارتوں کو اس لئے حذف کر دیا کہ یہ عبارتیں عقیدہ سلف کے خلاف تھیں، حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کو کسی کی بات سے اختلاف ہے تو اس کو حاشیہ میں ظاہر کر دیا جائے نہ کہ اصل کتاب میں سے اس کو حذف کر دیا جائے۔

(۱۷) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے جب تفسیر ابن کثیر کا خلاصہ ایک جلد میں کیا تو سورہ اعراف کی آیت واذا قرء القرآن کے تحت حافظ ابن کثیر نے قرأت خلف الامام کے موضوع سے متعلق جو آثار واحادیث ذکر کئے ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں ہے ان تمام احادیث و آثار کو حذف کر دیا ہے۔

(۱۸) غیر مقلدین نے جب اپنا ترجمہ وتفسیر والا قرآن چھاپا تو اصل کتاب کی متعدد جگہ سے عبارت کو حذف کر دیا، میں نے اس کی مختصر سی ایک فہرست بنا کر مجمع ملک فہد کے مدیر کو جس کی نگرانی میں یہ تفسیر چھپ رہی تھی پیش کر دی تھی۔

(۱۹) کراچی سے شیخ عبد القادر جیلانی کی کتاب غنیۃ الطالبین کو غیر مقلدوں نے جب چھاپا تو تراویح کے بیان میں شیخ کی عبارت وعشرون رکعة کو احدی

عشـــر بنادیا یعنی اصل کتاب میں بیس تراویح کاذکر ہے، اور غیر مقلدوں نے بیس کا لفظ حذف کر کے اس کی جگہ گیارہ کالفظ جوڑ دیا۔

(۲۰) اسی جگہ غنیۃ الطالبین میں شیخ جیلانی نے زبان سے نیت کرنے کاذکر کیا تھا، غیر مقلدوں نے پوری اس عبارت کوحذف کر دیا۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

(۲۱) غیر مقلدین کے ایک بڑے محدث گزرے ہیں، ان کا نام ہے حافظ محمد گوندلوی ان کی ایک کتاب کا نام ہے ''التحقیق الراسخ'' جو نماز میں رفع یدین کے موضوع پر ہے، اس کتاب میں انہوں نے حافظ ابن حجر کی شرح بخاری فتح الباری سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

واسلم العبارات قول ابن المنذر لم یختلفوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ.

یعنی سب سے درست بات ابن منذر کی بات ہے کہ اس میں لوگوں کا اختلاف نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے۔

یہ ہے اس عبارت کا صحیح ترجمہ مگر غیر مقلد محدث نے اس عبارت کا یہ جاہلانہ یا مکارانہ ترجمہ کیا ہے۔ ذرا ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

یعنی اگر چہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں، لیکن اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے۔

تف ہے ایسی غیر مقلدیت پر جو محض ایک مستحب عمل کی خاطر جہالت ودجل کے ریکارڈ قائم کر دے۔

(۲۲) مسئلہ رفع یدین ہی میں غیر مقلدین کے ایک دوسرے مشہور اور بڑے عالم کی خیانت سے ملاحظہ ہو۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلدوں کے بڑے مشہور عالم ہیں، انہوں نے نماز کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ "رسول اکرم کی نماز" کتاب کا نام ہے، اس کتاب میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن عبداللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتح التکبیر فی الصلوٰۃ یرفع یدیہ (۱) حین یکبر حتی یجعلھما حذو منکبیہ واذا کبر (۲) للرکوع فعل مثلہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثلہ (۳) واذا قال ربنا لک الحمد فعل مثلہ (۴)

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث میں سجدہ میں جانے سے قبل چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، میں نے نمبر لگا کر اس کو واضح کر دیا ہے۔ اب مولانا سلفی نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کو دیکھا، جب شروع نماز میں تکبیر کہی تو تکبیر کے ساتھ کندھوں کے برابر ہاتھ (۱) اٹھائے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہی تو اسی طرح ہاتھ (۲) اٹھائے اور جب رکوع سے سر اٹھائے تو اسی طرح ہاتھ (۳) اٹھائے، الخ

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کیسی عیاری و مکاری سے جو حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف تھی اس کو غلط ترجمہ کر کے اپنے مطلب کی بنالیا ہے، ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں رہی کہ لوگ واذا قال ربنا لک الحمد فعل مثلہ کا لفظ دیکھیں گے کہ حضرت نے اس کا ترجمہ ہی اڑا دیا ہے، تو موصوف کی امانت و دیانت اور ان کی غیر مقلدیت و سلفیت کی داد کن الفاظ میں دیں گے، جی ہاں غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔

(۲۳) اسی مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدوں کی ایک اور شاندار بد دیانتی اور خیانت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رفع یدین کے بارے میں

ایک مشہور رسالہ ہے، جس کا نام جزء رفع یدین ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس رسالہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ابن جریح اخبر نی نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنهما کان یکبر بیدیه حین یستفتح (۱) وحین (۲) یرکع وحین (۳) یقول سمع اللہ لمن حمده وحین (۴) یرفع من الرکوع وحین (۵) یستوی قائماً

دیکھئے اس روایت میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سجدہ میں جانے سے پہلے پانچ بار رفع یدین کرتے تھے۔

اس رسالہ کا ترجمہ ایک غیر مقلد نے کیا ہے۔ وہ اس حدیث کا ترجمہ یہ کرتا ہے: ''اور جب سمع اللہ لمن حمده کہتے تو رکوع سے سر اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے'' ماشاء اللہ کیا خوب ترجمہ ہے، شیطان نے اس ترجمہ کی داد دی اور کہا شاباش، چونکہ یہ حدیث غیر مقلدوں کے منہ پر زبردست طمانچہ تھی، اس وجہ سے جزء رفع یدین کے مترجم نے پوری حدیث کا ترجمہ نہیں کیا، بہر حال اس حدیث کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کرنیوالے نے دیانت، امانت، علم وفقہ، شرافت سب کا جنازہ نکال کر کے رکھ دیا، اور پھر بھی یہ غیر مقلدین ''ما بلبلان نالاں گلزار ما محمدؐ'' کی اس زور شور سے قوالی گاتے نظر آئیں گے کہ ان کی قوالی کے شور میں کووں کی کاؤں کاؤں دب کر رہ جائے (۱)

لیجئے آخر میں حضرت ظفر بجنوری کا ایک شعر سنئے، مزا اٹھایئے اور مجھے رخصت ہونے دیجئے۔

کچھ دن جو میرے ساتھ رہی گردش جہاں
اس پر کھلا نہ تھا کہ چلا ہوں کدھر کو میں

(الحمد للہ یہ تحریر مکمل ہوئی بروز شنبہ بتاریخ ۳ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ بعد نماز مغرب وقبل العشاء)

---

(۱) اس طرح اور بھی مثالیں نظر کے سامنے ہیں اگر موقع ملا تو کسی مستقل رسالہ میں ان کو ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا، وفی ذلک کفایة لمن له هداية۔

کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تہجد کی نماز ہرگز نہیں پڑھی ہے؟

مکرمی حضرت مولانا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے مزاج گرامی بہتر ہو، زمزم پابندی سے مل رہا ہے، الحمد للہ ہم اور ہمارے احباب اس سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ایک سوال یہ ہے کہ صلوٰۃ الرسول کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے زمانہ میں تہجد ہرگز نہیں پڑھی ہے، کیا یہ صحیح ہے۔ ہم نے غیر مقلدوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں حضور تہجد کی نماز رمضان میں نہیں ادا کرتے تھے، براہ کرم صحیح کیا ہے ہمیں مطلع فرمائیں۔

عبدالقیوم انصاری گورکھپور

زمزم!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ کی طرف اس کی نسبت کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز رمضان کے زمانہ میں نہیں پڑھا کرتے تھے، اس کا جواب تو آپ کو غیر مقلدین سے معلوم کرنا چاہئے تھا کہ یہ کس حدیث یا حدیث کی کس کتاب میں لکھا ہے اور لکھنے والا کون ہے، کوئی غیر مقلد ہے یا کوئی معتبر عالم اور وہ عالم کتاب وسنت سے یہ کہتا ہے یا اپنی چلائے جاتا ہے؟ خود غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم لوگ جو تراویح پڑھتے ہیں وہ اصلاً تہجد ہی کی نماز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے، یعنی ان کی تراویح کی نماز اصلاً تہجد ہی ہے یہ اپنی ہی بات کو رد کرنا ہے کہ حضور رمضان میں تہجد نہیں پڑھا کرتے تھے، کیسی عجیب بات ہے۔

کہ تراویح تہجد بھی ہے اور تہجد نہیں بھی ہے! اس طرح کی خلاف عقل اور متناقض قسم کی بات کوئی غیر مقلد ہی کر سکتا ہے۔

مشہور حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بخاری شریف میں ہے) رمضان ہو یا غیر رمضان آٹھ رکعت رات کی نماز پڑھا کرتے تھے، یہ رات کی نماز تہجد ہی تو ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوا کرتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے جس کو بخاری نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی تہجد کی نماز سات رکعت بھی ہوا کرتی تھی نو رکعت بھی اور گیارہ رکعت بھی، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کی نماز یعنی تہجد کو ادا کرنے کا معمول تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول کو رمضان میں چھوڑنے کی بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اس کے لئے مستقل دلیل چاہئے، صرف یہ کہہ دینے سے کہ رمضان شریف میں آپ نے کبھی تہجد کی نماز نہیں پڑھی بات نہیں بن سکتی۔

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ رمضان میں جو آٹھ رکعت غیر مقلدین تراویح کے نام پر عشاء بعد پڑھتے ہیں وہی تہجد ہے، بالکل غلط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تہجد نہیں تھا یہ تہجد غیر مقلدین کا ہے، جن کو رمضان کے زمانہ میں آخر شب میں اٹھنا بھاری معلوم ہوتا ہے اور چین کی نیند سو کر روزہ کے لئے تازہ دم ہونا چاہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جب سو کر اٹھا کرتے تھے تو تہجد ادا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یتھجد

(ص۱۵۰ ج۱)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نیند سے اٹھا کرتے تھے تو تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔

کوئی ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز سونے سے قبل ادا کی ہو اور یہی وجہ ہے کہ کوئی محدث یا فقیہ یا اسلاف کا کوئی فرد غیر مقلد [illegible]

نہیں کہتا، غیر مقلدین میں دم خم ہو تو بتلائیں کہ کسی نے تراویح کو تہجد کہا ہے۔

غیر مقلدین نام کے اہل حدیثوں سے بڑھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث تھے، رمضان کے زمانہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا تہجد پڑھا کرتے تھے، یعنی سو کر کے اٹھنے کے بعد جیسا کہ آپ کی تہجد کے بارے میں سنت مبارکہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول تھا، حضرت امام بخاری تراویح الگ پڑھا کرتے تھے یعنی عشاء بعد اور تہجد الگ پڑھا کرتے تھے تراویح کی نماز آپ کی ہلکی ہوا کرتی تھی اور تہجد میں امام بخاری ہر روز دس پارہ پڑھا کرتے تھے اور ہر تین روز پر ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

غیر مقلدین کی باتیں عجیب رنگا رنگ کی ہوتی ہیں، رفع یدین کے بیان میں ان کے علماء کہتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیث میں "کان یرفع" کا لفظ ہے اور جب کان فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو دوام اور ہمیشگی کا معنی پیدا کرتا ہے۔ حکیم صادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول کتاب میں فرماتے ہیں: کان یصلی استمرار کے لئے آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ حضورؐ ہمیشہ کرتے تھے، کان یرفع کے الفاظ میں بھی استمرار یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے کہ حضورؐ ساری عمر رفع یدین کرتے رہے۔ (محقق ص ۲۷۹)

اوپر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث گزری ہے اس میں بھی کان فعل مضارع پر داخل ہوا ہے، دیکھئے حدیث کے الفاظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یتھجد، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ تہجد کی نماز رات میں جب سو کر بیدار ہوتے تو اس وقت ادا کرتے تھے،

مگر غیر مقلدین کو تو یہاں نہ استمرار نظر آتا ہے اور نہ ہمیشگی اور نہ ان کو امام بخاری کا عمل نظر آتا ہے کہ ان کا تہجد کے سلسلہ میں کس وقت نماز پڑھنے کا معمول تھا البتہ امام بخاری کی شان میں قصیدہ ضرور پڑھیں گے اور اپنے آپ کو سب سے بڑا "بخاریا" ثابت کریں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم جب رمضان کا عشرہ اخیر ہوتا تو بڑے اہتمام سے نماز پڑھتے اور آپ کی عبادت یعنی نماز کی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا اور اپنے گھر والوں کو بھی تہجد کے وقت جگاتے اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تہجد نہیں پڑھا کرتے تھے، کوئی ان غیر مقلدوں سے سوال کرے کہ کیا امام بخاری اللہ کے رسول کی سنت اور عمل کے خلاف تہجد پڑھا کرتے تھے؟

اصل میں غیر مقلدوں کے پاس رسول اللہ کی احادیث کو سمجھنے کے لئے عقل تو ہے نہیں اور ہے بھی تو چڑیا بھر کی اور وہ بھی پر کتری ہوئی، ان بیچاروں کو حدیث کی سمجھ آئے تو کہاں سے آئے۔

مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ غیر مقلدین بڑے زور وشور سے کہا کرتے ہیں کہ کوئی حدیث لاؤ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے زمانہ میں تہجد کی نماز پڑھی ہو؟ تو اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں تہجد کی نماز ادا کرتے تھے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ حضرت امام بخاری اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اوپر جو حدیث گزری ہے اس سے اللہ کے رسول کے تہجد کی نماز کا معمول معلوم ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سو کر اٹھا کرتے تھے تو اس وقت جو نماز پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز ہوا کرتی تھی۔

حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث سے اس پر روشنی پڑتی ہے یہ حدیث بھی بخاری ہی کی ہے فرماتی ہیں: كان ينام اوله ويقوم اخره فيصلى ثم يرجع الى فراشه یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اول شب میں سو جاتے تھے اور آخر شب میں بیدار ہوتے پھر نماز ادا کرتے پھر اپنے بستر کی طرف جاتے (اور آرام کرتے)

(ص ۱۵۴ ج ۱)

اس حدیث میں بھی صاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سو کر اٹھتے تو تہجد کی نماز ادا کرتے یہی آپ کا معمول تھا۔

معمول کے خلاف جو بات ہوا کرتی ہے اس کے بارے میں دلیل طلب کی جاتی ہے، اور جو بات معمولاً ہو اس کی دلیل نہیں طلب کی جاتی، مثلاً اگر کوئی غیر مقلد سے سوال کرے کہ کوئی حدیث پیش کرو جس میں یہ صراحت ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جمعہ کے روز فجر کی نماز اطمینان وسکون کے ساتھ یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں زور سے تکبیر کہا کرتے تھے تو کیا غیر مقلدین اس بارے میں کوئی حدیث اس صراحت وضاحت کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ کوئی حدیث ہو یا نہ ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا طریقہ اور معمول یہی تھا اس لئے آپ کی نماز ایسی ہی ہوا کرتی تھی، رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی، جمعہ کے دن بھی اور غیر جمعہ کے دن بھی۔

یا کوئی غیر مقلدین سے مطالبہ کرے کہ عورتوں کو نماز میں پستان یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح اور صریح حدیث پیش کرو تو کیا دنیا کا بڑے سے بڑا عالم اور محدث بھی کوئی ایسی ایک حدیث پیش کر سکتا ہے؟

یا یہ سوال کرے کہ میاں صاحب شیخ الکل فی الکل یا مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری جب چلتے تھے تو راستہ میں نظریں نیچی کر کے چلا کرتے تھے؟ اس کو ثابت کرو تو ان کے پاس کیا جواب ہوگا؟ البتہ اگر مجھ سے کوئی یہی سوال کرے گا تو میرا جواب یہ ہوگا کہ چونکہ میاں صاحب اور مبارکپوری کا معمول یہی تھا کہ وہ راستہ میں چلتے وقت نظریں جھکا کر کے چلا کرتے تھے، یہ اہل حدیث لوگ تھے اور گلزار محمدی والے تھے، اس لئے خلاف کتاب وسنت وہ ادھر ادھر نظریں کر کے اور اجنبیہ عورتوں کو دیکھتے ہوئے راستہ نہیں طے کرتے تھے چاہے کسی نے اس کی صراحت کی ہو یا نہ کی ہو، مگر ان حضرات کے معمول کا جن کو علم ہوگا ان کا جواب اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا

اگر غیر مقلدین کو اس جواب سے اختلاف ہے تو وہ فرمائیں کہ ان کا جواب کیا ہوگا؟

محمد ابوبکر غازی پوری

رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں

سوال اور اس کا جواب

مکرمی ومحترمی حضرت محمد ابوبکر صاحب غازیپوری مدیر زمزم دوماہی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا!

زمزم میں سوالات کے جوابات کا سلسلہ بڑا اہم ہے، اور بہت تھوڑے سے وقت میں مسئولہ مسئلہ سے متعلق کافی تسلی بخش تفصیل سامنے آجاتی ہے، آپ کی تحریر بھی سادہ عام فہم ہوتی ہے۔

حضرت! بعض حضرات غیر مقلدین کو یہ کہتے سنا گیا ہے، اجماعی طور پر صرف اہل کوفہ نے رفع یدین کو چھوڑ کر رکھا تھا، یہ کوفیوں کا مسئلہ ہے کسی اور شہر کا نہیں ہے۔

اس کی کیا حقیقت ہے براہ کرم جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔

والسلام

اے آر خاں، چورو، راجستھان

زمزم!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، معاف فرمائیں آپ کا خط آئے ہوئے بہت دن ہوگئے تھے، مگر مصروفیات اور بعض طویل اسفار نے جواب کا موقع نہیں دیا، آج کچھ موقع ملا ہے تو یہ سطریں حاضر خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غیر مقلدین سے ان کی عقلین سلب کرلی ہیں اور ان کو پتہ نہیں چلتا کہ ان کے منہ سے کیا نکلتا ہے، اور جو نکلتا ہے یہ ان کے حق میں ہوتا ہے، یا

خود ان کے خلاف وہ بات ہوتی ہے۔ اگر غیر مقلدین کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ رفع یدین نہ کرنا صرف کوفہ والوں کا مذہب رہا ہے اور اجماعی طور پر صرف کوفہ والوں نے رفع یدین کرنا چھوڑ رکھا تھا تو اس سے تو احناف کا مذہب بہت قوی ہو جاتا ہے کہ کوفہ جو زمانہ خیر القرون میں محدثین وفقہاء وتابعین اور تبع تابعین کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔ اس کوفہ میں کوئی بھی رفع یدین کرنے والا نہیں تھا، سب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جن کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلم بنا کر کوفہ بھیجا تھا) کے مذہب اور ان کی عدم رفع یدین والی حدیث پر عمل کرتے تھے۔ یہ تو حضرات احناف کے لئے بڑی اہم خبر ہے اور ان کے لئے بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہر جگہ تو رفع یدین کرنے والے بھی تھے اور نہ کرنے والے بھی تھے، مگر کوفہ والے رفع یدین نہ کرنے پر اجتماعی طور پر متفق تھے، اس میں غیر مقلدین کے لئے کیا خوشی کی بات ہے خوشی تو اس سے احناف کو ہوگی نہ کہ غیر مقلدین کو۔

غیر مقلدوں کو شاید معلوم نہیں ہے کہ کوفہ اہل علم واہل فضل واہل کمال اور اصحاب حدیث اور اصحاب فقہ کا ایسا مرکز بنا ہوا تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث حاصل کرنے کے لئے صرف کوفہ ہی ایک ایسی جگہ تھی کہ بار بار جایا کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں میں کوفہ کتنی بار گیا اس کو میں شمار نہیں کر سکتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو علم سے بھر دیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ آئے اور اس کو انہوں نے اپنی خلافت کا دار السلطنت بنایا تو کوفہ علم اور علم والوں سے ایسا بھرا اور پٹا تھا کہ ان کی زبان سے مارے خوشی کے یہ جملہ رحم اللہ ابن ام عبد قد ملا ھذہ القریۃ علماً، یعنی اللہ ابن مسعود پر رحم کرے انہوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تقریباً چار ہزار محدثین اور فقہاء تھے، جن کو اہل سیر نے وجوہ الناس سے یاد کیا ہے یعنی لوگوں کے سردار اور مایہ ناز لوگ، بخاری شریف اٹھا کر دیکھو سب سے زیادہ اس میں حدیثیں کوفہ والوں کی ہیں، بعض بعض

احادیث کی سندوں میں صرف کوفہ والے ہیں کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ مثلاً یہ حدیث دکھو،

حدثنا اسحق بن نصر قال حدثنا ابواسامة عن الاعمش عن سلم عن سروق عن المغیرة بن شعبة قال وضات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتیمم علی ناصیته.

بخاری کی اس حدیث میں بخاری کے استاد اسحٰق بن نصر کے علاوہ سند کے سارے راوی کوفی ہیں، ابن حجر فرماتے ہیں: **الا سناد کله کوفیون غیره** (فتح الباری: ص۴۵۹ ج۱) یعنی اس حدیث کی سند میں بخاری کے استاذ کے سوا سب کوفہ کے راوی ہیں۔

نیز یہ حدیث دیکھو، **باب التعوذ من عذاب القبر** کے تحت ہے۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن مسروق عن عائشة (رضی اللہ عنہا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سند کے سارے راوی کوفہ کے محدثین ہیں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: **رجال الاسناد کلهم کوفیون عائشة** (ص۱۷۵ ج۱۱) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک سند کے سارے راوی کوفہ کے ہیں۔

اسی طرح امام بخاری نے **باب لیس منا من شق الجیوب** کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے اس کی سند کے بھی سارے راوی کوفہ کے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: **والا سناد کله کوفیون** (ایضاً: ص۱۶۳ ج۳)

یہ تو تین مثالیں ہم نے بطور مثال ذکر کی ہیں، ورنہ بخاری شریف میں اور بھی حدیثیں ہیں جن کی سندوں میں صرف کوفہ ہی کے راوی ہیں، اس سے اندازہ لگاؤ کہ کوفہ میں علم اور اہل علم کی کیسی چہل پہل رہی ہوگی اور کوفہ شہر زمانہ خیر القرون اور اس کے بعد کے زمانوں میں علم کا کتنا بڑا مرکز رہا ہوگا!

اور بڑے لطف کی اور عجیب بات یہ ہے کہ بخاری کی جن روایتوں میں

سارے راوی کوفہ والے ہیں، یہ سارے کے سارے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک اور ان کی عدم رفع یدین والی حدیث ہی پر عمل کرنے والے تھے، اور یہ سارے علمی نسب کے اعتبار سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پردادا، نکڑ دادا تھے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اللہ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے) اپنے داداؤں، پرداداؤں اور نکڑ داداؤں کے مذہب کو چھوڑے ہوئے ہیں، حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی مقام اتنا بلند تھا کہ حافظ ابن حجر کو کہنا پڑ رہا ہے کہ **شدة ملازمة له يبتغي ان يكون عنده من العلم ما يستغني طالبه به عن غيره**

(ایضاً: ص ۹۲ ج ۷)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثرت سے رہنے کی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جو علم تھا وہ اتنا تھا کہ علم کا طلب کرنے والا دوسروں سے مستغنی ہو جائے۔

کوفہ کے علمی مرکز اور فقہاء اور محدثین سے لبالب ہونے کو آپ اس سے بھی جانیں کہ طبقات ابن سعد جو چار جلدوں میں چھپی ہے اس کتاب میں اور جگہوں کے محدثین کا تو چند صفحات میں ذکر ہے، مگر کوفہ کے علماء محدثین اور فقہاء کا تذکرہ کرنے اور ان کا تعارف کرانے کے لئے مصنف کو پوری ایک جلد خاص کرنی پڑی، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ کوفہ اپنے زمانہ کا کتنا بڑا علمی مرکز رہا ہے۔ اور اس شہر میں فقہاء اور محدثین کی مقدار کتنی رہی ہوگی اور ان ہزار ہا ہزار لوگوں کا مذہب رفع یدین نہ کرنا تھا اور اس پر ان کا اجماع تھا تو کیا یہ ممکن ہے یا عقل میں آنے والی بات ہے کہ اگر رفع یدین ہی کرنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سنت ہوتی تو کیا اس سنت کے ترک پر ان حضرات محدثین و فقہاء کا اجماع ہوتا۔

اللہ ان غیر مقلدوں کو سمجھ دے۔ کیسی الٹی پلٹی اور خلاف عقل باتیں کرتے ہیں، اچھا ان غیر مقلدین سے آپ یہ پوچھیں کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ صرف

کوفہ والے اجماعی طور پر رفع یدین کرنے کی سنت کو چھوڑے ہوئے تھے، تو تم ایک شہر ایک بستی کا نام لو جس کے رہنے والے اجماعی طور پر رفع یدین کی سنت ادا کرنے والے تھے۔ احناف کے خلاف تمہاری یہ بہت مضبوط دلیل ہوگی، اگر کسی اور بستی کا نام نہیں لے سکتے ہو تو مکہ اور مدینہ کے بارے میں بتلاؤ کہ یہاں کے لوگ اجماعی طور پر رفع یدین کرتے تھے۔

نہ یہ غم نیا، نہ ستم نیا کہ تری جفا کا گلہ کریں
یہ نظر تھی پہلے بھی مضطرب، یہ کسک تو دل میں کبھو کی تھی

آپ نے اپنے سوال میں یہ لکھا ہے کہ بعض حضرات غیر مقلدین سے وہ بات سنی ہے جس کے بارے میں آپ نے مجھ سے پوچھا ہے تو میں آپ کو بتلاؤں کہ یہ بعض حضرات مقلدین ہی کی بے عقلی والی بات نہیں ہے، یہ بات تو ان کے اکابر کہا کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کو اس قسم کا شوشہ چھوڑنا بہت آتا ہے، خواہ اس سے خود ان کے مذہب کا خون ہوتا ہو، چنانچہ انہوں نے اس بات کو تحفۃ الاحوذی میں لکھا ہے اور اس سے دوسرے غیر مقلدین کو شہ ملی ہے۔(۱)

محمد ابوبکر غازیپوری
۱۸ر صفر ۱۴۳۳ھ یوم الجمعہ
صباحاً بعد الفجر

(۱) اور بعض غیر مقلدین نے یہ لکھا ہے کہ اجمع علماء الامصار علی مشروعیة ذلک (الانطلاق الفکری ص ۲۵۹ نقلاً عن تحفۃ الاحوذی) یعنی دنیا بھر کے تمام شہر والوں کے علماء نے (کوفہ والوں کے علاوہ) رفع یدین کی مشروعیت پر اجماع کیا ہے۔ مگر اس غیر مقلد کو یہ پتہ نہیں چلا کہ کسی چیز کا مشروع ہونا اور بات ہے، اور اس کا مسنون ہونا اور بات ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مشروع ہے، مگر مسنون نہیں۔ ایک ایک دفعہ وضو کرنا مشروع ہے مگر مسنون نہیں ہے اور یہ غیر مقلد جھوٹ بولتا ہے کہ کوفہ کے علماء اصل مشروعیت کے قائل نہیں ہیں، کوفہ کے علماء بھی اس کی مشروعیت کے قائل ہیں البتہ ان کے نزدیک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث پر عمل کرنا اولیٰ اور افضل ہے۔

غیر مقلدین ان سوالات کا جواب صحیح وصریح حدیث سے دیں

(۱)......کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے روز تحیۃ المسجد کا پڑھنا عملاً ثابت ہے؟

(۲)......نواب صاحب بھوپالی کہتے ہیں کہ نفل یعنی جمعہ کی سنت، جمعہ کے روز چار رکعت ہے، اس کی صریح وصحیح حدیث بخاری سے پیش کی جائے؟

(۳)......اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے بعد کتنی رکعت سنت پڑھی ہے اور کہاں پڑھی ہے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے بعد کی سنت مسجد میں پڑھی ہے؟ غیر مقلدین کا اس بارے میں عمل اللہ کے رسول کے عمل کے خلاف ہے یا اس کے مطابق ہے؟

(۴)......گرمی کے ایام میں جمعہ پڑھنے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فرمان ہے؟ غیر مقلدین کا عمل اس پر ہے یا اس کے خلاف ہے؟

(۵)......نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ: جمعہ بر بعید المکان واجب نیست اگر چہ ندا بشنود، یعنی اگر کسی کا مکان دور ہو تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر چہ وہ جمعہ کی اذان سنتا ہو، نواب صاحب کے اس فرمان کی صحیح وصریح حدیث سے دلیل دی جائے۔

(۶)......نواب صاحب بھوپالی عرف الجادی میں فرماتے ہیں: ''اجتہاد صحابہ بر احدے از امت حجت نیست'' (ص ۲۷) یعنی صحابہ کرام کا اجتہاد امت کے کسی فرد پر حجت نہیں ہے، خاں صاحب کے اس ارشاد کو قرآن کریم یا صحیح اور صریح حدیث سے ثابت کیا جائے۔

(۷)......نواب صاحب عرف الجادی میں فرماتے ہیں: ''وبالجملہ استنز ال منی بکف یا بچیز ے از جمادات نزد وعاے حاجت مباح است'' (۲۰۷) یعنی منی کا ہاتھ سے یا کسی از قسم جمادات چیز سے نکالنا ضرورت کے وقت مباح ہے۔ ''بلکہ گاہے گاہے واجب گردد'' بلکہ کبھی کبھی واجب ہوتا ہے۔ (ایضاً) خاں صاحب کے ان ارشادات عالیہ کی کتاب وسنت سے دلیل پیش کی جائے۔

(۸) حکیم صادق صاحب صلوٰۃ الرسول ﷺ میں لکھتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے، (محقق ص۲۳۲)

کوئی غیر مقلد اس کے بارے میں صحیح وصریح حدیث کسی حدیث کی کتاب سے پیش کرے۔

(۹)......اگر میاں بیوی ایک ساتھ نماز پڑھیں تو بیوی کہاں کھڑی ہوگی اور نماز کون پڑھائے گا؟ اقامت بیوی کہے گی یا شوہر کہے گا؟ براہ کرم صحیح اور صریح احادیث کی روشنی میں اس کو واضح کریں؟

(۱۰)......اگر عورت تنہا نماز پڑھے تو جہری نماز میں قرأت زور سے کرے گی یا آہستہ کہے گی؟ حدیث کی کسی کتاب سے صحیح وصریح حدیث پیش کریں۔

(۱۱)......فجر کی سنت اگر چھوٹ جائے تو غیر مقلدین فجر کی نماز کے بعد اس کو ادا کرتے ہیں، اس بارے میں کوئی صحیح اور صریح حدیث بخاری ومسلم یا صحاح ستہ کی کتابوں سے پیش کریں۔

(۱۲)......صادق سیالکوٹی صاحب اپنی کتاب میں ترمذی، اور ابوداؤد سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں، ''اگر جماعت کھڑی ہو جائے <u>اور کسی کو پیخانہ کی حاجت ہو تو پہلے پیخانہ سے فراغت کرے</u> اور پھر نماز پڑھے، اگر جماعت فوت ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

براہ کرم خط کشیدہ عبارت، ترمذی شریف یا ابوداؤد شریف میں کہاں ہے؟

حدیث رسول میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے والے کا حکم از روئے شریعت آپ کے مذہب میں کیا ہے؟

(۱۴)......حکیم صادق صاحب صلوٰۃ الرسول میں فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے، پھر حضرت انسؓ کی روایت حکیم صادق نے ذکر کی ہے، جس میں دعا کا ذکر ہے۔

(۱) براہ کرم غیر مقلدین بتلائیں کہ حدیث میں فرض بعد دعا کا ذکر کہاں ہے؟

(۲) پھر یہ بتلائیں کہ یہ حدیث اصل والی ہے کہ بے اصل والی ہے؟

(۳) اگر یہ اصل والی ہے تو اس کی سند ذکر کر کے اس حدیث کی اصلیت کو ثابت کریں۔

(۴) اگر اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو بے اصل حدیث کو اللہ کے رسول کی حدیث بتلانے والے کا آپ کے یہاں کیا حکم ہے؟

(۱۵)......صلوٰۃ الرسول میں مصنف ابن ابی شیبہ سے یہ حدیث نقل کی ہے حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب حضور نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگی، (ص۳۴۳ محقق)

براہ کرم کوئی غیر مقلد بتلائے کہ مذکورہ حدیث میں خط کشیدہ عبارت کہاں ہے؟ حدیث رسول میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے والے کا حکم غیر مقلدین یعنی بزعم خود اہل حدیث کہلانے والوں کے یہاں کیا ہے؟

(۱۶)...... نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی عرف الجادی میں فرماتے ہیں:

"غنی است کہ پنجاہ درہم نزد خود دارد وایں تعریف در حدیث مرفوع آمدہ" (ص۶۹)

نواب صاحب نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کی صحت کو غیر مقلدین محدثین کے کلام سے ثابت کریں؟

(۱۷)......نواب صاحب بھوپالی کہتے ہیں کہ "شراب نبیذ تا سہ روز باشد" یعنی نبیذ کا پینا تین روز تک ہے۔ (ص۲۴۱)

عام طور پر غیر مقلدین نبیذ کو شراب یعنی خمر کی قسم سے شمار کرتے ہیں اور ان کے نزدیک نبیذ کا پینا حرام ہے، بتلایا جائے کہ نواب صاحب کی بات صحیح ہے۔ یا عام غیر مقلدین کی جو بات بھی ہو صحیح حدیث کے حوالہ سے ہو۔

(۱۸)......نواب صاحب بھوپالی عرف الجادی (ص۲۰۷) میں فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے صحابہ کے بارے میں کہا ہے کہ صحابہ کرام بھی جب وہ اپنی بیویوں سے دور ہوتے تو ہاتھ سے منی نکالا کرتے تھے۔

براہ کرم یہ کون صحابہ کرام تھے، ان کا نام بتلایا جائے؟ اور بعض اہل علم اہل سنت میں سے کون ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہے؟ کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ صحابہ کرام یہ گندہ کام کرتے تھے، اس کتاب کا نام اور اس کے مصنف کا نام بتلایا جائے؟

(۱۹)......نواب وحید الزماں صاحب کنز الحقائق (ص۱۸۷) میں فرماتے ہیں:

من اضطر جازله اكل المحرم ولو الى الشبع

"یعنی جو مضطر اور مجبور ہو تو اس کے لئے حرام کا پیٹ بھر تک کھانا جائز ہے"۔

غیر مقلدین سے سوال ہے کہ براہ کرم وہ حدیث پیش کریں جن سے پیٹ بھر حرام کھانا مضطر کے لئے جائز معلوم ہوتا ہو۔

نواب صاحب بھوپالی نے یہ مسئلہ اپنی کتاب نزل الابرار میں بھی لکھا ہے۔

(۲۰)......نواب وحید الزماں نے اسی کتاب کے (ص۱۸۶) پر یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ چمگادڑ، کوا، ہدہد، طوطا، چوہا، ان کا کھانا حلال ہے۔

غیر مقلدین سے گذارش ہے کہ ان جانوروں کے کھانے کی دلیل کتاب وسنت سے پیش کریں، اور ذرا ان اہل حدیث علماء اور مشائخ عظام کا نام بھی پیش کریں جنہوں نے ان جانوروں کا گوشت کھایا ہو۔

میں معتقد فتنہ محشر نہ ہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم

﴿نوٹ﴾ نواب وحید الزماں صاحب اپنی اس کتاب یعنی کنز الحقائق کے بارے میں لکھتے ہیں:

نحمداللہ علی طبع کتاب فی فقه الحدیث، المسمیٰ
کنز الحقائق من فقه خیر الخلائق

یعنی ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں فقہ حدیث میں ایک کتاب کے چھاپنے پر جس کا نام کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق ہے۔

ہر قسم کے درد کے لئے دعا

حضرت عثمان بن ابی العاص فرماتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مجھے اس وقت جان لیوا درد تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سات بار یہ دعا پڑھو اور داہنے ہاتھ سے درد کی جگہ ہاتھ پھیرتے رہو۔

"اعوذ بعزة اللہ وقدرته وسلطانه من شر ما اجد" (ترمذی شریف)

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو میرے تکلیف جاتی رہی، اس کے بعد سے میں اپنے گھر والوں کو یہ عمل بتلاتا رہتا ہوں۔

چھٹی قسط

گجرات کا ایک یادگار سفر

ان جنتی صاحب کے یہاں سے جب ہم واپس ہوئے تو راستہ ہی میں مغرب کا وقت ہوگیا تھا، ہم نے ایک مسجد میں نماز ادا کی، مولانا ارشد میر صاحب نے فرمایا کہ ان کی باتوں نے ہم کو بہت مکدر کر دیا ہے اور ذہن پر بوجھ سا ہے، طبیعت میں نشاط پیدا کرنے کے لئے ہم کچھ ٹھنڈا پئیں گے، اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، بوجھ تو میری طبیعت پر بھی تھا، اور شاید ان سے زیادہ، بہر حال ایک جگہ رک کر ہم نے ٹھنڈا مشروب پیا، راستہ میں مولانا ارشد میر ایک صاحب سے جن کو سورت میں حکیم اجمیری کے نام سے جانا جاتا ہے ان سے مل کر گھر جانا چاہتے تھے، مگر اس بکواسی کے انداز گفتگو نے اور علماء اور مسلمانوں کو جو وہ گالی دیتا رہا، اس نے میری طبیعت کو بہت خراب کر دیا تھا، اب کسی اور سے اس وقت ملاقات کرنا میرے لئے مشکل تھا میں نے مولانا ارشد صاحب سے کہا کہ اس وقت اور کسی سے ملاقات میرے لئے مشکل ہے، سیدھے گھر چلو، مولانا ارشد اللہ ان کو جزائے خیر دے، میرے مزاج سے واقف ہیں اور میرا بڑا لحاظ رکھتے ہیں انہوں نے حکیم اجمیری صاحب سے ملاقات پر اصرار نہیں کیا، اور ہم لوگ گھر آگئے، یہاں کچھ آرام کر کے عشاء کی نماز پڑھی گئی، اور پھر کھانا کھایا گیا،

مولانا ارشد نے کہا کہ کل ہم لوگوں کو سورت سے آگے کا سفر ہے، اس سفر سے واپسی پر گھر آنا نہیں ہوگا، ہم لوگ گاڑی سے اتریں گے اور آپ کی گاڑی پلیٹ فارم پر لگی ہوگی، اس میں آپ سوار ہو جائیں گے، ساتھ میں جانے والا ضروری سامان ایک بیگ میں کر لیں، اور بقیہ کو یہیں چھوڑ دیں گے، اس کو بنارس روانگی کے وقت اس اسٹیشن پر کوئی صاحب لے کر آجائیں گے۔

میں نے ان کے اس مشورہ پر عمل کیا اور اس سے فارغ ہو کر جلد ہی سو گیے کہ کل کی شب سفر کی ہوگی اور پوری رات کا سفر ہوگا۔

دوسرے روز ہمیں راندیر جانا تھا، وہاں مجھے حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی (خلیفہ برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی) شیخ الحدیث حسینیہ راندیر سے ملاقات کرنی تھی (۱) نیز حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حضرت مولانا عارف صاحب مرحوم کے بچوں سے مل کر ان کے والد مرحوم کی وفات پر ان کی تعزیت کرنی تھی۔ میں نے ارشد صاحب سے کہا کہ مدرسہ کے دفتر میں جا کر اپنا کام دیکھئے، ہم یہاں سے گیارہ بجے دن میں نکلیں گے تاکہ مفتی صاحب اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر گھر آجائیں اور ہماری ملاقات سے طلبہ کا نقصان نہ ہو جو جامعہ میں ملاقات کرنے پر ہونا لازم تھا، مولانا ارشد میر نے اپنے خاص اور مجذوبانہ انداز میں بڑے جھٹکے کے ساتھ ''ماشاء اللہ'' کہا پھر کہا کہ آپ کی سوچ بڑی صحیح

(۱) حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم سے میری جان پہچان بہت پرانی ہے، جب میں ڈابھیل میں مدرس تھا تو حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بھی وہاں کے شعبہ افتاء کے ذمہ دار اور استاذ حدیث تھے، پھر وہاں سے وہ لندن چلے گئے، اور وہاں شعبہ افتاء قائم کر کے فتویٰ دہی کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس کے بعد جامعہ حسینیہ والوں نے ان کو بلایا اور بخاری شریف پڑھانے کی ذمہ داری سونپی، میں جب لندن گیا تھا تو بہت عرصہ کے بعد حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، پھر جب وہ جامعہ حسینیہ تشریف لائے تو ایک دو دفعہ ملاقات ہوئی، میں خود ان سے ملنے گیا۔ سال گزشتہ حضرت مفتی صاحب اور وہاں کے ناظم صاحب نے اصرار کیا تو جامعہ حسینیہ کے طلبہ اور اساتذہ میں میری تقریر بھی ہوئی، تقریباً سوا گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر تھی، جامعہ کے طلبہ اور اساتذہ کے علاوہ دوسروں کا بھی بڑا مجمع تھا، یہ جامعہ کی روایت سے بالکل خلاف پروگرام تھا، اس لئے کہ اوقات درس میں جامعہ میں اساتذہ اور طلبہ کے درمیان کوئی پروگرام نہیں ہوتا۔

لندن میں جب حضرت مفتی صاحب سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو مجھے محسوس ہوا تھا کہ حضرت کا رنگ اور انداز اور مزاج ڈابھیل والا نہیں ہے خاصا فرق محسوس کیا، طبیعت اور مزاج میں پہلے سے زیادہ فروتنی، تواضع اور انکسار بزرگوں کا انداز تصنع اور تکلف سے پاک صاف زندگی، مفتی صاحب کی محسوس ہوئی، اور اب تو ماشاء اللہ اور بھی اس میں ترقی ہوگئی ہے۔ چہرہ پر عبادت و ریاضت کا نور صاف محسوس ہوتا ہے، اور اب وہ مجسم تواضع بن گئے ہیں، اس وقت راندیر میں حضرت کے ذریعے عوام کی اصلاح و ارشاد کا کام خوب ہو رہا ہے۔

ہے، ہم حضرت سے ملنے ایسے وقت جائیں گے کہ طلبہ کا نقصان نہ ہو۔

چنانچہ ہم لوگ حضرت مفتی اسماعیل صاحب سے ملنے جب راندیر گئے تو اس وقت مفتی صاحب اپنے سبق سے فارغ ہوکر گھر پہونچے تھے، دیکھتے ہی ایک خاص انداز سے سلام ومصافحہ کیا اور پھر ہنستے ہوئے بے تکلفی اور مذاق کے انداز میں کہا کہ میرے سو روپئے زمزم کے واپس کرو، مجھے زمزم نہیں مل رہا ہے، مولانا اسماعیل صاحب بدات کا مدینہ منورہ سے فون آرہا ہے کہ مولانا غازی پوری کا فلاں مضمون ضرور پڑھو، میں نے اس شماروں کو جن میں تمہارا مضمون شایع ہوا ہے بہت تلاش کے بعد حاصل کیا اور اس کو پڑھا، چونکہ وہ مضمون گجرات ہی کے ایک بڑے مفتی صاحب کی کتاب کے بارے میں تھا اس وجہ سے اس مضمون کے بارے میں کچھ زبانی تبصرہ تو نہیں کیا مگر ان کا چہرہ خوشی سے پھوٹ رہا تھا، اس وجہ سے میرے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ دامت برکاتہم کو وہ مضمون پسند ہی نہیں بلکہ بہت پسند آیا۔ فللہ الحمد والمنة

رہا زمزم کے بارے میں یہ فرمانا کہ وہ مل نہیں رہا ہے تو زمزم کے ساتھ یہ مشکل شروع ہی سے لگی ہے کہ وہ غائب بہت ہوتا ہے، خصوصاً مدارس کے پتہ پر جو شمارے جاتے ہیں بیشتر غائب ہوجاتے ہیں، اہم شخصیات کے پتوں کی چٹ میں اپنے ہاتھ سے لگاتا ہوں اس کے باوجود ان تک زمزم کے شمارے نہیں پہونچتے۔ دارالعلوم دیوبند کا ہر استاذ مشہور ومعروف ہے مگر ان تک بھی زمزم نہیں پہونچتا، عاجز آکر میں نے اب ہاتھوں ہاتھ ان تک پہونچانے کا انتظام کیا ہے۔

حضرت مفتی اسماعیل صاحب کے ساتھ تقریباً نصف گھنٹہ بڑی بے تکلفی کی مجلس رہی، مشروب اور مٹھائیوں سے ان کی دلچسپ ضیافت اور دلچسپ مجلس کے بعد ہم لوگ سلام ومصافحہ کے بعد لوٹے۔

پھر مولانا محمد عارف صاحب مرحوم کے بچوں سے تعزیتی ملاقات کے لئے

ان کے گھر پہونچے اور تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھ کر سورت واپس ہو گئے، (۱) ابھی دو پہر کا کھانا بھی کھانا تھا اور کچھ آرام بھی کرنا تھا، مارچ کی ۱۸ر تاریخ ہو چکی تھی، آج ہی کے روز ساڑھے نو بجے شب میں ہمیں راجکوٹ کی طرف کیلئے نکلنا تھا، ہم اس کی تیاری میں تھے کہ بعد عصر مولانا ارشد کے موبائل پر مولانا عبدالرحیم صاحب کا پیغام ملا کہ وہ سورت میں ہیں اور مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے مولانا ارشد سے پوچھا کہ وہ کہاں ٹھہرے ہیں، معلوم ہوا ساحل پر، اور فرمارہے ہیں کہ مغرب کی نماز ہم لوگ ساحل پر پڑھیں، میں نے ساحل سے ساحل سمندر سمجھا، سورت سے بہت قریب سمندر بھی ہے۔ غالباً ابھراٹ کا سمندر قریب تر ہے، میں نے ارشد میر صاحب سے کہا کہ جب مولانا بلا رہے ہیں تو چلنا چاہئے ابھی ہمارے پاس وقت ہے میں نے پوچھا کہ ساحل کا فاصلہ کتنا ہے تو انہوں نے بتلایا کہ دس پندرہ منٹ کا، مجھے ان کی

(۱) حضرت مولانا محمد عارف صاحب گجرات کی مشہور عارف باللہ شخصیت حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوری کے داماد تھے، عوام وخواص میں اپنی نیکی اور تقویٰ اور رمضان کے مہینہ میں بعد عشاء اپنے مؤثر وعظ کی وجہ سے وہ بہت مشہور تھے، بہت ہی کم گو تھے، سوالات کے جواب ''ہوں، ہاں'' میں دینے میں مشہور تھے، ان سے میرا کوئی تعارف نہیں تھا، بلکہ ان کا نام بھی بار بار گجرات کے سفر کے باوجود میرے کان میں نہیں پڑا تھا، گزشتہ سال گجرات کے سفر میں ان سے تعارف ہوا تھا، اور اس کی تقریب یہ بنی کہ مولانا ارشد میر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایک صاحب اپنے والد مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے، حفظ کی ایک درسگاہ شروع کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے سات لاکھ روپئے میں ایک عمارت بھی خریدی ہے، آپ میرے ساتھ وہاں چلیں گے، میں تیار ہو گیا۔ وہاں پہونچنے کے بعد دیکھا کہ ایک بہت معصوم اور بلند قامت اللہ والی شخصیت کار سے اتر رہی ہے، معلوم ہوا کہ یہ مولانا محمد عارف صاحب مولانا عبدالرحیم لاجپوری کے داماد ہیں، مولانا کا چہرہ ہی دیکھ کر میں ان کے زہد وتقویٰ اور ان کی شخصیت سے متاثر ہو گیا، جب مولانا سے سلام ومصافحہ اور تعارف ہوا تو مولانا بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ مجھ سے ہنس ہنس کر بات کر رہے ہیں، لوگ کبھی مجھ کو دیکھتے اور کبھی مولانا عارف کو کہ جو شخص بات چیت کرنے میں صرف ہوں، ہاں، والا تھا، مجھ سے کیسی کھل کر اور بے تکلف انداز میں بات کر رہا ہے۔ پھر مولانا نے اصرار کیا کہ میں کچھ نہیں کہوں گا تھوڑی بہت بات کرنی ہے وہ تم ہی کو کرنی ہے، ان کے حکم پر میں نے کچھ دیر گفتگو کی، مولانا اصرار سے مجھ سے دعا کرانا چاہتے تھے، مگر میں نے ان سے کہا کہ ایک حکم میں نے آپ کا مان لیا ہے، اب ایک درخواست میری آپ قبول کرلیں دعا آپ کرادیں، مولانا نے میری یہ بات مان لی اور مختصر دعا کرائی۔

بات سے تعجب ہوا اس لئے کہ ابھراٹ کا ساحل جس کو میں نے سمجھا تھا کم از کم میرے انداز کے مطابق پون گھنٹہ کی مسافت پر تھا، مگر میں نے ان سے کچھ کہا نہیں خاموش رہا۔ بہر حال ہم لوگ مولانا متالا مدظلہ سے ملنے کے لئے چل پڑے اور واقعتا پندرہ منٹ سے پہلے ہی مغرب سے دس منٹ قبل ساحل پر پہونچ گئے، اور اس جگہ کو جو دیکھا تو سورت کے مشہور تاجر خاندان منیہار برادران کا بنگلہ تھا جو تاپتی ندی کے کنارے ہے، اس وجہ سے اس جگہ کو لوگ ساحل سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں مولانا عبدالرحیم صاحب، بھائی محمد علی اور بھائی محمد خالد اور بعض دوسرے احباب تھے، مجمع دیکھ کر بھائی محمد مسکراتے ہوئے میری طرف لپکے اور بڑے تپاک سے ملے، بھائی محمد خالد بھی اسی انداز سے ملے اور حضرت مولانا نے اپنی خاص انداز میں مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا، پھر فرمایا کہ آپ ہی کا اور آپ ہی کے حالیہ زمزم میں شائع شدہ مضمون کا تذکرہ چل رہا تھا، آپ نے مجھے وہ مضمون نہیں دیا، میں نے عرض کیا کہ میں جب آپ کے گاؤں میں حاضر ہوا تھا تو کتابوں کے ساتھ زمزم کا وہ شمارہ بھی تھا، انہوں نے کہا

پھر مجھ سے بہت اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے اور چائے وغیرہ سے ضیافت کی، اس کے بعد اپنے دونوں لڑکوں کو بلایا جو جامعہ حسینیہ یا جامعہ اشرفیہ سے فارغ تھے، اور مجھ سے کہا کہ ان کو آپ حدیث کی اجازت دے دیں، میں مولانا عارف صاحب کی اس فرمائش میں چونک گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں اس کا اہل نہیں ہوں، مگر ان کا اصرار جاری رہا، بالآخر میں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ ان شاء اللہ کسی دوسرے موقع پر میں اس خدمت کو انجام دوں گا، مولانا ارشد میر یہ سب دیکھ رہے تھے اور تعجب کر رہے تھے کہ آج مولانا عارف صاحب بالکل بدلے ہوئے ہیں، اس طرح تو وہ کسی سے ملتے نہیں تھے، میرے ساتھ ان کا یہ خصوصی معاملہ اور بے تکلفی کے انداز میں میرے ساتھ ان کی یہ گفتگو ان کو تعجب میں ڈال رہی تھی، واپسی پر راستہ میں کہنے لگے کہ مولانا عارف کا آپ کے ساتھ یہ بالکل نرالا اور عجیب معاملہ تھا۔

میں گزشتہ سال عمرہ میں تھا کہ ایک روز مولانا ارشد صاحب کا فون آیا کہ آج ایک بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے مولانا محمد عارف صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا، میں نے اناللہ پڑھا اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی، معلوم ہوا کہ جنازہ میں بے شمار لوگ تھے، راندیر کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی اور کا نہیں دیکھا گیا۔ میں نے مدینہ پاک ہی میں نیت کر لی تھی کہ میں جب گجرات جاؤں گا تو ان کے بچوں سے ملاقات کر کے ان کی تعزیت کروں گا۔

کہ میں نے خیال نہیں کیا اب جا کر پڑھوں گا، پھر انہوں نے تاکید کی کہ اس سلسلہ میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے مجھے سب چاہئے۔ مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب کا مدینہ پاک سے اور مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب کارانديرے سے آپ کے مضمون کو پڑھنے کا پیغام ملا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں کوشش کروں گا، ادھر ہی سے پورا مضمون آپ ہم کو بھجوادیں،(۱)

مولانا محمد علی کو (معلوم ہوتا ہے کہ) اس مضمون سے کچھ زیادہ ہی دلچسپی رہی وہ اس بارے میں دیر تک گفتگو کرتے رہے، فرمایا کہ یہ مضمون دلچسپ ہے۔ آپ کی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا، البتہ بعض جگہ بعض جملے تیز آگئے ہیں، میں نے عرض کیا غالباً آپ کا اشارہ اس جملہ کی طرف ہے کہ ''فضاؤں میں اڑنے کے بجائے مفتی صاحب زمین پر زیادہ چلنے کی عادت ڈالیں'' اس پر وہ بہت زور سے ہنسے اور کہا کہ ہاں میرا اشارہ اسی طرف تھا، میں نے کہا کہ میں نے مضمون کو بہت سی وجوہ سے بہت قلم سنبھال کر لکھا ہے، ورنہ کوئی اور ہوتا تو میرے قلم کا رنگ کچھ اور ہوتا، میرا یہ ایک جملہ آپ کو سخت معلوم ہوتا ہے اور جن کے بارے میں وہ مضمون ہے۔ صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اور آیات قرآنیہ کی جو من مانی تفسیر کی ہے وہ باتیں وہ ہیں کہ کوئی بھی آدمی جو رسول اکرم کے مقام و مرتبہ سے واقف ہوگا اور اس کے دل میں صحابہ کرام کی عظمت ہوگی، تفسیر بالرائے کے بارے میں جو وعیدیں ہیں ان کا اس کو علم ہوگا۔ برداشت نہیں کر سکتا، آدمی کتنا بھی بڑا ہو جائے مگر دین کے بارے میں اس کی بدراہی میری قوت برداشت سے باہر ہے۔ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عظمت مجروح کرنے والی بات کو تو میں بالکل برداشت نہیں کر سکتا، یہاں میرا لہجہ ذرا بلند ہو گیا تھا، مولانا محمد علی اور ان کے بھائی میرا

(۱) میں نے عزیزم مفتی رشید فریدی سلمہ سے کہہ کر اپنے مضمون کی فوٹو کاپی بھجوادی تھی، بعد میں مولانا ارشد میر کے پاس مولانا متالا کا فون آیا کہ مولانا کا مضمون بہت دلچسپ اور خالص علمی ہے، میں نے جو شروع کیا تو ختم ہی کر کے رکھا۔

جوش دیکھ رہے تھے اور پھر انہوں میری تائید کی میں نے دل میں کہا کہ:

عیب آخر عیب ہے کتنی بلندی پر نہ ہو
داغ آخر داغ ہے داغ مہ کامل سہی

ان حضرات سے آدھ گھنٹہ کے قریب بڑی دلچسپ گفتگو ہوتی رہی، ٹھنڈے مشروبات اور آئس کریم کا دور بھی چلتا رہا، ہم لوگوں کو عشاء بعد ہی سفر کرنا تھا، اس وجہ سے ان حضرات سے مصافحہ اور معانقہ کے بعد ان کا شکریہ ادا کر کے ہم واپس ہوئے بھائی خالد نے اپنے بچے کو بلا کر ہمیں اپنی گاڑی سے مولانا ارشد میر کے گھر پہونچا دیا اس ملاقات میں ایک دفعہ پھر حضرت مثالا کی توجہ اور عنایت اور ان کی دست کشائی نے مجھے شاد کام کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مثالا کے دل میں میرے کاموں کی قدر ہے اور ہماری کتابوں سے دلچسپی ہے، اور رد غیر مقلدیت کے سلسلہ میں ان کتابوں نے جو کام کیا ہے اس کی ان کو قدر ہے، **فمتعنا الله بطول حياته وعمت فيوضه وبركاته**، حضرت مثالا دام مجدہ نے اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے درس بخاری کے احادیث کی پہلی جلد بھی مرحمت فرمائی اور کہا کہ اگر مناسب ہو تو زمزم میں اس پر آپ کچھ لکھ دیں، (اس کتاب پر زمزم میں شمارہ نمبر ۵ میں لکھا جا چکا ہے)

✿✿✿✿✿

یاد رکھنے کی بات

یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو راستہ ہمیں دکھلایا ہے، وہی نجات والا راستہ ہے اور جو اس راستہ پر چلے گا وہی جنتی انسان ہوگا، اور جس نے اس راستہ کو چھوڑ کر خود سے اپنے لئے کوئی راستہ اختیار کیا وہ گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

✿✿✿✿✿

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

محمد اجمل مفتاحی

بیٹا: ابا جی!

باپ: جی بیٹا!

بیٹا: ابا جی یہ زہری صاحب کون تھے؟

باپ: بیٹا تم تو حدیث کی کتابیں پڑھتے ہو، تم کو معلوم نہیں کہ زہری صاحب کون تھے، تم ان کو زہری صاحب کہہ رہے ہو، یہ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر محدث تھے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام اہل مدینہ کے شیخ تھے اپنے زمانہ کے اعلم بالسنۃ یعنی سنت کے سب سے بڑے عالم اور جانکار تھے۔ تحفۃ الاحوذی میں ان کے بارے میں لکھا ہے، المتفق علی جلالته و امامته، یعنی ان کی جلالت شان اور امامت فی الحدیث پر علماء کا اتفاق ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف ان کی حدیثوں سے بھری ہیں ایسے امام سے تم ناواقف ہو اور اس کو "زہری صاحب" کہہ رہے ہو!

بیٹا: آپ امام زہری کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں اور ان کی اتنی تعریف کررہے ہیں اور یہ بتلارہے ہیں کہ مولانا مبارکپوری صاحب نے ان کی تحفۃ الاحوذی میں بڑی تعریف کی ہے، مگر مبارکپوری صاحب تو ان کی روایتوں کو جو امام زہری عن سے روایت کرتے ہیں، ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ "مدلس" تھے۔(۱)

باپ: نہیں بیٹا! حضرت مبارکپوری صاحب تو بڑے زبردست محدث تھے وہ امام

(۱) "مدلس" اس راوی کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے کسی راوی سے روایت کرے، جس سے اس کی ملاقات نہ رہی ہو، مگر اس سے روایت کرنے سے یہ وہم پیدا ہو کہ اس نے اس سے ملاقات کی ہے اور اس سے اس حدیث کو سنا ہے۔

زہری کے بارے میں ایسی بات کیوں کہیں گے، مجھے یقین نہیں آتا۔

بیٹا: ابا جی! بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں، یہ بات مجھے شیخ کلو حفظہ اللہ سے معلوم ہوئی اور اس کو ایک دیوبندی سے معلوم ہوئی، اور اس دیوبندی مولوی کو ابکار المنن کتاب مؤلفہ مبارکپوری صاحب سے معلوم ہوئی، میں نے جامعہ سے ابکار المنن کتاب نکال کر اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے میں ابکار المنن کتاب کو لے کر آیا ہوں...... دیکھئے یہ ابکار المنن کا ایک سو ستانوے صفحہ ہے۔ اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو مصنف عبدالرزاق میں زہری کی سند سے ہے اور بالکل صحیح ہے اس کو رد کرتے ہوئے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں:

" فی اسناده الزهری ورواه عن سالم بالعنعنة فكيف يكون صحيحاً "

یعنی اس حدیث کی سند میں زہری ہیں اور انہوں نے حدیث کو سالم سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے اس کی سند صحیح کیسے ہوگی۔

اور ابا جی! یہ دیکھئے ابکار المنن صفحہ ایک سو اٹھارہ، اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے کپڑے میں منی لگی ہوتی ہے اور مجھے لگنے کی جگہ نظر آتی ہے تو میں اس جگہ کو دھوتا ہوں ورنہ پورا کپڑا دھوتا ہوں، علامہ نیموی نے جب یہ کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

قلت فی سنده الزهری وهو مدلس ورواه عن طلحة ابن عبدالله بالعنعنة فيكيف يكون اسناده صحيحاً

یعنی میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں زہری ہیں اور وہ مدلس تھے انہوں نے اس روایت کو طلحہ بن عبداللہ سے عن سے روایت کیا ہے، اس

لئے اس کی سند کیسے صحیح ہوگی؟

باپ: انا للہ و انا الیہ راجعون

بیٹا: ابا جی! آپ بار بار یہ انا للہ کیوں پڑھ رہے ہیں؟

باپ: بیٹا! انا للہ نہ پڑھوں تو کیاں کروں! مولانا مبارکپوری نے نیموی کی ضد میں اہل حدیث کا بیڑا ہی غرق کردیا!

بیٹا: کیا ہوا ابا جی؟

باپ: بیٹا! تم کو معلوم نہیں کہ ہم لوگوں کی قرأت خلف الامام والی جو حدیث بخاری شریف میں ہے اس کو بھی تو امام زہری روایت کرنے والے ہیں اور اس حدیث کو انہوں نے محمود بن ربیع سے عن سے روایت کیا ہے، تو مبارکپوری صاحب کے الفاظ میں کیف یکون اسنادہ صحیحا، اس کی سند کیسے صحیح ہوگی۔ جب سند صحیح نہیں ہوگی تو حدیث کیسے صحیح ہوگی اور جب حدیث صحیح نہیں ہوگی تو سورہ فاتحہ پڑھنا صحیح نہیں ہوگا تو نماز کیسے صحیح ہوگی اور جب نماز صحیح نہ ہوگی تو ہم متبع رسول کیسے کہلائیں گے اور جب متبع رسول نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی کیسے ہوگا، اور جب اللہ راضی نہیں ہوگا تو ہم جنت میں کیسے جائیں گے، میں انا للہ نہ پڑھوں تو کیا کروں!

بیٹا: ابا جی! جب ہم جنت میں نہیں جائیں گے تو کہاں جائیں گے؟

باپ: پتہ نہیں بیٹا!
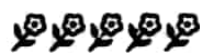
حضرت مولانا محمد قاسمی نانوتویؒ کی فارسی نعت اور ظفر بجنوری کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا میں اللہ کی ایک نشانی تھے، اسلام کی حجت تھے، علم کا بحر بیکراں تھے۔ تواضع للّٰہیت اور اخلاص کا مجسم نمونہ تھے، اعداء اسلام کے لئے قہر الٰہی تھے، ذکاوت وذہانت اور قوت ادراک میں اپنی نظیر آپ تھے۔ عشق رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھے۔

حضرت نانوتوی جس طرح اردو وفارسی تحریر میں عجوبہ قلم رکھتے تھے، آپ عربی اردو وفارسی کے بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے فارسی کلام کا نمونہ درج ذیل نعت ہے جس کو اردو قالب میں اشعار ہی کی زبان میں حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند مدظلہ نے نہایت کامیابی سے ڈھالا ہے۔

نعت فارسی	ترجمہ اردو
ساقیا سیرم زمے خاک در میخانہ ام	یہ فریب نہ دے اے روح میخانہ مجھے
ازلب شیریں بدہ لذت بیک پیمانہ ام	چاہیے صہبائے لب سے شغل پیمانہ مجھے
جان یا جاناں بگوخوانم ترا یا جان جاں	جان یا جاناں کہیں اس کو کہ جان جاں لکھیں
اصطلاح شوق بسیارست ومن دیوانہ ام	کردیا تعبیر کی کثرت نے دیوانہ مجھے
آتش عشق تو افتاداست درجان وتنم	پھونک ڈالا جان وتن کو شعلہ ہائے عشق نے
سوختی یکسر فدایت جان من کاشانہ ام	اے میں قرباں! بس یہ تقدیس کاشانہ مجھے
ازمن خستہ چہ پرسی کہ قاسم کیستی	یاد ہیں قاسم کو پائے گل پہ بلبل کے سجود
گر گلے من بلبلم وزشمع من پروانہ ام	شمع محفل جانتی ہے اپنا پروانہ مجھے

☆☆☆☆☆

برادرمکرم جناب مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوریؒ

مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

جناب مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوریؒ کا حادثۂ وفات ایسا عظیم حادثہ ہے جس کی کسک مدت تک محسوس کی جائے گی، اور جماعتی زندگی میں بالخصوص ان کی کمی بار بار محسوس کی جاتی رہے گی۔

بندہ کا تعارف پہلی مرتبہ مولانا مرحوم سے اس وقت ہوا جب وہ مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور اور جامعہ مفتاح العلوم مئو سے متوسطات تک کی تعلیم حاصل کرکے تکمیل کی خاطر ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں موقوف علیہ کی جماعت میں داخل ہوئے، چونکہ ان کا قیام کمرہ (۲) احاطہ دفتر میں تھا اور میرا قیام کمرہ (۴) میں اس لئے وطنی قربت اور مزاج کی ہم آہنگی کی وجہ سے باہمی قربت بڑھتی گئی، ۱۳۸۷ھ میں جب کہ مولانا مرحوم حضرت مولانا وحیدالزماں صاحب کے یہاں تکمیل ادب کی جماعت میں شامل تھے اور میرا دورۂ حدیث شریف کا سال تھا میں بھی کمرہ (۲) میں منتقل ہوگیا اور پھر ہمارا قیام وطعام ساتھ ہی رہا۔

مولانا کا معاملہ میرے ساتھ بالکل چھوٹے بھائی جیسا تھا اور وہ بابو کہہ کر ہی مخاطب کرتے رہے، فراغت کے بعد ہم دونوں کے گھرانوں میں اہل خاندان جیسا تعلق پیدا ہوگیا جو اب تک قائم ہے۔

درسیات کے علاوہ عربی ادب کا خاص ذوق تھا۔ حضرت مولانا وحیدالزماں صاحب کیرانویؒ نے اس جوہر قابل کو بھانپ لیا اور ان پر خصوصی توجہ فرمائی، صف ابتدائی اور ثانوی کی تکمیل درسیات کے ساتھ کرلی۔ ۱۳۸۶ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اگلے سال الصف النہائی میں شریک ہوکر عربی ادب کی تکمیل کی۔ تحریر کا ذوق بہت اچھا تھا، اسی زمانے میں عربی اور اردو میں مضامین لکھنا شروع کردیا، النادی کے دینی رسالہ الرسالہ کی ادارت انہیں سے متعلق رہی۔

مزاج میں حساسیت اورزوداثرپذیری کاعنصرنمایاں تھا،خلاف حق باتوں پر تحمل دشوار ہوجاتا،دینی حمیت وغیرت اوراسلاف واکابر کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔

فراغت کے بعد مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں میں تدریس کا آغاز کیا،چند سال کے بعد مدرسہ دینیہ غازی پور آگئے،اس مدرسہ کے مہتمم جناب عزیزالحسن صدیقی تھے،ان کے والدگرامی مولانا ابوالحسن صدیقی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص محبین میں سے تھے، وہی اس مدرسہ کے بانی تھے،ان کے بعد مدرسہ کی ذمہ داری عزیزالحسن صاحب کے ذمہ آئی،انہوں نے اصرار سے مولانا کو غازیپور بلالیا،لیکن مولانازیادہ مدت تک مدرسہ دینیہ میں نہیں رہ سکےاور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مہتمم مولانا سعیداحمد بزرگ کی نگاہ انتخاب ان پر پڑگئی،مولانا بزرگ پورے ملک سے اچھے اساتذہ کا انتخاب کرنے کے لئے معذوری کے باوجود خودسفر کرتے تھے، مولاناابوبکر صاحب نے ڈابھیل میں بہت اچھاوقت گزارا۔اوروہاں کے مقبول اور محبوب اساتذہ میں شمار ہوئے۔مطالعہ کاذوق ابتداء سے تھا،ڈابھیل کے کتب خانہ سے خوب استفادہ کیا۔مطالعہ کے دوران اہم مقامات پرنشان لگانے کی عادت تھی بعد میں ان کومرتب کرکے مضمون تیار کرتے۔تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری کا سلسلہ برابر جاری رہالیکن وطن سے اتنی طویل مسافت پرمستقل قیام کی وجہ سے دشواریاں پیش آتی تھیں،بوڑھے والدین اوراہل خانہ کی خدمت کی خاطروطن سے قریب آگئےاور جامعہ مظہرالعلوم بنارس میں تدریسی خدمت انجام دینے لگے،وہاں سے علاحدگی اختیارکرنے کے بعد مختصرمدت کے لئے جامعۃ الرشاداعظم گڈھ میں بھی رہےاوروہاں سے شائع ہونے والے عربی مجلّہ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دئے، تدریس کا آخری مشغلہ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں رہا،وہاں بھی تدریس کے ساتھ عربی پرچہ کی ادارت اور مضامین نویسی کی خدمت انجام دی۔

آخرکاراس زندگی سے اکتاکروطن واپس آگئےاور خالص تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے،مولاناابوبکر صاحب کوحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم،صحابہ کرامؓ اوراسلاف امت کے ساتھ بے پناہ عشق ومحبت کاتعلق تھا،اسی بناپر جہاں ان کو

بدعات سے سخت نفرت تھی وہیں صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کی تنقیص کرنے والی جماعتوں سے بھی اتنے ہی متنفر تھے۔اسی جذبہ کے تحت ''مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں'' تصنیف کی، غیر مقلدین (نام نہاد سلفیین) کے جارحانہ طرزعمل سے بددل تو پہلے ہی سے تھے لیکن جب غیر مقلدین کی طرف سے الدیوبندیہ اوراس جیسی بعض دوسری کتابیں شائع ہوئیں جن میں دجل وتلبیس اور خبث باطن کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا تھا تو مولانا کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا، اورانہوں نے اس کے بعد اپنی زندگی کا مقصد صحابہ کرام اسلاف امت اور ائمہ مجتہدین بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہؒ کا دفاع بنا لیا۔سب سے پہلے الدیوبندیہ کا عربی زبان میں جواب لکھااورخوداپنے صرفہ سے شائع کرکے عالم عرب تک پہونچایا،اس کے بعدعربی اوراردومیں غیرمقلدین کے رد میں متعدد کتابیں تصنیف کیں،اس کے علاوہ ایک اردورسالہ زمزم کے نام سے دوماہ کے وقفہ سے شائع کرناشروع کیا جومولانا کی پوری زندگی تسلسل کے ساتھ شائع ہوا۔

حق گوئی اور بے باکی مولانا کا شعارتھا،مزاج میں بے حد سادگی اور بے تکلفی تھی جس سے ملتے اس کے محبوب بن جاتے، جمعیۃ علماء سے بھی گہراتعلق تھا، حضرت امیرالہند مولاناسیداسعدمدنیؒ نے اپنے دورصدارت میں ان کو جمعیۃ علماءہند کی ورکنگ کمیٹی میں شامل فرمایا، اوراس وقت سے مسلسل وہ رکن عاملہ رہے، اتفاق کی بات کہ ان کا انتقال بھی دفتر جمعیۃ علماءہند میں ہی ہوا، بھوپال کے سفر سے فارغ ہوکر دہلی پہونچے،شب کا قیام دفتر میں ہوا،صبح دیوبند جانے کا ارادہ تھالیکن فجر سے قبل ہی دل کا شدید دورہ پڑا اور ہسپتال لے جانے سے پہلے ہی بلند آواز سے کلمہ پڑھتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ع

حق مغفرت کرے عجب آزادمردتھا

مولانامحمد ابوبکر صاحبؒ کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بچے اور دو بچیاں ہیں، بڑے بچے عبدالرحمٰن اور دونوں بچیوں کا نکاح ہوچکا ہے چھوٹا بچہ حافظ عبیدالرحمٰن دارالعلوم مئو میں دورۂ حدیث کی تکمیل کررہا ہے۔

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین
غیر مقلدین کی ڈائری
آئینہ غیر مقلدیت
ارمغان حق ۲ جلدیں
غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ
سبیل الرسول پر ایک نظر
کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ
مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں
حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد قبول
صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر
صلوۃ الرسول پر ایک نظر
کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟
صور تنطق (عربی)
وقفه مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)
وقفه مع لا مذهبیه
هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟
(صوت الاسلام عربی) سه ماهی رساله
(زمزم اردو ۲ ماہی رسالہ)